حضرت خالد بن ولیدؓ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد ترین صحابی کی زندگی کا ایمان افروز تذکرہ

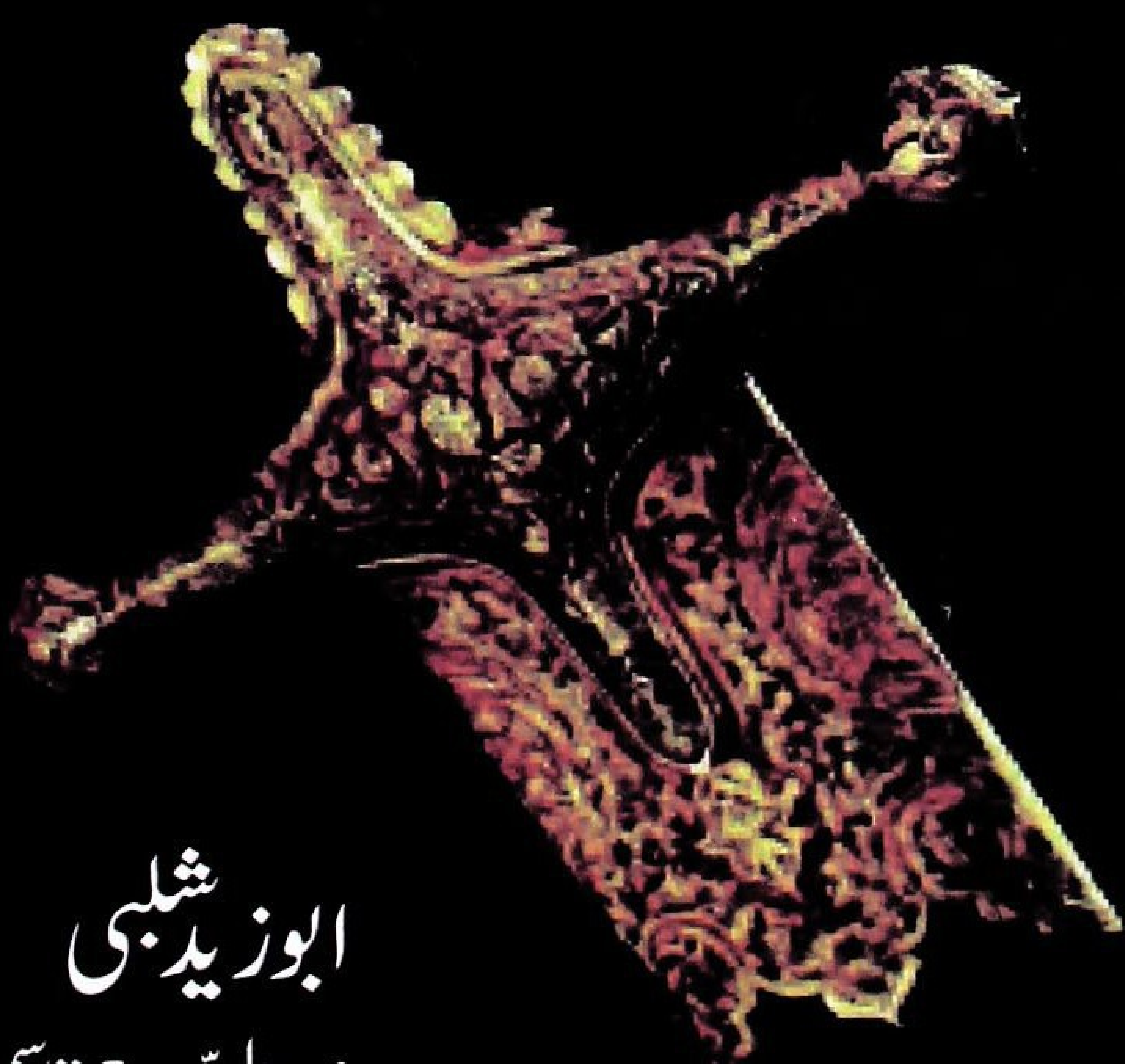

ابوزید شلبی

ترجمہ: عبدالسبوح قاسمی

Marfat.com

Marfat.com

حضرت خالد بن ولیدؓ

رسول اکرم ﷺ کے معتمد ترین صحابی کی زندگی کا ایمان افروز تذکرہ

ابو زید شلبی

ترجمہ: عبدالسبوح قاسمی

بک فورٹ

ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز

ہاؤس نمبر 9، سٹریٹ نمبر 32، غنی محلّہ، سنت نگر، لاہور۔

E-mail : zmdin786@hotmail.com

Marfat.com

(C) کاپی رائٹ بحق پبلشرز محفوظ ہیں

۲۹۷٫۹۹۲۴
خ ۱۹ س
108609
2/ک

نام کتاب: حضرت خالد بن ولیدؓ
نام مصنف: ابوزید شلبی
ترجمہ: عبدالسبوح قاسمی
باراشاعت: اوّل
سرورق: ریاظ احمد
ناشر: زاہد محی الدین
اشاعت: 2012
پرنٹرز: ہاشم اینڈ حماد پریس، لاہور

قیمت: -/260 روپے

ملنے کا پتہ: بک فورٹ ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز، ہاؤس نمبر 9، سٹریٹ نمبر 32، غنی محلہ، سنت نگر، لاہور، پاکستان - فون نمبر: 0300-4931320
ای میل: zmdin786@hotmail.com

Marfat.com

فہرست

1-عرض مترجم 9

2-خالدؓ اسلام سے پہلے 11

☆ شجرۂ نسب 11

☆ خاندانی حالات 11

☆ حضرت خالدؓ کے بھائی 13

☆ حضرت خالدؓ کی خالائیں 14

☆ حضرت خالدؓ کے والد 14

☆ مکہ مکرمہ' جغرافیائی حالت 20

☆ مکہ مکرمہ کی دینی مرکزیت 21

☆ مکہ معظّمہ کی ادبی اور اخلاقی مرکزیت 21

☆ مکہ معظّمہ کی سیاسی مرکزیت 22

☆ حضرت خالدؓ کا قبیلہ اور قریش میں اس کی قدر و منزلت 23

☆ شعب ابی طالب 25

☆ پیدائش 26

☆ ابتدائی حالات 28

☆ حضرت خالدؓ کی شجاعت کا اصل سبب 28

☆ اسلام کی مخالفت 29

☆ خالدؓ غزوہ اُحد میں 30

Marfat.com

☆ خالدؓ غزوہ خندق میں 31
☆ خالدؓ حدیبیہ میں 33
☆ خالدؓ عمرہ قضا میں 34
3- حضرت خالدؓ۔ اسلام لانے کے بعد پہلا دور۔ 35
آنحضرت ﷺ کا عہد مبارک
☆ اسلام 36
☆ اسلام لانے کا واقع 37
☆ اسلام لانے میں تاخیر کی وجہ 41
4- غزوات اسلام کی راہ میں حضرت خالدؓ کا پہلا جہاد غزوہ موتہ 43
☆ موتہ 44
☆ سریہ موتہ کا سبب 44
☆ سریہ موتہ کی لڑائی 44
☆ حضرت خالدؓ کا انتخاب 46
☆ سیف اللہ کا خطاب 47
☆ مکہ معظمہ پر حملہ کے وجوہ 49
☆ حضرت خالدؓ کی پہلی کمانداری 50
☆ خونریزی کی ممانعت 50
☆ حضرت خالدؓ کیوں کماندار مقرر کیئے گئے 51
☆ عُزّیٰ کا گرانا 53
☆ خالدؓ اور قبیلہ بنو جذیمہ 53
☆ حافظ ابن عمر کی روایت 59
☆ ابوسلمہ کی روایت 59

Marfat.com

☆واقدی کی روایت 60
☆غزوہ حنین 62
☆محاصرہ طائف 66
☆خالدؓ بنوالمصطلق کے پاس 67
☆خالدؓ دومتہ الجندل میں 69
☆خالدؓ نجران میں 71
5- حضرت خالدؓ.... خلیفہ اوّل کے عہد 73
6- فتنہ ارتداد میں خالدؓ کے کارنامے 74
☆آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت عرب کی حالت 74
☆آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اوّل 76
☆جیش اُسامہ 77
☆طلیحہ 80
☆حضرت خالدؓ کی پیش قدمی 81
☆مالک بن نویرہ 85
☆مسیلمہ کذاب 94
7- فتوحات عراق 104
☆ابلہ 105
☆المذار 109
☆ولجہ 111
☆الیلیس 113
☆امنعیشیا 115
☆حیرہ 117

Marfat.com

☆حضرت خالدؓ کے افسر 124
☆عین التمر 130
☆دومتہ الجندل 132
☆جنگ حصید 136
☆خنافس 136
☆مصیّخ 136
☆ثنی اورزمیل 138
☆الفراض 139
☆حضرت خالدؓ کا حج 140
☆عراق کی فتوحات پرایک اجمالی تبصرہ 142
8-حضرت خالدؓ شام میں 147
☆فتوحات شام کے ابتدائی حالات 148
☆کیا حضرت خالدؓ شام میں کمانڈرانچیف تھے 155
☆جنگ یرموک 156
9-خالدؓ کے کارنامے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں 170
☆دمشق 171
☆جنگِ فحل 174
☆جنگِ مرج الروم 176
☆حمص 178
☆الحاضر 179
☆قنسرین 180
☆مرعش 181

Marfat.com

☆واقعات کی ترتیب اور ان کے حوال 182
10- حضرت عمرؓ و حضرت خالدؓ کا اختلاف 188
☆اختلاف کے اسباب 189
☆حضرت عمرؓ کے اوصاف 189
☆حضرت خالدؓ کے اوصاف 190
☆حضرت عمرؓ اور حضرت خالدؓ کی اصلی رنجش 192
☆معزولی کب ہوئی 195
☆تاریخی نصوص 196
☆تاریخی اعتبار سے عقلی دلائل 196
☆حضرت عمرؓ کے دل پر معزولی کا اثر 199
☆حضرت خالدؓ پر معزولی کا اثر 199
☆امراء کے دلوں پر معزولی کا اثر 200
☆فوج کے دل پر معزولی کا اثر 200
☆کبار صحابہؓ کے دلوں پر معزولی کا اثر 201
☆بغض کا انجام 201
11- حضرت خالدؓ کا دینی پہلو 205
☆اخلاق و عادات 207
☆جنگی سیاست اور جنگی فنون کی آزمودہ کاری 208
☆فوج کے ساتھ ان کا رویہ 209
☆جہاد سے ان کی محبت 210
☆خاندان 211
☆وفات 212

Marfat.com

12- حضرت خالدؓ..... ایک نظر میں 214
☆ پیدائش 214
☆ 3 ہجری 214
☆ صفر 8 ہجری 214
☆ جمادی الاولیٰ 8 ہجری 214
☆ رمضان 8 ہجری 214
☆ شوال 8 ہجری 215
☆ رجب 8 ہجری 215
☆ جمادی الاولیٰ 10 ہجری 215
☆ خلافت صدیقیؓ..... 11 ہجری 215
☆ 11 ہجری 215
☆ 12 ہجری 215
☆ صفر 12 ہجری 215
☆ ربیع الاول 12 ہجری 215
☆ ربیع الثانی 12 ہجری 216
☆ ذی الحجہ 12 ہجری 216
13- خلافت فاروقیؓ 216
☆ جمادی آلاخر 13 ہجری 216
☆ 14 ہجری 216
☆ 15 ہجری 216
☆ 21 ہجری 216

Marfat.com

عرضِ مترجم

خالدؓ بن ولید کے نام سے ہر وہ مسلمان واقف ہے جس کو اسلامی تاریخ سے تھوڑا بہت شغف ہو۔ لیکن بد قسمتی سے مسلمانوں کی کثیر تعداد ایسی ہے کہ جن کو اسلامی تاریخ سے تو کیا اسلام ہی سے کوئی خاص لگاؤ نہیں۔ انگریزوں کے عہد حکومت میں تو "اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ" کے مشہور مقولے کے مطابق ہندوستانی مسلمان مجبور تھے کہ وہ وہی کچھ سیکھیں اور پڑھیں جو ان کو اپنا آقا سکھائے اور پڑھائے، لیکن وہ دور ختم ہو گیا۔ اسلامی حکومت کے نئے ماحول میں وقت آ گیا ہے کہ نپولین کا رعب ہمارے دل میں نہ رہے۔ اس لیے کہ اگر ہماری تاریخ ایسی ہوتی کہ اس میں عقل و تدبر کے چمکتے ہوئے تاروں کا وجود نہ ہوتا۔ اس میں عدالت و دیانت کے علمبرداروں کی جماعت نہ ہوتی تو بے شک ضرورت تھی کہ ہم دوسری قوموں کی زندگی سے سبق لیتے۔ لیکن جب واقعہ یہ ہے کہ ہمارے اسلاف کا ایک ایک فرد ایسا ہے کہ قومیں اسکی پیروی کرنے کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھتی ہیں اور انہیں کے طرز عمل کو سامنے رکھ کر ترقی کی منازل طے کرتی ہیں تو ہمیں کونسی ضرورت ہے کہ ہم اوروں کی طرف دیکھیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے اسلاف میں سے ایک ایک کی تاریخ پڑھیں اور پڑھنے سے مقصد یہ نہ ہو کہ چٹخارے لے لے کر اپنی ذہنی عیاشی کا سامان پیدا کریں اور پھر "پدرم سلطان بود" کا نعرہ لگا کر "خواب خرگوش" میں سو جائیں بلکہ سوچیں کہ وہ اتنی بلندی پر کیوں تھے اور ہم پستی کی طرف کیوں جا رہے ہیں۔ تاریخ کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید کا تقریباً تین چوتھائی حصہ گزشتہ قوموں کے واقعات پر مشتمل ہے۔ حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن مجید ایک دستور العمل ہے جو مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ پھر اس میں قصے کہانیوں کا مطلب؟ مطلب یہی ہے کہ اوروں کے واقعات دیکھ کر سوچو کہ تمہیں کن چیزوں سے بچنا ہے اور کن کن پر عمل پیرا ہونا ہے۔

اسلاف کی تاریخ کو اردو میں منتقل کرنے کے سلسلے کی یہ پہلی کڑی ہے۔ مصر کے قابل مصنف ''ابوزید شلبی'' نے عربی تاریخ کی مستند کتابوں کو سامنے رکھ کر پوری تحقیق سے ''خالدؓ بن الولید'' کی تاریخ لکھی۔ اور حضرت خالدؓ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو روشن کرنے کی کوشش کی۔ کتاب اس قابل تھی کہ اردو دان طبقہ بھی اس سے مستفید ہو۔ لیکن مختصر تھی۔ کئی جگہ واقعات کا تسلسل اس وجہ سے ٹوٹ رہا تھا کہ تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے بعض ایسے واقعات کی تفصیل کی ضرورت تھی جن کا تعلق خود حضرت خالدؓ سے بہت زیادہ نہ تھا۔ اردو ترجمہ کو ہر پہلو سے مکمل رکھنے کی خاطر مترجم نے ان ہی کتابوں کو سامنے رکھ کر اضافے کئے جن سے ابوزید شلبی نے فائدہ اٹھایا۔ اور گو یہ کتاب عربی کی اسی کتاب کا ترجمہ ہے لیکن درحقیقت ان اضافوں کی وجہ سے یہ بالکل ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے اور ضخامت کے اعتبار سے اصل عربی کتاب سے دو چند ہو گئی ہے

عبدالسبوح قاسمی
زیارت کا کا صاحب
ضلع پشاور

خالدؓ اسلام سے پہلے

نام۔

حضرت خالدؓ کا پورا نام ابوسلیمان (یا ابوالولید) خالدؓ بن الولید القرشی ہے۔

شجرۂ نسب۔

خالدؓ بن الولید المعزۃ عبداللہ بن عمر مخزوم بن یقظہ بن مرّۃ بن کعب بن لوٗیٰ۔

رسول کریم ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ کے شجرۂ نسب کو سامنے رکھیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت خالدؓ کا شجرۂ نسب ساتویں پشت یعنی مرّۃ میں آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مل جاتا ہے۔

حضرت خالدؓ کی والدہ کا نام لبابہ تھا۔ اس نام کی دو بہنیں ہیں ایک کا نام لبابہ صغریٰ ہے۔ دوسری کا نام لبابہ کبریٰ۔ یہاں پر بعض مورخین کو غلطی لگی ہے اور انہوں نے لبابہ کبریٰ کو حضرت خالدؓ کی والدہ قرار دیا ہے صحیح یہ ہے کہ لبابہ صغریٰ آپؓ کی والدہ تھیں ماں کی طرف سے ان کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ خالدؓ بن لبابۃ الصغریٰ بنت الحارث بن حزن الہلالیۃ۔

رسول کریم ﷺ سے رشتہ۔

آپ کی ایک خالہ یعنی حضرت میمونہؓ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے تھیں اور اس طرح آنحضرت ﷺ رشتہ میں آپ کے خالو ہوتے تھے۔

خاندانی حالات۔

آپ کے شجرۂ نسب پر غور کرنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ کے خاندان کے افراد جہاں تعداد میں زیادہ تھے وہاں پر وہ قریش کے معزز ترین افراد میں بھی شمار ہوتے

Marfat.com

تھے۔

باپ کی طرف سے آپ کے جتنے بزرگ گزرے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی قوم کے پیشروؤں میں سے تھا۔ آپ کے چچا ابو امیہ بن المغیرۃ کی قدر و منزلت کا اندازاس سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام سے پہلے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھتے وقت جب حجر اسود کو رکھنے کی باری آئی۔ تو قریش کا ہر قبیلہ اس پر مصر تھا کہ حجر اسود کو رکھنے کا فخر ان کو حاصل ہو، اور جب نوبت لڑائی تک پہنچی تو ابو امیہ ہی کے فیصلے کو تسلیم کیا گیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ صبح کے وقت جو شخص سب سے پہلے دروازہ میں داخل ہو وہی پتھر رکھے۔ یہ قریش کی خوش قسمتی تھی کہ دوسرے دن سب سے پہلے جو شخص داخل ہوئے وہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ آپ ﷺ کی عزت قریش میں پہلے ہی سے تھی اور آپ کو دیکھ کر سب خوش ہو کر کہنے لگے ھذا الامین قد رضینا به ھذا محمّد یہ واقعی امین ہیں ہم میں سے کسی کو ان پر اعتراض نہیں کیونکہ یہ محمد ﷺ ہیں۔ ابو امیہ اسلام کی ضیا پاشیوں سے پہلے ہی فوت ہوئے"

حضرت خالدؓ کے دوسرے چچا فاکہ کی جود و سخاوت کا یہ عالم تھا کہ لوگوں کی ضیافت کے لئے انہوں نے ایک مستقل مکان مخصوص کر رکھا تھا۔ اور اس میں داخل ہونے کے لئے کسی اجازت وغیرہ کی ضرورت نہیں تھی۔

آپ کے تیسرے چچا ابو حذیفہ وہ شخص ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے حجر اسود کو رکھنے کے لئے یہ فیصلہ کیا کہ پتھر کو چادر میں رکھ دیا جائے اور اس کے کونے قریش کی مختلف شاخوں کے بزرگ پکڑ لیں تو حضرت خالدؓ کے قبیلے کی نظر انتخاب ابو حذیفہ پر پڑی۔

آپ کے چوتھے چچا ہشام قریش کے بڑے سرداروں میں شمار ہوتے تھے۔ اور عرب کی مشہور لڑائی حرب فجار میں قریش کی شاخ بنو مخزوم کی قیادت ان کے سپرد تھی۔ ان کو فارس بطحاء کے نام سے پکارتے تھے۔ اور ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ جب وفات پائی تو قریش کی تمام شاخیں ان کا ماتم کرنے لگیں۔ آپ کے ماتم میں مکہ معظمہ کے بازار تین دن تک بند رہے اور قریش ان کی موت کو سرزمین مکہ معظمہ کی موت سے تعبیر کرنے لگے۔ چنانچہ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے:۔

واصح بطن مکة مقشعراً　کان الارض لیس بها هشام

ترجمہ:۔ مکہ معظمہ کی سرزمین کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ

Marfat.com

زمین پر ہشام نہیں رہا۔

حضرت خالدؓ کے بھائی۔

آپ کے بھائیوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ کے چھ بھائی تھے جن میں سے چار حالتِ کفر میں فوت ہوئے۔

عاص۔ جو اسلام سے پہلے ہی بچپن میں فوت ہوئے۔

ابوقیس۔ ابتدا میں مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن بعد میں اسلام سے پھر گئے اور غزوۂ بدر میں حضرت حمزہؓ۔ یا حضرت علیؓ کی تلوار سے مارے گئے۔

عبدشمس۔ جن کے نام سے ان کے باپ کی کنیت ابوعبدشمس مشہور تھی۔

عمارۃ۔ یہ وہی عمارۃ ہیں جن کو قریش نے عمرو بن العاص کے ساتھ نجاشی کے پاس اس غرض سے بھیجا تھا کہ جو مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے حبش گئے تھے ان کو حبش کی سرزمین سے نکالا جائے اور یہ وہی ہیں کہ جب قریش رسول کریم ﷺ کی تعلیمات سے تنگ آگئے تو وہ عمارۃ کو طالب کے پاس لے جا کر کہنے لگے کہ تم اپنے بھتیجے سے قطع تعلق کر لو۔ ان کے بدلے میں ہم عمارۃ کو پیش کرتے ہیں جو پورے قریش میں حسن و سیرت کے اعتبار سے بے نظیر ہے۔ اس سے یہ اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قریش میں حضرت خالدؓ اور ان کے بھائیوں کی کتنی قدر و منزلت تھی۔

باقی دو بھائی ولید اور ہشام حضرت خالدؓ کی طرح اسلام لے آئے تھے۔ ان تینوں میں ولید سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ یہ اپنے بھائیوں میں کمزور تھے۔ اپنے دین کو بچانے کی خاطر مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے گئے۔ پیدل چلتے چلتے پاؤں کی انگلیوں سے خون بہنے لگا تو کہنے لگے:۔

هل انت الا اصبع دميت وفی سبيل الله ما لقيت

تو تو صرف انگلی ہی ہے کہ خون آلود ہو گئی ہے (اس کی کیا پروا ہے اس لئے) کہ جو کچھ بھی تجھے پیش آیا اللہ تعالیٰ ہی کے راستے میں ہوا۔

ہشامؓ سے رسول کریم ﷺ کو بہت محبت تھی اور آنحضرت ﷺ دعائے قنوت میں ان کے لئے دعا مانگا کرتے تھے۔ حضرت خالدؓ کے اسلام لانے میں حضرت ہشام کا بہت

بڑا ہاتھ تھا۔

آپ کی دو بہنیں بھی تھیں ایک کا نام فاطمہ تھا جو حارث بن ہشام کی بیوی تھیں۔ آپ فتح مکہ کے دن ایمان لائیں اور رسول کریم ﷺ سے بیعت کی۔ دوسری کا نام فاختہ تھا جو حضرت صفوان بن امیہ کی بیوی تھیں اور اپنے شوہر سے چند ماہ پہلے مسلمان ہوئیں۔

حضرت خالدؓ کی خالائیں۔

حضرت خالدؓ کی والدہ لبابہ کا ذکر پہلے ہو چکا۔ ان کے مسلمان ہونے میں اختلاف ہے۔ اسی کو دیکھتے ہوئے کہ وہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے ایام تک زندہ رہیں۔ اور حضرت خالدؓ کی وفات پر ان کا مرثیہ بھی پڑھا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ آپ مسلمان ہو گئی تھیں۔ لیکن اس بات کی کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں۔ ان کی آٹھ بہنیں تھیں۔

۱۔ ام المومنین حضرت میمونہؓ

۲۔ ام الفضل لبابتہ الکبریٰؓ۔ یہ آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی بیوی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد آپ دوسری خاتون ہیں جو اسلام لائیں۔

۳۔ عصیجو ابی ابن خلف جمحی کی بیوی تھیں۔

۴۔ غرۃ۔ زیاد بن عبداللہ بن مالک ہلالی کی بیوی تھیں۔ ان کے اسلام لانے میں شبہ ہے۔

۵۔ ہزیلہ۔ ان کی شادی کسی گاؤں میں ہوئی۔ اور یہ حضرت میمونہؓ کو اکثر دیہات کی چیزیں گھی پنیر وغیرہ بھیجا کرتی تھیں۔

۶۔ اسماء بنت عمیس۔ یہ پہلے جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھیں۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نکاح میں آئیں۔ اور آپ کے بعد حضرت علیؓ نے ان سے شادی کی۔

۷۔ سلمٰی بنت عمیس۔ یہ پہلے حضرت حمزہؓ کے نکاح میں تھیں اور ان کے بعد حضرت شداد بن اسامہ کے نکاح میں آئیں۔

۸۔ سلامہ بنت عمیس۔ جو عبداللہ بن کعب خثعمی کی بیوی تھیں۔

حضرت خالدؓ کے والد۔

والد کا پورا نام عبد شمس الولید بن المغیرہ مخزومی ہے جو قریش میں حد سے زیادہ

Marfat.com

سمجھدار، بہترین خطیب۔ بہت زیادہ باعزت اور بڑی قدر و منزلت کے مالک تھے۔آپ کی فراست اور شرافت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ جاہلیت میں قریش کے سردار تھے۔اور ان تین آدمیوں میں سے عبدالمطلب کی وفات کے بعد خانہ کعبہ میں گئے اور قریش کی سرداری کے دعویدار تھے۔آپ نے اسلام سے پہلے ہی شراب پینے سے توبہ کر لی تھی۔آپ نے چوری کی سزا میں چوروں کے ہاتھ کاٹے۔جس کی تصدیق اسلامی احکام نے بھی کی۔

خانہ کعبہ کا غلاف ہر سال بدلا جاتا تھا۔ایک سال آپ اکیلے غلاف بنوا کر بدلتے اور دوسرے سال تمام قریش مل کر غلاف دیا کرتے تھے۔آپ نے حج کے ایام میں منیٰ کے مقام پر تمام لوگوں میں اعلان کر رکھا تھا۔کہ کوئی شخص آگ نہ جلائے۔سب لوگوں کو کھانا یہ اپنی طرف سے کھلا دیا کرتے تھے۔آپ کے مال و دولت کا اندازہ بارہ ہزار دینار لگایا گیا تھا۔اور آپ کے باغات مکہ معظمہ سے طائف تک پھیلے ہوئے تھے۔جن میں سے بعض باغ ایسے بھی تھے جن میں سال کے بارہ مہینوں میں کوئی نہ کوئی پھل ضرور ہوتا تھا۔

جب قریش نے خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر کا ارادہ کیا تو کسی کو یہ جرات نہیں تھی کہ اس کی پرانی بنیادوں کو اکھاڑنے کے لئے آگے بڑھے یہ ولید ہی تھے جنہوں نے کدال ہاتھ میں لیا اور یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ ”اے اللہ تعالیٰ! ہم سے ناراض نہ ہونا ہماری نیت نیک ہی ہے“۔

آپ بہت ہی مضبوط عقائد کے مالک تھے۔خانہ کعبہ کی عزت و عظمت آپ کی رگ رگ میں سرایت کر چکی تھی جس کا اندازہ اس امر سے لگایئے کہ سب سے پہلے ولید ہی نے خانہ کعبہ میں داخل ہونے سے پہلے جوتے اتارے اور اپنی زندگی میں جوتوں سمیت خانہ کعبہ کے اندر نہیں گئے۔اور شاید انہیں پختہ عقاید کی وجہ سے مخالفین اسلام کی صف اول میں کھڑے رہے۔آنحضرت ﷺ سے دور دور رہے جب قریش کے سردار حضرت ابو طالب کے پاس یہ کہنے کے لئے جانے لگے کہ وہ اپنے بھتیجے کو ان کے معتقدات کا مذاق اڑانے اور ان کے خداؤں کو برا بھلا کہنے سے روکیں تو ولید ان میں پیش پیش تھے۔

Marfat.com

ولید ہی وہ شخص ہیں جن کے مسلمان ہونے کی رسول کریم ﷺ کو بہت زیادہ خواہش رہی اور جن کے متعلق آنحضرت ﷺ کا خیال تھا کہ ان کے مسلمان ہو جانے سے اسلام کو بہت زیادہ قوت پہنچے گی۔ یہ خواہش اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ ایک بار جب آنحضرت ﷺ ان کے ساتھ باتیں کر رہے تھے اور اسی اثنا میں نابینا صحابی حضرت ام مکتومؓ نے آکر کوئی بات پوچھی تو حضور ﷺ نے ان کی طرف توجہ نہ دی۔ روایت ہے کہ یہی واقعہ سورۃ عبس کا شان نزول قرار پایا۔

آپ ہی وہ شخص ہیں کہ جب عثمان بن مظعون جمحی حبشہ سے مکہ معظّمہ واپس آئے تو قریش کی ایذا رسانی سے بچنے کی خاطر آپ ہی کی پناہ میں رہنے لگے۔

ان چند واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ولید اپنی قوم میں کس بلند مقام پر تھے اور قریش کی تمام قوم کو ان کے عقائد پر کس درجہ اعتماد تھا۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اگر وہ اسلام لے آتے تو قریش کی اکثریت ان کے ساتھ مشرف باسلام ہو جاتی۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے کسی کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے سنا اور کہا۔ ”قرآن مجید میں ایک قسم کی حلاوت پائی جاتی ہے اور اس میں ایک گونہ تازگی ہے۔ اس کا ظاہر پھل دار درخت کی طرح ہے اور اس کلام کا باطن بھی خوش آئند ہے۔ اور ایسا کلام ہے کہ کوئی اور کلام اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا“۔ اور آپ کے کلمات سن کر اہل قریش پریشان ہو کر کہنے لگے ”اللہ تعالیٰ کی قسم اگر ولید نے دین بدل لیا تو قریش کی ساری قوم اپنا دین بدل دے گی“۔ ان الفاظ پر غور کیجیے ولید کی صرف اتنی بات پر کہ قرآن مجید عام کلام کی طرح نہیں ہے“ قریش کا قبیلہ پریشان ہو جاتا ہے اور ان کے دل میں یہ خوف پیدا ہوتا ہے کہ مبادا ولید مسلمان ہو جائیں اور ان کے ساتھ سارا قبیلہ اسلام لے آئے۔

قرآن مجید کے متعلق ولید کے جو خیالات تھے وہ مندرجہ بالا واقعہ سے صاف ظاہر ہیں۔ اب چاہیے تو یہی تھا کہ وہ اسلام لے آتے لیکن قریش کا بیجا تکبر و غرور اور ان کی ضد آڑے آئی اور وہ جہاں تھے وہیں رہے۔ اور اسی جہالت میں ان کا انتقال ہوا۔ ولید جیسے لوگوں کی حالت ہی کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

Marfat.com

فانھم لا یکذبونك ولکن الظالمین بایات اللہ

یجحدون

''کفار تمہیں (اے نبی) نہیں جھٹلاتے وہ ظالم تو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں''۔ ولید ان پانچ آدمیوں میں سے تھا جو رسول کریم ﷺ کے سخت دشمن تھے۔ انہیں پانچوں کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:۔

انا کفینٰك المستھزئین الذین یجعلون مع اللہ الھا

اخر فسوف یعلمون۔

ترجمہ:۔ تمسخر اڑانے والوں کے لئے ہم کافی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو الٰہ حقیقی کے مقابلے میں اور معبود مانتے ہیں۔ عنقریب اس کا انجام معلوم کرلیں گے (جس کی ابتدا سات سالہ قحط کے بعد بدر سے ہوئی)۔

ولید اپنی قوم میں ''وحید'' کے نام سے مشہور تھے۔ اس لئے کہ ہم نے اس کی جو خصوصیات ذکر کی ہیں ان میں وہ منفرد تھے۔ آپ نے ہجرت کے تین ماہ بعد ۹۵ برس کی عمر میں وفات پائی اور حجون میں دفن کئے گئے۔ ان کی موت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بنو خزاعہ کے قبیلہ کا ایک آدمی تیر بنا رہا تھا یہ اس کے پاس سے گذرے اس نے ویسے ہی تیر انہیں چبھویا جس سے ان کے جسم میں معمولی سی خراش ہوگئی۔ اس خراش ہی کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا مرتے وقت بیٹوں کو وصیت کی کہ بنو خزاعہ سے میری دیت (تاوان) وصول کرنا۔ چنانچہ بنو خزاعہ نے دیت ادا کی۔

وفات کے وقت قبیلہ ثقیف کے ذمے ان کے سود کی کچھ رقم جمع ہوگئی تھی حضرت خالدؓ نے اپنے والد کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے قبیلہ ثقیف سے اس رقم کا مطالبہ کیا۔ لیکن جب ثقیف کا سارا قبیلہ اسلام لے آیا۔ اور قرآن کریم کی اس آیت کا نزول ہوا۔

یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان

کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ

ورسولہ وان تبتم فلکم رء وس اموالکم لا تظلمون

Marfat.com

ولا تظلمون ○

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود جو کچھ باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو۔ اگر تم کو اللہ کے فرمانے کا یقین ہے اور اگر تم نے نہیں چھوڑا تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے تمہارا اصل مال ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔

قرآن مجید کا جب یہ ارشاد آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ تک پہنچا دیا تو آپ بقایا سود سے دستبردار ہو گئے اور صرف قرضہ لے کر مطالبہ چھوڑ دیا۔

ان واقعات کے علاوہ ولید کے متعلق خود قرآن مجید کی کئی آیات نازل ہوئی ہیں قرآن مجید کی آیات کا نزول ہی اس بات کی ضمانت ہے۔ کہ ولید اپنی قوم میں کس مقام اور کس رتبے کے مالک تھے۔

پہلی آیت:

ولا تطع کل حلاف لھین ھماز مشاءٍ بمنیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلك زینم ان كان ذا مال وبنین اذا تتلی علیه ایاتنا قال اساطیر الاولین۔

اور آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہو۔ بے وقعت ہو۔ طعنہ دینے والا ہو۔ چغلیاں کھاتا پھرتا ہو نیک کام سے روکنے والا ہو۔ گناہوں کا کرنے والا ہو سخت مزاج ہو۔ اس کے علاوہ حرامزادہ ہو۔ اس سبب سے کہ وہ مال اولاد والا ہو جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں۔

اس آیت نے اس کی بھی تصریح کر دی کہ ولید صاحب مال و اولاد تھے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اسی وجہ سے جھٹلایا اور غرور تکبر میں اسی وجہ سے مبتلا ہوئے۔

دوسری آیت۔

لو لا نزل ھذا القران علی رجلن ین القریتین عظیم ○

Marfat.com

ترجمہ:۔اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

قرآن مجید کی زبان سے قریش اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ ولید ہی ان میں بڑے سمجھے جاتے تھے۔اور قریش کا اعتقاد یہ تھا کہ اگر مکہ معظّمہ میں کوئی انسان اسی قابل تھا کہ اس پر وحی الٰہی نازل ہوتی تو رسول کریم ﷺ کی نسبت ولید اپنی عظمت اور مرتبت کی وجہ سے اس کے زیادہ مستحق تھے۔

تیسری آیت

ذرنی ومن خلقت وحیدا وجعلت لہ مالا ممدودا

وبنین شھودا ومھدت لہ تمھیداo

مجھ کو اور اس شخص کو رہنے دو جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا اور اس کو کثرت سے مال دیا اور پاس رہنے والے بیٹے دیئے۔اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا۔

یہ آیت بھی بتلا رہی ہے کہ ولید کو مال کی فروانی۔اولاد کی کثرت اور جاہ وجلال کی بلندی اور دوسرے روزی کے دھندوں سے نوازا گیا تھا۔

غرض حضرت خالدؓ ایسے ماں باپ کے ہاں پیدا ہوئے جو اپنی قوم میں عظیم المرتبت سمجھے جاتے تھے اور ایسے خاندان میں پلے بڑھے اور جوان ہوئے جو اس زمانہ میں سرزمین عرب کا بہترین خاندان شمار کیا جاتا تھا حضرت خالدؓ کے عظیم الشان کارناموں کا پہلا اور اصلی سبب یہی تھا۔

والدین اور قبیلہ کے ساتھ انسانی فطرت اپنے وطن،ماحول اور روزمرہ زندگی کے حالات سے بھی غیر شعوری طور پر متاثر ہوتی رہتی ہے۔اس لئے بے جا نہ ہوگا۔اگر ہم یہاں پر مختصراً اس کا بھی ذکر کر دیں کہ خالدؓ کی ولادت اور ان کے ایام میں ان کے آبائی وطن کے حالات کیا تھے لوگوں کا طرز زندگی کیا تھا۔اور ان حالات نے حضرت خالدؓ کی طبیعت پر کیا اثر ڈالا؟

Marfat.com

مکہ مکرمہ......جغرافیائی حالت

مکہ مکرمہ کی سرزمین غیر آباد ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا یہی تھی کہ

رب انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرم ○

ترجمہ:۔ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو تمہارے پاک گھر کے پاس ایک غیر آباد وادی میں آباد کر دیا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اس لئے اس غیر آباد سرزمین کو منتخب کیا تھا کہ

ربنا لیقیموا الصلوۃ۔

اے میرے پروردگار تا کہ وہ نماز پڑھا کریں۔

یہاں کا آسمان اکثر صاف رہتا ہے خشک فضا میں گرم ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔ اردگرد کی زمین بہت کشادہ ہے اور جہاں جہاں پانی ملتا ہے وہ بہت ہی صاف ہوا کرتا ہے۔ مکہ معظّمہ کے قریب بلکہ ساری سرزمین عرب میں ایسے تالاب ناپید ہیں جہاں پانی کھڑا سڑتا رہے۔ اور فضا کو ناخوشگوار بنا دے۔

مکہ معظّمہ کے ان حالات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہاں کی طبعی حالت نہ تو کاشتکاری کے مناسب ہے اور نہ صنعت و حرفت کے۔ اس لئے کہ ریگستان ہونے کی وجہ سے پیداوار اگانے والی مٹی یہاں نہیں پائی جاتی اور چٹیل میدان ہونے کی وجہ سے خام معدنیات کی کانیں بھی یہاں نہیں ہیں۔ اس سے یہاں کے باشندے مجبور ہیں کہ مکہ معظّمہ سے باہر نکل کر روزی کمانے کا وسیلہ تلاش کریں۔ اسی تلاش و جستجو کی خاطر یہاں کی اکثریت عام طور پر مستقل حرکت میں رہتی ہے اور یہاں کا ہر باشندہ سفر کا عادی ہوا کرتا ہے۔ اہل مکہ معظّمہ کی اسی عادت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

لایلف قریش الفهم رحلة الشتاء والصیف فلیعبدوا رب هذا البیت الذی اطعمهم من جوع وامنهم من خوف ○

Marfat.com

ترجمہ:۔ یہ سب کچھ یعنی حفاظت خانہ کعبہ، قریش کے ذمے ڈال دی گئی ہے اس لئے کہ قریش خوگر (عادی) ہو گئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں تو ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا۔ اور خوف سے ان کو امن دیا۔

ان حالات کا قدرتی تقاضا ہے کہ مکہ مکرمہ کے باشندے اس سے متاثر ہوں سفر کی وجہ سے محنت ومشقت کی ان کو عادت پڑ گئی ہے۔ کام کرنے سے پہلے وہ ہمیشہ اس کے انجام پر نگاہ رکھتے ہیں۔ ہمیشہ سفر میں رہنے کی وجہ سے وہ دوسرے ممالک کے باشندوں سے میل جول رکھنے پر مجبور ہیں۔ مکہ معظّمہ کی صاف آب وہوا اور محنت وجفاکشی کی وجہ سے ان کی صحت اچھی رہتی ہے موسمی حالات کا اندازہ لگانے میں ماہر ہیں اور خراب آب وہوا سے ان کو طبعی نفرت رہتی ہے۔

مکّہ مکرمہ کی دینی مرکزیّت

مکہ معظّمہ اسلام سے پہلے بھی عرب میں دینی اعتبار سے تمام عرب کا مرکز تھا۔ اس لئے کہ خانہ کعبہ کو مشرکین اسی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اپنے طریقہ کے مطابق اس کی تکریم کیا کرتے تھے جس طرح اسلام میں یہ حکم ہے کہ بیت اللہ میں جو بھی جائے وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں ہو جاتا ہے اور اسے مارنا اور قتل کرنا گناہ عظیم ہے۔ اسی طرح مشرکین بھی اسے ''بیت اللہ الحرام'' کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ مسلمان کی طرح مشرکین عرب بھی حج کرنے کے لئے یہاں جمع ہوا کرتے تھے۔ مکہ معظّمہ کی اسی دینی مرکزیت کی وجہ سے مکہ کے باشندوں کو تمام عرب اپنا مذہبی پیشوا مانتے تھے۔ اس لئے کہ یہی باشندے کعبے کے محافظ ہوا کرتے تھے اور اس کے خادم۔

مکہ معظّمہ کی تجارتی مرکزیّت

مکہ معظّمہ سرزمین عرب کے درمیان واقع ہونے کی وجہ سے تجارتی حیثیت سے ممتاز شہر تھا یمن سے شام اور مصر کو جانے والے قافلے جو ہندستان اور یمن کی اشیاء تجارت

لایا کرتے تھے۔ یہیں پرڈیرے ڈالتے اور یہاں سے اپنی ضروریات کی چیزیں لے کرآگے بڑھتے۔ دینی مرکز ہونے کی وجہ سے یہاں پر مختلف اوقات میں بازار لگا کرتے تھے۔ ان موقعوں پرتمام عرب کے باشندے مجتمع ہوکرادبی مجلسیں منعقد کیا کرتے تھے۔ ان بازاروں کوہم جاہلیت کے زمانے کے اولمپک کھیلوں سے اگر تشبیہہ دیں تو بے جانہ ہوگا۔ ان حالات کی وجہ سے مکہ معظّمہ کے باشندے عرب کے اور حصوں کے باشندوں کی نسبت زیادہ خوشحال اور فارغ البال تھے۔ ان کو اپنے شہر میں ہی مختلف ممالک کے اطراف و جوانب سے تمام اشیاء پہنچ جایا کرتی تھیں۔ اوران کی تجارت خوب چمک رہی تھی۔

مکہ معظّمہ کی ادبی اوراخلاقی مرکزیت۔

رسول کریم ﷺ کے پانچویں دادا قصی بن کلاب کے زمانے سے مکہ معظّمہ ایک ادبی مرکز کی حیثیت اختیار کرگیا تھا۔ قصی اوران کی اولاد نے یہاں پرآکرنام پیدا کرلیا اور ان کی وجہ سے آہستہ آہستہ بنوخزاعہ کے علاوہ دیگر قبائل نے بھی ادنیٰ حیثیت سے ممتاز حیثیت حاصل کرلی۔ یہاں تک کہ مکہ معظّمہ کی سرزمین کوتمام عرب نے ادبی حیثیت سے بھی اپنا پیشوا مان لیا۔ جیسے کہ ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں۔ اس ادبی مرکزیت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ یہاں پر مختلف اوقات میں میلے لگا کرتے تھے ان میلوں میں شامل ہونے کے لئے عرب کے اطراف وجوانب کے لوگ آیا کرتے تھے۔ چونکہ عرب میں فخرو مباہات کی وبا عام تھی۔ اس وجہ سے عرب کے مشہور خطیب اور شاعر بھی یہاں آجمع ہوتے اوراپنے اپنے قبیلہ کی شان میں قصائد پڑھتے خطبے دیتے اوراپنے کارنامے بیان کرتے لیکن ایک بات قابل ذکر ہے کہ عرب کا جوبھی شاعر یا خطیب کھڑے ہوکراپنے قبیلہ کی شان میں قصیدہ پڑھتا اور تمام عرب پراپنی فوقیت ظاہر کرنے کی کوشش کرتا تو وہ قریش کے قبیلے کو مستثنیٰ قرار دیا کرتا تھا۔ اس سے بھی یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ اہل عرب کے دل میں مکہ معظّمہ اوراہل مکہ معظّمہ یعنی قریش کی کتنی عزت تھی۔ ان حالات کا اثر یہاں کے باشندوں پر یہ ہوتا تھا کہ وہ اپنی ادبی فوقیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے اوراس کے ساتھ ہی قدرتی طور پراپنی شجاعت کے کارنامے سن سن کراس شہرت کوقائم رکھنے کی تمنا ان کے دلوں میں موجزن ہوتی تھی۔

108609

مکہ معظّمہ کی سیاسی مرکزیّت

سرزمین عرب میں ان دنوں یہ فخر صرف مکہ معظّمہ ہی کو حاصل تھا کہ وہاں موجودہ دور کی طرح ایک مستقل سیاسی نظام کارفرما تھا۔ مکہ کے باشندوں نے مکہ معظّمہ کے انتظام کو باقاعدہ مستقل شعبوں میں تقسیم کرلیا تھا۔ اور ہر شعبہ کا انتظام ایک خاص قبیلہ کے سپرد ہوا کرتا تھا۔ آج کے پارلیمنٹ کی طرح اہم امور پر غور خوض کرنے کے لئے ان کے ہاں ایک مستقل مکان ہوا کرتا تھا۔ جس کو وہ ''دارالندوہ'' کے نام سے پکارتے تھے۔ فرق اگر تھا، تو صرف یہ تھا کہ موجودہ جمہوریت کی طرح اہم ذمہ داریاں صرف ووٹ سے نہیں دی جاتی تھیں۔ بلکہ قبیلہ کے معمر اور قابل آدمی کو ذمہ دار قرار دیا جاتا تھا۔ اپنے متعین کردہ سرداروں کے احکام کی اطاعت ہر نوجوان اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اور اس وجہ سے ان کی وحدت آخر تک قائم رہی اور اس میں کسی قسم کی کمزوری یا رخنہ پیدا نہیں ہوا۔ اس کا اثر یہ تھا کہ اس فضا میں پرورش پانے والے نوجوان شروع ہی سے اپنے فرائض اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنے لگ جاتے تھے اپنے بزرگوں کے طرزعمل کو مشعل راہ بناتے اور ان کی پختہ کاری سے عبرت لیتے تھے۔ دارالندوہ سے وہ یہ سبق لیتے تھے کہ ہر اہم کام میں مشورہ لیا جانا کتنا ضروری ہے اور جماعت کی رائے کی پابندی کتنی لازمی ہے۔

انہی حالات کا اثر تھا کہ ان کی وجہ سے اہل مکہ معظّمہ کی ذہنیتیں بالکل بدل گئی تھیں ان کے اخلاق ان حالات سے متاثر ہوگئے تھے جب ہم قصی کے مکہ معظّمہ آنے سے پہلے کی حالت کو اس کے آنے کے بعد اور پھر اس کے آنے کے بعد کے زمانے کو ظہور اسلام سے کچھ پہلے کے زمانے کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں تو حالات میں نمایاں تبدیلی نظر آتی ہے وہ پہلے متفرق گروہ تھے۔ وہ صرف اونٹ چرانا ہی جانتے تھے۔ نہ ان کا کوئی تمدن تھا اور نہ وہ شہری زندگی گذارنے کی قابلیت رکھتے تھے لیکن بعد میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک متمدن اور منظم قوم میں تبدیل ہوگئے۔ تمدن کا انتہائی کمال یہ ہے کہ قریش کے تمام چھوٹے چھوٹے قبیلے عبداللہ بن جدعان (جو قریش میں معمر ترین آدمی تھا) کے گھر میں جمع ہوئے۔ ان میں بنو ہاشم۔ بنو مطلب۔ اسد بن عبدالعزیٰ۔ زہرہ بن کلاب اور تمیم بن مرّہ جیسے بڑے

Marfat.com

بڑے سردار بھی تھے۔ سب نے مل کر معاہدہ کیا اور حلف اٹھایا کہ مکہ معظّمہ کے اندر جو بھی مظلوم پایا جائے گا وہ مکہ معظّمہ کا باشندہ ہو یا نہ ہو ہم سب کا فرض ہوگا کہ ہم اس کی مدد کریں اور جب تک اس پر ظلم کرنے والے سے بدلہ نہ لیں آرام سے نہیں بیٹھیں گے اس واقعہ کے متعلق عرب کے ایک شاعر زبیر بن عبد المطلب فرماتے ہیں:۔

ان الفضول تحالفوا وتعاقدوا ۔ الا یقیم ببطن مکۃ ظالم

حلف الفضول والوں نے قسم کھائی۔ اور معاہدہ کیا۔ کہ وہ مکہ مکرمہ میں کسی ظالم کو نہیں رہنے دیں گے۔

امر علیہ تعاهدوا وتعاقدوا۔ فالجادوا المعتر فیھم سالم

اس امر پر انہوں نے باہم معاہدہ کیا۔ اور پیمان باندھا لہذا تر دست اور تنگدست ہر دو وہاں محفوظ ہیں۔

اسی واقعہ کے متعلق رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

لقد شهدت فی دار عبد الله بن جدعان حلفا ما احب

ان لی به حمر النعم و لودعی به فی الاسلام لا جبت۔

ترجمہ:۔ میں عبداللہ بن جدحان کے گھر میں ایک معاہدے میں شریک ہوا۔ اگر مجھے اس میں شریک نہ ہونے کے لئے (سینکڑوں) سرخ اونٹ دیئے جاتے تو میں ان کو پسند نہ کرتا۔ اور اگر اسلام جیسے مکمل قانون دیئے جانے کے بعد بھی اس قسم کی دعوت دی جاتی تو میں اسے ضرور قبول کر لیتا۔

اسی تمدن کی وجہ سے ان میں اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی پیدا ہوئے جو اوروں کو اپنے دادا ابراہیمؑ کا دین چھوڑنے اور بت پرستی کی لعنت کو اختیار کرنے پر ملامت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ابن ہشام لکھتے ہین کہ ایک بار قریش کے قبیلے کے لوگ ایک عید کے موقع پر اپنے ایک بڑے بت کے پاس جمع ہوئے۔ ان کا قاعدہ تھا کہ اس بت کی عزت کی خاطر اس کے نام پر قربانی دیا کرتے تھے۔ اسی کے آس پاس معتکف ہوا کرتے تھے (چلہ کشی کرتے تھے) اور اس کا طواف کیا کرتے تھے۔ اس موقع پر چار آدمیوں نے کنارہ کشی اختیار

کی جن کے نام یہ ہیں۔ ورقہ بن نوفل، عبیداللہ بن جحش، عثمان بن الحویرث۔ اور زید بن عمرو بن نفیل۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ کی قسم یہ قوم تو گمراہی میں پڑی ہوئی ہے اور اپنے دادا ابراہیمؑ کے سچے مذہب کو چھوڑ چکی ہے۔ یہ کیا ہے جس کے اردگرد ہم گھوم رہے ہیں۔ ایسا پتھر جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان سے بچا سکتا ہے'' اور پھر آپس میں مشورہ کر کے صحیح راہ ڈھونڈھنے کی خاطر ادھر اُدھر پھیل گئے۔ چنانچہ ورقہ بن نوفل نے نصرانیت کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور آخر ایک صحیح مقام پر پہنچ گیا۔ جس کا پتہ ہمیں اس پیشن گوئی سے ملتا ہے جو انہوں نے رسول کریم ﷺ کے متعلق اس وقت کی تھی جب انہوں نے ان کو بچپن میں دیکھا۔ یہ تو تھی مکہ معظمہ کی حالت جہاں حضرت خالدؓ نے پرورش پائی۔ اب خاص ان کے قبیلے کا حال بھی مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

حضرت خالدؓ کا قبیلہ اور قریش میں اس کی قدر و منزلت

حضرت خالدؓ کے قبیلے کا نام بنو مخزوم تھا جو قریش کے قبیلہ کی ایک شاخ ہے، ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں بسنے والے تمام قبیلوں کو کوئی نہ کوئی ذمہ داری کا کام سپرد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ بنو مخزوم کے ذمے دو اہم فرائض تھے۔

ا۔ قبہ! یہ ایک اصطلاح تھی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب قریش کسی لڑائی پر جانے کے لئے تیار ہوتے تو بنو مخزوم کا قبیلہ کسی مقام پر خیمہ لگا لیتا تھا۔ اور قریش کی تمام شاخیں اس مقام پر سامان جنگ لا لا کر جمع کرتی تھیں۔

۲۔ اعنّہ! یہ بھی قبہ ہی کی طرح کی اصطلاح تھی اور اس سے مراد لڑائی کے لئے گھوڑے جمع کرنا تھا۔

بنو مخزوم کے قبیلے کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس قبیلے کے ذی رائے لوگوں کی تعداد قریش کی دوسری شاخوں سے زیادہ تھی مغیرہ بن عبداللہ جو اپنی جود و سخا میں ضرب المثل تھے اس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ابو وہب بن عمرو جنہوں نے سب سے پہلے اس بات کا اعلان کیا کہ حرام کی کمائی کو بیت اللہ کی تعمیر میں صرف نہ کیا جائے اور خانہ کعبہ کی بنیاد رکھتے

وقت قریش کو مخاطب کر کے کہا تھا" اے قریش کے قبیلے! خانہ کعبہ کی تعمیر میں صرف حلال کی کمائی خرچ کرو زنا کاری سے کمایا ہوا مال، سود سے حاصل کی ہوئی اور مظلوم سے چھینی ہوئی دولت کو اس کی تعمیر میں استعمال کرنے سے باز آجاؤ"۔ آپ ہی کے متعلق عربی کا ایک شاعر کہتا ہے۔

لو یابنی وھب انحت مطیئتی ۔ مذت من نداہ رحلھا غیر خائب

اگر میں اپنی اونٹنی کو ابو وہب کے گھر بٹھا دوں تو اس کے جود و کرم کی وجہ سے میرا سفر ناکام نہیں رہے گا۔

اس سے زیادہ انتہائی عزت کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے جب قریش نے خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر کا فیصلہ کر لیا تو خانہ کعبہ کے متعدد حصے کر کے ایک ایک قبیلہ کے ذمہ ایک حصہ کی تعمیر سپرد کر دی۔ اس طرح خانہ کعبہ کا تقریباً ۴/۱ حصہ بنو مخزوم کے حصے میں آیا۔

قریش میں بنو ہاشم کی جو شان ہے وہ تو عیاں ہے۔ یہ صرف بنو مخزوم ہی کی شاخ تھی جو کبھی کبھی بنو ہاشم کے ساتھ مقابلہ کرنے اور اس کی ہمسری کا دعویٰ کرنے کے لئے تیار ہو جاتی۔

شعب ابی طالب۔

قریش کی تمام شاخوں نے ایک بار متحدہ طور پر بنو ہاشم کے قبیلے کے ساتھ بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا اور ان کو شعب ابی طالب کے مقام پر محصور کر کے ان کے دروازے پر حلف نامہ لٹکا دیا۔ تاکہ کسی کو یہ جرأت نہ ہو کہ ان سے گفتگو کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ اس خلاف انسانیت سزا پر بنو مخزوم ہی کے قبیلے کے ایک فرد زہیر بن ابی امیہ بن المغیر ۃ کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور اپنے قبیلہ کے بل بوتے پر وہ پہلا شخص تھا جس نے جا کر بنو ہاشم سے بات چیت شروع کی۔

جاہلیت کے زمانے میں اپنی اپنی لڑکی کی شادی اپنے سے کم درجہ کے کسی قبیلے میں کر دینا انتہائی ذلت اور بے عزتی کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ بنو مخزوم کی عزت اور شرافت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے قریش کے سب سے معزز قبیلے بنو ہاشم کی لڑکیوں کی شادیاں

Marfat.com

بنو مخزوم کے قبیلے میں ہوئیں۔

عبد المطلب کی لڑکی عاتکہ کا نکاح ابوامیہ بن المغیرۃ سے ہوا۔ زہیر جنہوں نے بنو ہاشم کے ساتھ بات چیت کرنے اور قریش کے حلف نامہ کو توڑنے میں سبقت کی تھی انہیں کا لڑکا تھا۔ اور پھر اس سے زیادہ عزت کا مقام کیا ہوسکتا ہے کہ خود نبی کریم ﷺ نے اسی قبیلہ کی دو لڑکیوں کو یعنی حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ کو اپنے نکاح میں لیا۔

اور یہ نری عزت ہی نہیں تھی۔ دولت و ثروت کے اعتبار سے بھی بنو مخزوم قریش کے تمام قبائل میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے جنگ بدر میں جب کفار کی طرف سے ۱۰۰ گھوڑے لڑائی کے لئے میدان میں آئے تو ان میں سے ۳۰ گھوڑے صرف بنو مخزوم کے تھے اسی طرح اسی لڑائی میں بنو مخزوم نے ۲۰۰ اونٹ اور چار یا پانچ ہزار تولے کے قریب سونا دیا تھا۔

جاہلیت کے بعد اسلام میں بھی یہ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ ان میں سے اکثر ایسے تھے جو بالکل ابتدا ہی میں اسلام لائے اور مکہ معظمہ چھوڑ کر اپنا دین بچانے کی خاطر باہر چلے گئے۔ بالکل ابتدا میں جب مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو اس جماعت میں آٹھ آدمی بنو مخزوم کے تھے' انہیں آٹھ آدمیوں میں رسول کریم ﷺ کے چچا زاد رضاعی بھائی ابوسلمہ بھی تھے جو اسلام لانے والوں میں دسویں نمبر پر تھے۔ اور انہیں آٹھ میں سے اَرقم بن اَرقم تھے۔ جو اسلام لانے والوں میں بارھویں نمبر پر تھے اور جن کا گھر مکہ معظمہ میں مسلمانوں کی پہلی مسجد تھی جہاں وہ خفیہ طور پر جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔

ان مختصر سے واقعات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت خالدؓ کے قبیلہ بنو مخزوم کا مقام تمام قریش میں کیا تھا۔ اور پھر یہ کہ حضرت خالدؓ کو اپنے قبیلے کے لوگ کس نظر سے دیکھتے تھے اس کے لئے ان کے والد کی عزت سے قطع نظر اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کسی زمانہ میں جب قریش کے دو گروہ بن گئے اور قریش کی تمام شاخیں دو جماعتوں میں بٹ گئیں اور مرنے مارنے پر آمادہ ہوگئیں تو انجام پر نظر ڈالتے ہوئے انہوں نے لڑائی سے

Marfat.com

ہاتھ روک لیا اور تمام شاخوں سے خاص آدمیوں کو چن کر جاہ و عزت کا ایک ایک کام ہر ایک کے سپرد کیا۔ قبہ اور اعنہ جو بنو مخزوم کے حصے میں آئے تھے اس کے لئے بنو مخزوم کے تمام قبیلے نے حضرت خالدؓ بن الولید کو منتخب کیا۔

پیدائش

حضرت خالدؓ کی پیدائش کے صحیح سنہ کا علم کہیں سے نہیں ہوتا۔ تاریخ و سیر کی کتابیں ان کی سن پیدائش کے متعلق بالکل خاموش ہیں۔ ان کے بچپن کے حالات میں سے صرف ایک واقعہ ایسا ذکر کیا گیا ہے جس سے ان کی عمر کا تھوڑا بہت اندازہ لگایا جاتا ہے ابن عساکر اور ابن برہان الدین لکھتے ہیں: کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطابؓ اور خالدؓ بن الولید بچپن میں ایک دوسرے سے کشتی لڑنے لگے تو کشتی میں خالدؓ نے عمرؓ کی پنڈلی توڑ دی۔ لیکن علاج کیا گیا اور ہڈی جڑ گئی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خالدؓ عمرؓ کے ماموں زاد بھائی تھے۔

اس واقعہ پر غور کرنے سے اتنا اندازہ لگ جاتا ہے کہ حضرت خالدؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ قریب قریب ہم عمر تھے اس لئے کہ عام طور پر بچپن میں ہم عمر لڑکے ہی آپس میں کشتی لڑا کرتے ہیں۔ اور اگر یہ قیاس صحیح مانا جائے تو ظہور اسلام کے وقت ان کی عمر قریب قریب سترہ سال کی ہوگی جو حضرت عمرؓ کی عمر تھی۔

ابتدائی حالات

حضرت خالدؓ کے ابتدائی حالات بھی تاریخی کتابوں سے ظاہر نہیں ہوتے۔ یہاں بھی ہمیں قیاس ہی سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس کا ذکر تو پہلے ہو چکا ہے کہ حضرت خالدؓ کے والد اپنے قبیلہ میں انتہائی دولت و ثروت کے مالک تھے۔ ان کے بے شمار باغات تھے جو دور دور تک پھیلے ہوئے تھے اور ان میں سے بعض اتنے بڑے تھے کہ ان میں پورا پورا سال کوئی نہ کوئی پھل پایا جاتا تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر یہ ذہن میں آتا ہے کہ اتنی بڑی جائیداد کے مالک لڑکے کو صنعت و حرفت یا تجارت سے روزی کمانے کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس وجہ سے بہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خالدؓ نے اپنے ابتدائی ایام میں

Marfat.com

صنعت وحرفت یا تجارت کو اپنا پیشہ نہیں بنایا۔ اس کی تائید امام سہیلی کی تفسیر سے بھی ہو جاتی ہے وہ۔ "وبنین شھودا" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ایسے لڑکے جو ہمیشہ اس کے سامنے ہوا کرتے تھے"۔ یہ آیت حضرت خالدؓ کے والد ولید کے بارے میں اتری تھی۔ اگر اس تفسیر کو صحیح مانا جائے تو اس سے ہمارے اس قیاس کی تائید ہو جاتی ہے کہ حضرت خالدؓ نے اپنی زندگی عام طور پر گھر ہی میں گذاری۔ گھر پر وہ کیا کرتے تھے۔ اس کا حال معلوم کرنا چنداں مشکل نہیں۔ اس زمانہ کے یعنی زمانہ جاہلیت کے دوسرے امیروں کے لڑکے جو شغل رکھتے تھے۔ وہی حضرت خالدؓ کا بھی شغل ہونا چاہئے وہ لوگ ہمارے امراء کی طرح اولاد کی آرام طلبی اور عیش پسندی میں پڑ کر اپنی زندگی برباد کرنے کے عادی نہیں ہوتے تھے ان میں سے کسی کو جب روزی کمانے کی فکر سے نجات حاصل ہوتی تھی تو ان کے پسندیدہ مشاغل گھوڑے کی سواری سیکھنا۔ نیزہ بازی کرنا۔ تیر اندازی میں کمال حاصل کرنا اور اس قسم کے دیگر فنون حربیہ ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ قیاس یہی کہتا ہے کہ حضرت خالدؓ بھی دیگر معزز گھرانوں کے لڑکوں کی طرح انہیں مشاغل میں مصروف رہے۔ اور پھر جب ہم جاہلیت عرب کی عام عادات کے علاوہ حضرت خالدؓ کے مخصوص ماحول' ان کے قبیلے کی مخصوص جاہ و عزت' ان کے والد کی سیادت کی طرف دیکھیں اور پھر حضرت عمرؓ سے بچپن میں کشتی لڑنے کا واقعہ بھی اس کے ساتھ ملا دیں تو یہ بات یقین کو پہنچ جاتی ہے۔ اگر بچپن میں حضرت خالدؓ اس کی مشق نہ کرتے تو ناممکن تھا کہ بڑے ہو کر وہ شاہسواری' بہادری اور جانبازی میں اتنا نام پیدا کر سکتے۔

حضرت خالدؓ کی شجاعت کا اصل سبب

حضرت خالدؓ کی شجاعت کا اصل سبب یہی ماحول تھا جس کا ذکر ہم نے تفصیل سے اوپر کیا ہے۔ اول یہ کہ آپ قریش میں سے تھے اور پھر قریش کی معزز شاخ بنومخزوم کے ایک فرد تھے جن کی ذمہ داری ہی یہ تھی کہ وہ لڑائی کے لئے سامان تیار رکھیں۔ بچپن سے لے کر جوانی تک ایسے قبیلہ میں پرورش پائی۔ جہاں وہ ہر وقت لڑائی بھڑائی کا ہی ذکر سنتے

Marfat.com

رہے۔ جب ایک طرف اللہ تعالیٰ نے طبیعت ہی ایسی دی ہو اور پھر دوسری طرف ماحول ایسا ہو تو پھر ایسے نوجوان کو اس کی ضرورت نہیں رہتی کہ وہ کسی باقاعدہ حربی کالج میں تعلیم حاصل کرے۔ اس لئے کہ انسان کی زندگی میں بہترین درسگاہ والد کی گود اور گھر کا ماحول ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت خالدؓ کا اصلی جوہر اتنا چمکا کہ آج ساڑھے تیرہ سو سال گذرنے پر بھی دنیا مجبور ہے کہ وہ اپنی قوم کے نوجوانوں کو شجاعت کا سبق دیتے وقت خالدؓ کی مثال سامنے رکھیں۔

اسلام کی مخالفت

خالدؓ قریش کے سرداروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ اس لئے لازمی طور پر وہ بھی دوسرے سرداروں کی طرح اسلام کے جانی دشمن تھے۔ اسلام لانے سے پہلے آنحضرت ﷺ کی دشمنی میں وہ سب سے پیش پیش تھے۔ وہ جہاں کہیں بھی مشرکین مکہ معظمہ سے مل کر اسلام اور مسلمانوں کے مقابلے پر گئے تو ان کی انتہائی کوشش یہ رہی کہ اسلام کو ذلیل کرنے اور مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچانے میں وہ کسی سے پیچھے نہ ہوں۔

خالدؓ غزوہ اُحد میں۔

جب مشرکین مکہ معظمہ نے غزوہ بدر میں مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت سے (جن کی تعداد تین سو تیرہ تھی) شکست کھائی تو اس خفت اور ندامت کو مٹانے اور مقتولین بدر کا انتقام لینے کے لئے انہوں نے زور شور سے تیاریاں شروع کیں۔ اور پوری تیاریوں کے بعد مسلمانوں کے مقابلے پر آئے ۳ ھجری میں اُحد (جو ایک پہاڑ کا نام ہے) کے دامن میں دونوں جماعتوں میں تصادم ہوا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کی کل تعداد سات سو اور کفار کی تعداد تین ہزار سے اوپر تھی اور ان کا ہر سپاہی سامان جنگ سے پوری طرح لیس تھا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کی فوج کی ترتیب اس طرح قائم کی گئی تھی کہ اس کی پشت پر مکہ معظمہ کا پہاڑ تھا۔ تا کہ پیچھے سے کوئی حملہ نہ کر سکے پہاڑ میں ایک ہی درہ تھا جس سے حملہ کا احتمال ہو سکتا تھا اس کی حفاظت کے لئے آنحضرت ﷺ نے ۵۰ تیر اندازوں کی ایک جماعت مقرر

کردی۔ اور ان کو حکم دیا کہ وہیں ڈٹے رہیں۔ اور جگہ نہ چھوڑیں۔ لڑائی شروع ہوئی تو مسلمانوں نے پہلی بار میدان جیت لیا اور کفار بھاگ اٹھے یہ دیکھ کر کہ مسلمان فتح یاب ہو چکے ہیں تیر اندازوں کی جماعت جو درہ کی حفاظت کے لئے متعین تھی اجتہادی غلطی کی وجہ سے اپنا مورچہ چھوڑ کر میدان میں آ گئی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھانے والا اور کفار کی شکست کو فتح میں تبدیل کرنے ولا کون تھا؟ یہ تھے خالدؓ۔

خالدؓ اس لڑائی میں فوج کے دائیں بازو کی کمان کر رہے تھے۔ کفار کی فوج نے شکست کھائی ان کا دستہ بھی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ لیکن خالدؓ نے موقع دیکھ کر اپنے دستہ کو پکارا ان کو جمع کیا۔ اور پشت کی طرف سے مسلمانوں پر اس سختی سے حملہ کیا کہ ان کی جماعت کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اگر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی اور چند جان نثار صحابہؓ کا وجود نہ ہوتا تو مسلمانوں کی شکست یقینی تھی لیکن آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کو پکار کر دوبارہ اپنے گرد جمع کیا اور جم کر لڑنے کی تاکید کی نتیجہ یہ ہوا کہ کئی صحابہ کی شہادت کے بعد میدان پھر مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ یہی وہ غزوہ ہے جس میں آنحضرت ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ اس واقعہ میں ہمیں صرف خالدؓ کی بہادری کا ذکر کرنا مقصود تھا۔ اگر خالدؓ دوبارہ حملہ نہ کرتے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچتا تو قریش کے حوصلوں کا پست ہونا بالکل یقینی تھا۔ اور صلح حدیبیہ میں اہل قریش وہ شرایط پیش نہ کرتے جو اُحد کی لڑائی کے اسی طرح کے اختتام پر کی گئی تھیں۔ یہ خالدؓ ہی کی شجاعت تھی جس نے کچھ عرصہ مزید قریش میں مسلمانوں کے مقابلہ کا حوصلہ پیدا کیا۔

خالدؓ غزوہ خندق میں

یہ لڑائی یہودیوں کی ریشہ دوانیوں سے ہوئی۔ یہود کے قبیلے بنونضیر کو ان کی دائمی عہد شکنی اور غداری کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا تھا۔ وہ پہلے تو خیبر گئے لیکن بعد میں مشرکین عرب میں پھیل گئے اور انہیں اپنی امداد کا یقین دلا کر ایک بار پھر مسلمانوں پر حملہ کے لئے آمادہ کر لیا۔ اس دفعہ مشرکین کی تعداد دس ہزار کو پہنچ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مشورہ کے لئے جمع کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے (جو

Marfat.com

اپنے وطن کی لڑائیاں دیکھ چکے تھے) خندق کھود کر مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا۔ یہ بات سب کو پسند آئی اور مسلمانوں نے چند ہی روز میں مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کھود ڈالی۔ خندق کھودنے میں آنحضرت ﷺ بہ نفس نفیس شریک ہوئے اور عام مسلمانوں کی طرح مٹی کھودتے رہے۔ مشرکین نے خندق کے گرد گھیرا ڈالا۔ جھڑپیں ہوئیں۔ لیکن آخر ان میں پھوٹ پڑ گئی اور ایک رات اللہ تعالیٰ کا عذاب آندھی کی صورت میں نمودار ہوا جس کی وجہ سے ان کے خیمے وغیرہ سب گر گئے اور صبح خائب وخاسر ہو کر واپس چلے گئے۔

اس لڑائی میں خالدؓ ان سرکردہ آدمیوں میں سے ایک تھے جو باری باری صبح کے وقت اٹھ کر خندق کا چکر لگاتے تھے جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا کمزور پہلو تلاش کیا جائے۔ اور یہ دیکھا جائے کہ اگر وہ غافل ہوں تو ان پر حملہ کر دیا جائے۔ اس طرح فتح حاصل کرنے کی کوئی سبیل تلاش کی جائے۔ لیکن ایسے سخت موقع پر مسلمان غافل کیسے ہو سکتے تھے جس کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے:

اذ جاء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنوناo

جبکہ وہ لوگ تم پر آچڑھے تھے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی اور جبکہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے۔

اس لڑائی میں خالدؓ کی شجاعت اور بہادری کا ایک کارنامہ یہ تھا کہ ایک دن صبح سویرے مشرکین نے مشورہ کر کے مختلف مقامات پر حملہ کیا۔ اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ کی نشستگاہ پر جس جماعت نے حملہ کیا خالدؓ بن الولید اسی جماعت میں تھے۔ یہ جماعت دن بھر بلکہ رات گئے تک اس سختی سے لڑی کہ مسلمانوں کو ظہر' عصر' مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھنے کا موقع نہ مل سکا۔ کافی رات گئے وہ لوٹ کر چلے گئے۔

جب مشرکین کی فوجیں واپس جانے لگیں تو کفار کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں مسلمان تعاقب کر کے حملہ نہ کر دیں۔ دس ہزار کی فوج کی حفاظت کے لئے جن دو دستوں کو تعاقب

کے خطرہ سے بچنے کے لئے پیچھے چھوڑ دیا گیا ان میں سے ایک کی کمان خالدؓ کے سپرد کی گئی اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مشرکین کے نزدیک خالدؓ کتنے قابل اعتماد تھے اور خود خالدؓ میں کتنی خود اعتمادی اور جرات تھی۔ اور وہ کس طرح ہر خطرہ میں کود پڑنے والے تھے۔

خالدؓ حدیبیہ میں

۶ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے حج کا فریضہ ادا کرنے کا ارادہ کیا اور عام مسلمانوں کو اپنے ساتھ جانے کے لئے کہا جو پندرہ سو کے لگ بھگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ چل پڑے۔ قربانی کے لئے سینکڑوں اونٹ بھی اپنے ساتھ لے لئے گئے۔ اسلحہ میں سے صرف تلواریں تھیں جو نیاموں میں تھیں۔ کفار مکہ کو خبر پہنچی تو انہوں نے مسلمانوں کو مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روکنے کا ارادہ کیا۔ ان کے مقابلے کے لئے جن دو سو آدمیوں کو آگے بھیجا گیا ان کی کمان کرنے والے خالدؓ تھے۔ آنحضرت ﷺ پہنچے تو مشرکین کے ساتھ نامہ و پیام ہونے لگا۔ مسلمانوں کی طرف سے ایک بار حضرت عثمانؓ کو قاصد بنا کر بھیجا گیا۔ کسی نے مسلمانوں کو یہ خبر دی کہ حضرت عثمانؓ کو مشرکین نے قتل کر دیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ خبر سنی تو (باوجود اس کے کہ آپ ﷺ مشرکین مکہ معظمہ کو پیغام دے چکے تھے کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ صرف بیت اللہ کا طواف کرنے اور قربانی دینے آئے ہیں) آپ ﷺ نے عام مسلمانوں سے موت کی بیعت لی جس کا نام بیعۃ الرضوان ہے۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر غلط تھی۔ بہت زیادہ ردوکد کے بعد فریقین میں معاہدہ ہوا۔ معاہدہ کی بڑی بڑی شرطیں مندرجہ ذیل تھیں۔

۱۔ مسلمان جہاں ہیں وہیں سے اس سال واپس چلے جائیں!

۲۔ آئندہ سال ان کو حج کرنے کی اجازت ہوگی۔

۳۔ معاہدہ کی میعاد دو سال ہوگی۔

۴۔ اس عرصہ میں اگر مشرکین میں سے کوئی آدمی مسلمانوں کے پاس جائے۔ تو مسلمان اسے کفار کے حوالے کر دینگے لیکن اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی مشرکین کے پاس آئے تو مشرکین اسے مسلمانوں کے حوالے نہیں کرینگے۔

Marfat.com

اگرچہ بعض صحابہ کرامؓ نے جن میں حضرت عمرؓ پیش پیش تھے ان شرائط کو منظور کرنے میں پس وپیش کیا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے ان کو منظور کیا اور اس سال اسی مقام سے سب واپس لوٹ گئے۔

خالدؓ عمرہ قضا میں

عمرہ قضا اس عمرہ کا نام ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد صلح نامہ کی شرائط کے مطابق مسلمانوں نے ادا کیا۔ اس سال مسلمان گئے اور سکون واطمینان سے عمرہ کی ادائیگی کے بعد واپس آئے۔ خالدؓ کی اسلام دشمنی اس موقع پر ظاہر ہوئی قریش کے متحدہ معاہدہ کی وجہ سے اگرچہ وہ مجبور تھے کہ معاہدہ کو نہ توڑیں۔ لیکن مسلمانوں کے ساتھ بغض وعداوت اس حد تک جا پہنچی تھی کہ وہ اس کی تاب نہیں لا سکتے تھے کہ مسلمان مکہ معظمہ آئیں خانہ کعبہ کا طواف کریں اور خالدؓ ان کو دیکھتے رہ جائیں۔ اس لئے خالدؓ ان دنوں مکہ معظمہ چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ تاکہ مسلمانوں پر ان کی نگاہ تک نہ پڑے۔

ان حالات کے ساتھ خالدؓ کی جاہلیت کا دور ختم ہوتا ہے اور اس کے بعد وہ زمانہ شروع ہوتا ہے جب خالدؓ بن الولید تاریخ میں سیف اللہ حضرت خالدؓ بن الولید کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔

۱۔ عمرہ حج ہی کی ایک قسم ہے۔ دونوں میں بڑا فرق یہ ہے۔ کہ عمرہ کے لئے حج کی طرح خاص دن مقرر نہیں۔ اور یہ کہ حج تو ذی استطاعت لوگوں پر فرض ہے۔ اور عمرہ کی ادائیگی عمر میں ایک بار درست ہے۔

حضرت خالدؓ۔ اسلام لانے کے بعد

پہلا دور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عہد مبارک

اسلام

حضرت خالدؓ کے اسلام لانے کے متعلق اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آپ کس سال اسلام لائے۔ مورخین میں بعض وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ آپ ۵ ہجری میں اسلام سے مشرف ہوئے۔ بعض وہ بھی ہیں جو ان کے اسلام لانے کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ ۶ ہجری میں مسلمان ہوئے۔ لیکن اکثریت ان مورخین کی ہے جو کہتے ہیں کہ ۷ یا ۸ ھ ہجری میں آپ اسلام لائے۔ بہ ظاہر قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اسلام لانے کا واقعہ ۸ ہجری میں ہوا۔ مورخین میں سے ابن سعد' بلاذری' ابن قتیبہ' طبری' ابن عساکر' واقدی' ابن الاثیر اور ابوالغداء جیسے مشہور اور قابل اعتماد مورخین اسکی تائید کرتے ہیں۔ نیز بہت سے مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خالدؓ اور حضرت عمرؓ بن العاص ایک ساتھ ایمان لائے اور حضرت عمرو بن العاصؓ کے متعلق تقریباً سب کا اتفاق ہے کہ آپ ۸ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے۔ اس وجہ سے قیاس یہی ہے کہ آپ ۸ ہجری میں ہی مسلمان ہوئے۔

عقلی طور پر بھی یہ قرین قیاس اس وجہ سے ہے کہ خود حضرت خالدؓ کے ایک قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے بھائی ولید ابن الولید کے خط سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا اور ولیدؓ نے ان کو یہ خط عمرۃ القضا (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) کے وقت لکھا تھا۔ پھر اس بات پر بھی سب متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ ذی الحجہ ۷ ھ میں عمرۃ القضا سے واپس ہو کر مدینہ آئے اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ حضرت خالدؓ مدینہ منورہ میں آ کر مشرف باسلام ہوئے تو خط کے پہنچنے پھر حضرت خالدؓ کے تیار ہونے اور مدینہ تک پہنچنے میں ایک دو ماہ کا عرصہ تو لگ ہی گیا ہو گا۔ اس وجہ سے آپ کا صفر ۸ ھ میں اسلام لانا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے۔ مشہور یہ ہے کہ سب سے پہلا غزوہ جس میں حضرت خالدؓ شریک ہوئے غزوہ موتہ ہے جو ۸ ھ میں ہوا۔ اگر بالفرض خالدؓ ۶ ھ میں اسلام لاتے تو ناممکن تھا کہ خالدؓ جیسے آدمی بزدلوں کی طرح خاموش بیٹھے رہتے اور اور ان کے دو سال کے واقعات سے ہم بے خبر رہتے۔ اس لئے یہی کہنا درست ہے کہ آپ ۸ ھ میں

Marfat.com

اسلام لائے۔ اوراس سال غزوۂ موتہ میں (جو آپ کے اسلام لانے کے بعد پہلا غزوہ تھا) شرکت کی۔

اسلام لانے کا واقعہ

یہی بہتر ہے خود مجھ سے ہی سن لو داستاں میری

حضرت خالدؓ کے واقعہ کو ہم ان کے اپنے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

''جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے ساتھ بھلائی کرنے کا ارادہ کیا تو اسلام کی محبت میرے دل میں پیدا کی۔ اور سیدھی راہ مجھ پر کھل گئی۔ اور میں دل میں کہنے لگا: میں اس طویل مدت میں حضرت محمد ﷺ کے مقابلے پر جاتا رہا۔ لیکن ان تمام مواقع میں جب حضرت محمد ﷺ سامنے آتے تو میں دل میں یہ محسوس کرتا کہ بیکار راستہ میں اپنے آپ کو ذلیل کررہا ہوں۔ اور محمد ﷺ غالب ہوتے جارہے ہیں۔ آخرکار جب آپ عمرۂ قضاء کے موقعہ پر مکہ معظمہ تشریف لائے تو میں نے ان کے شہر میں داخل ہوتے وقت وہاں ٹھہرنا بھی مناسب نہ سمجھا۔ اور مکہ معظمہ سے باہر نکل کر چھپ گیا۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھائی ولید بن الولید بھی آئے تھے انہوں نے مجھے بہت تلاش کیا لیکن مجھے نہ پایا آخر مایوس ہوکر انہوں نے مجھے ایک خط لکھا۔ خط کے الفاظ یہ تھے۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امابعد۔ اس سے زیادہ تعجب کی بات میں نے کوئی نہیں دیکھی کہ اسلام کے لئے تمہاری عقل پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور تمہاری فراست بیکار ہوچکی ہے میں حیران ہوں کہ کیا ایسا بھی کوئی ہوسکتا ہے جو اسلام کی حقانیت کو پہچان نہ سکے! مجھ سے رسول کریم ﷺ نے تمہارے متعلق دریافت فرمایا۔ وہ فرماتے تھے۔ خالدؓ کہاں ہے؟ میں نے جواب میں ان سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اسے آخر کار لے ہی آئے گا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس جیسا آدمی اسلام سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ مسلمانوں سے مل کر مشرکین پر مصائب ڈھاتا تو ہم اسے دوسروں سے آگے بڑھاتے'' بھائی! ''جو کچھ تم کھو رہے ہو اس کو پالینے کی کوشش کرو بہت سے اچھے اچھے مواقع تمہارے ہاتھ سے نکل گئے۔'' خالدؓ فرماتے ہیں کہ جب ان کا خط ملا۔ ملتے ہی مکہ معظمہ

Marfat.com

چھوڑنے پر بخوشی تیار ہو گیا۔ اسلام لانے کا خیال میرے دل میں قوی ہو گیا اور حضرت محمد ﷺ کے ارشادات سے میرا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قحط زدہ تنگ زمین سے نکل کر سرسبز اور کشادہ میدان میں پہنچ گیا ہوں۔ جب میں نے مدینہ منورہ کی طرف کوچ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ تو میں صفوان سے ملا۔ میں نے اس سے کہا: ''ابو وہب! دیکھتے نہیں ہو حضرت محمد ﷺ عرب اور عجم پر چھا گئے ہیں۔ کیا بہتر نہیں ہو گا کہ ہم بھی ان کے پاس جائیں اس لئے کہ آخر ان کی عزت تو ہماری ہی عزت ہے''۔ اس نے جواب میں کہا ''اگر میرے سوا کوئی بھی نہ رہے جب بھی میں ان کا پیرو ہرگز نہیں بنوں گا۔'' یہ سن کر میں نے دل میں کہا کہ یہ تو ایسا آدمی ہے جس کا باپ اور بھائی دونوں جنگ بدر میں مارے گئے ہیں اس لئے اس کے احساسات تو یہی ہونگے۔ پھر میں عکرمہ بن ابی جہل سے ملا اور اس سے وہی بات کی جو صفوان سے کی تھی اس نے بھی وہی جواب دیا جو صفوان نے دیا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اچھا تمہاری مرضی لیکن دیکھو میں نے تم سے جو بات کی ہے اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ اس نے وعدہ کیا کہ میں کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ پھر میں عثمان بن طلحہ سے ملا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ میرا اچھا دوست ہے اور ارادہ کیا کہ اس کو دعوت دوں پھر مجھے یاد آیا کہ اس کا باپ طلحہ، چچا عثمان اور اس کے چاروں بھائی جنگ اُحد میں مارے گئے ہیں یہ کب میری بات سنے گا۔ لیکن پھر سوچا کہ دعوت دینے میں آخر کیا نقصان ہے اس لئے اس کے پاس جا کر اس سے کہا کہ ہم تو آج کل اس لومڑی کی طرح ہیں جو اپنے غار میں چھپی ہوئی ہو۔ اس کے اوپر پانی کی ایک مشک ڈال دی جائے تو وہ جلدی اپنے غار سے باہر نکل آتی ہے۔ اور پھر میں نے جو کچھ صفوان اور عکرمہ سے کہا تھا وہی بات اس کے سامنے دہرا دی۔ اس نے خلاف توقع میری دعوت پر لبیک کہا اور ہم نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا کہ ہم میں سے جو بھی پہلے مکہ معظمہ چھوڑ کر باہر نکلے فلاں مقام پر پہنچ کر وہ دوسرے کا انتظار کرے ہم صبح ہونے سے پہلے ہی ایک دوسرے سے ملے اور چل پڑے۔ ھدۃ کے مقام پر پہنچ کر عمرو بن العاصؓ کو دیکھا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر خوش آمدید کہا۔ ہم نے اس کا جواب دیا۔ وہ پوچھنے لگے کہ کہاں جا رہے ہو۔ ہم نے بتلایا کہ ہم تو

Marfat.com

مسلمان ہونے کے لئے جا رہے ہیں اس نے فوراً کہا کہ میں بھی اسی ارادہ سے نکلا ہوں (ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے خالدؓ سے پوچھا کہ اے ابوسلیمان! کہاں کا ارادہ ہے۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم سیدھی راہ بالکل واضح ہو چکی ہے۔ کہ حضرت محمد ﷺ واقعی نبی ہیں چلو مسلمان ہو جاؤ۔ کب تک انکار کرتے ہو گے۔ عمرو بن العاصؓ نے جواب میں کہا کہ میں تو اسلام لانے ہی کیلئے چل پڑا ہوں)۔

چنانچہ ہم تینوں مل کر چل پڑے اور آخر تینوں ایک ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ ہم نے اپنے اونٹوں کو حرہ کے مقام پر بٹھا دیا۔ رسول کریم ﷺ کو ہمارے آنے کی اطلاع دی گئی وہ اس خبر سے بہت خوش ہوئے (مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ مکہ معظمہ نے اپنے دل کے ٹکڑے تمہاری طرف پھینک دئے ہیں) میں نے اچھے کپڑے پہنے اور آں حضرت ﷺ کے پاس جانے لگا۔ اتنے میں میرے بھائی مجھ سے ملے اور کہنے لگے۔ آنحضرت ﷺ تمہارے آنے سے بہت خوش ہیں میں یہ سن کر تیز قدم اٹھانے لگا۔ جب میں آنحضرت ﷺ کے سامنے ہوا تو وہ مسکرانے لگے اور اسی طرح مسکراتے رہے یہاں تک کہ میں ان کے قریب پہنچا اور میں نے ان کو نبی ﷺ کہہ کر سلام کیا۔ آپ ﷺ نے خندہ پیشانی سے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں نے زور سے کہا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا! ''اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے تمہیں ہدایت دی۔ مجھے تمہاری عقل سے یہی امید تھی کہ وہ تمہیں بھلائی ہی کے سپرد کرے گی'' میں نے عرض کیا کہ یا رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا مانگئے۔ میں نے آپ ﷺ کے خلاف لڑائیوں میں حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری یہ خطائیں بخش دے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام تمام گذشتہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' میں نے عرض کیا'' اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کے باوجود بھی

میرے لئے دعا مانگئے" چنانچہ آپ ﷺ نے دعا مانگی اور فرمایا! اے اللہ! خالدؓ کی وہ تمام خطائیں معاف کر دے جو اس نے تیری راہ سے لوگوں کو ہٹانے کے سلسلے میں کی ہیں" حضرت خالدؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد عمرو بن العاصؓ اور عثمان بن طلحہؓ آگے بڑھے اور ان دونوں نے بھی بیعت کر لی۔ ہم صفر ۸ھ میں حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم! جس دن میں اسلام لایا ہوں اس دن سے آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہؓ میں سے کسی کو بھی لڑائی کے سلسلے میں میرے برابر نہیں کیا"۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ کو ان گھروں میں سے ایک گھر دیدیا جو حارثہ بن نعمانؓ نے حضور ﷺ کو ہبہ کئے تھے۔

حضرت خالدؓ کا اسلام لانا بھی اکثر صحابہؓ کی نسبت ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔ وہ اسلام میں کسی اور کی متابعت کی وجہ سے داخل نہیں ہوئے۔ اور نہ وہ کسی خوف یا لالچ کی وجہ سے اسلام لائے۔ بلکہ اسلام لانے کا ارادہ اسی وقت کیا جب حقیقت کی راہ ان پر کھل گئی۔ اس سے قبل وہ اسلام کے خلاف کئی لڑائیوں میں دادِ شجاعت حاصل کر چکے تھے۔ یہ حضرت خالدؓ ہی کی خصوصیت تھی کہ ان کی عقل و فراست کی تعریف آنحضرت ﷺ نے کی۔ حضور نے ان کے بھائی ولید سے کہا کہ خالدؓ جیسا سمجھ بوجھ والا آدمی اسلام کی حقانیت سے جاہل نہیں رہ سکتا۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ نے حضرت خالدؓ اور ان کے دونوں ساتھیوں کے مدینہ منورہ آنے کی اطلاع پا کر فرمایا کہ "مکہ نے اپنے دل کے ٹکڑے پھینک دیئے"۔

آنحضرت ﷺ کی مسرت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت خالدؓ اور ان کے دونوں ساتھیوں کے مدینہ منورہ آنے کی خبر سن کر آپ ﷺ ان کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ اور جب وہ سامنے آئے تو اس وقت سے ان کے سلام کا جواب دینے تک برابر مسکراتے رہے اور سلام کا جواب نہایت خندہ پیشانی سے دیا۔

اور کیوں نہ ہو۔ جب کہ ان کے اسلام لانے کے وقت خود آنحضرت ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا "اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے تمہیں سیدھی راہ دکھائی۔ تمہاری عقل سے مجھے یہی امید تھی کہ وہ تمہیں ٹھیک راستے پر لگا دے گی"۔

Marfat.com

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ایک سوال ضرور اٹھتا ہے کہ جب آپ کی عقل اتنی پختہ تھی تو پھر آپ نے اسلام لانے میں اتنی تاخیر کیوں کی؟

اسلام لانے میں تاخیر کی وجہ

اس کا ایک جواب تو ہمیں خود ان کے ساتھی عمرو بن العاصؓ کے الفاظ میں ملتا ہے حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا ''آپ کی عقل اور سمجھ جواب ہے وہی پہلے تھی۔ اس کے باوجود آخر آپ نے اسلام لانے میں اتنی تاخیر کیوں کی؟'' حضرت عمرؓ نے جواب دیا ''ہم ایک ایسی قوم سے متعلق تھے جن کے اکثر افراد ہم سے بہتر تھے اور ہم ان کو اپنا پیشرو مانتے تھے۔ جب تک وہ ہم میں موجود تھے ہم نے کسی اہم کام کے سلسلے میں خود کبھی غور و تدبر نہیں کیا۔ ان کی عقلیں پہاڑوں کے برابر تھیں۔ لیکن جب وہ ہم سے جدا ہوئے اور تمام کام ہمارے سپرد ہوئے تو اس وقت ہم نے سوچا۔ غور کیا اور صحیح راستہ پالیا''۔

اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ قریش کا قبیلہ تمام عرب میں ممتاز حیثیت کا مالک تھا۔ خانہ کعبہ کی حفاظت ان ہی کے ذمہ تھی۔ قدرتی طور پر ان سے یہ امید نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ جلد اپنا مذہب بدل لیں گے۔ اور پھر خصوصاً قریش کی وہ شاخیں جو قریش میں ایک امتیازی شان کی مالک تھیں وہ کیونکر اتنی جلدی اسلام میں داخل ہونے کو تیار ہوئیں۔ اسلام لانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ عرب کے دوسرے تمام قبائل کے برابر ہو جاتیں اور ان کی سرداری ختم ہو جاتی۔ اسی وجہ سے ان کو یہ منظور تھا کہ لڑتے لڑتے قتل ہو جائیں لیکن انہیں اسلام لانا بہت ہی مشکل معلوم ہوتا تھا۔

پھر خاص طور پر جب اس کو دیکھا جائے کہ مختلف موقعوں پر اور خصوصاً جنگ بدر میں قریش کے بڑے بڑے لوگ قتل کر دیئے گئے ان کے رشتہ دار مارے گئے تو ایسے وقت میں فطرت انسانی کا تقاضا یہی ہے کہ قاتل کے مذہب کو وہ نفرت کی نظر سے دیکھیں اور ان کی ہر اچھی بات کو بھی برائی پر محمول کریں اس بات کی دلیل ہمیں حضرت خالدؓ اور عکرمہ بن ابی جہل کی مندرجہ ذیل گفتگو سے صاف طور پر مل جاتی ہے۔ حضرت خالدؓ نے جب اسلام لانے کا ارادہ کیا اور عکرمہ سے ان کی ملاقات ہوئی تو ان دونوں کے درمیان گفتگو ہوئی!

Marfat.com

عکرمہ! خالدؓ تم تو بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔

خالدؓ! نہیں بلکہ میں اسلام لے آیا ہوں۔

عکرمہ! قریش میں سے صرف تم ہی ایسی باتیں کر رہے ہو؟

خالدؓ! کیوں؟

عکرمہ! دیکھو محمد ﷺ نے تمہارے باپ کو زخمی کر کے تمہاری عزت پامال کر دی ہے۔ اس نے تمہارے چچا اور چچا زاد بھائی کو بدر میں قتل کیا اللہ تعالیٰ کی قسم میں اسلام لانا تو درکنار تمہاری طرح کی بات بھی زبان سے نہیں نکالوں گا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ قریش مل کر ان سے لڑنے کے ارادے کر رہے ہیں۔

خالدؓ! یہ جاہلیت کی باتیں ہیں۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی قسم اسی وقت ایمان لے آیا جب مجھے حق کی راہ دکھائی دی"۔

اسی طرح قریش کے تمام بڑے بڑے افراد اسی ضد کی وجہ سے اپنی بات پر اڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ صفوان بن امیہ کا جواب تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب حضرت خالدؓ نے اس کو اپنے اسلام لانے کے ارادہ سے آگاہ کیا اور اسے بھی اسلام لانے کی ترغیب دی تو اس نے جواب میں کہا کہ اگر میرے سوا کوئی بھی نہ رہے تب بھی میں اس (محمد ﷺ) کی متابعت نہیں کروں گا۔ اور حضرت خالدؓ کو بھی ان سب کے اس نفسیاتی پہلو کا علم ہو چکا تھا۔ اور اس وجہ سے صفوان کا جواب سن کر آپ نے فرمایا تھا کہ یہ تو اس لئے ایسی باتیں کر رہا ہے کہ اس کا باپ اور بھائی بدر میں مارے گئے ہیں۔

اب حضرت خالدؓ کی زندگی کا اصل باب یعنی ان کی فتوحات اور ان کی کارگذاریوں کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔

Marfat.com

غزوات

اسلام کی راہ میں حضرت خالدؓ کا پہلا

جہاد

غزوہ مؤتہ

موتہ

موتہ شام کی سرزمین میں ایک چھوٹے سے قصبہ کا نام ہے۔ یہاں جو لڑائی ہوئی اس کو تمام مورخین غزوہ موتہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ حالانکہ اسے اصطلاحی طور پر غزوہ نہیں بلکہ "سریہ" کہنا چاہیئے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں جتنے جہاد ہوئے اگر ان میں آپ بہ نفس نفیس شریک ہوئے تو اس کو غزوہ کہتے ہیں ورنہ اسے سریہ کے نام سے پکارتے ہیں اس لڑائی کے متعلق سب کا اتفاق ہے۔ کہ حضور ﷺ خود شریک نہیں ہوئے اس لئے اس کو غزوہ کہنا صحیح نہیں۔

سریہ موتہ کا سبب۔

بصریٰ دمشق کے ... و دمین ایک مقام ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت حارث بن عمیرؓ کو وہاں کے حاکم شرجیل بن عمرو کے پاس قاصد بنا کر بھیجا اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ متکبر حاکم نے نہ صرف دعوت اسلام کو رد کیا بلکہ قاصد کو بھی خلاف رسم و آئین قتل کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ان کا قصاص لینے اور وقارِ دین قائم رکھنے کے لئے تین ہزار فوج زید بن حارثہؓ کی سرکردگی میں روانہ کی۔ اس فوج میں آپ ﷺ کے چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالبؓ اور انصار کے بہادر شاعر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور ہماری کتاب کے ہیرو حضرت خالدؓ بن الولید بھی شریک تھے۔ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ ان کو رخصت کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کچھ دور تک فوج کے ساتھ گئے جب فوج سرحدی مقام معان پر پہنچی تو معلوم ہوا کہ شرجیل نے مقابلہ کے لئے زبردست فوج تیار کر رکھی ہے اور بلقاء کے مقام پر ہرقل روم کی ایک لاکھ فوج بھی شرجیل کی مدد کے لئے تیار کھڑی ہے۔

سریہ موتہ کی لڑائی

مسلمان اتنی بڑی فوج کے مقابلہ کے لئے تیار ہو کر نہیں گئے تھے۔ اس وجہ سے

حضرت زید بن حارثہؓ نے چاہا کہ صورت حال کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو دی جائے لیکن عبداللہ بن رواحہؓ نے جوش میں آ کر کہا کہ ہم دین کے لیے لڑتے ہیں، یا فتح نصیب ہوگی یا شہادت۔ یہ سن کر زید آگے بڑھے اور موتہ کے مقام پر مسلمانوں کی یہ مٹھی بھر فوج اپنے سے ۵۰ گنا کفار کے لشکر کے مقابلہ میں صف آرا ہوئی۔

آنحضرت ﷺ نے یکے بعد دیگرے فوج کی سرداری کے لئے تین آدمیوں کو مقرر کیا تھا۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث ہے۔

زید بن حارثة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ ان قتل زيد فجعفر وان قتل جعفر فعبد الله بن رواحة (الحديث)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے غزوہ موتہ میں زید بن حارثہ کو امیر مقرر فرمایا اور پھر فرمایا کہ اگر زید قتل ہو جائیں تو جعفر امیر ہو اور اگر وہ بھی قتل ہوں تو عبداللہ بن رواحہ (امیر ہوں)۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق سب سے پہلے حضرت زید نے قیادت کے فرائض انجام دینے شروع کئے اور آخر کار نیزوں سے چھد کر شہید ہو گئے ان کے بعد حضرت جعفرؓ اپنے گھوڑے سے نیچے کود ے۔ علم ہاتھ میں لے کر گھوڑے کے پاؤں کاٹ دئے۔ اور پا پیادہ تلوار کو بجلی کی طرح چمکاتے ہوئے دشمن کی فوج میں جا گھسے اور لڑتے رہے یہاں تک کہ جسم زخموں سے چور ہو گیا۔ ایک رومی نے بڑھ کر تلوار ماری اور دایاں بازو کٹ گیا۔ علم کو دوسرے ہاتھ میں سنبھالا مگر وہ بھی کٹ گیا تو بازوؤں کو سینے سے لگا کر علم کو اونچا رکھا۔ لیکن ایک بدبخت کی تلوار نے ان کے جسم کے دو ٹکڑے کر دئے۔ صحیح بخاری کی حدیث کا جو ٹکڑا اوپر بیان کیا گیا ہے اس کے بعد یہی راوی روایت کرتے ہیں۔

قال عبد الله كنت فيهم في تلك الغذوة فالتمسنا جعفر بن ابى طالب فوجدناه في القتلى ووجدنا ما في جسده بضعاً وتسعين من طبجة ورمية

Marfat.com

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ اس لڑائی میں میں موجود تھا۔ ہم نے جعفر بن ابی طالب کو تلاش کیا تو ان کی لاش شہیدوں میں ملی اور حالت یہ تھی کہ ان کے جسم پر نیزوں اور تیروں کے کچھ اوپر نوّے زخم تھے۔

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ان میں سے کوئی زخم بھی پیٹھ پر نہیں تھا۔ الغرض حضرت جعفرؓ بھی اسی طرح دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے نشان سنبھال لیا۔ اور وہ بھی رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے صف اعداء میں گھس گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔

حضرت خالدؓ کا انتخاب

آنحضرت ﷺ نے جن تین اصحابؓ کو یکے بعد دیگرے فوج کی قیادت کے لئے نامزد فرمایا تھا وہ تینوں جام شہادت نوش کر گئے۔ اسلامی فوج نرغے میں پھنسی ہوئی اور بے سروسامانی کی حالت میں بغیر سردار کے رہ گئی۔ لیکن وہ ثابت قدم رہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے نامزد کردہ جرنیلوں کے شہید ہونے کے بعد انہوں نے اپنا سردار خود منتخب کیا۔ یہ سردار جانباز خالدؓ کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ حضرت خالدؓ نے علم ہاتھ میں اٹھا کر تلوار چمکائی اور غنیم کی فوج پر حملہ کیا۔ ان کی تلوار جو کبھی مسلمانوں کے مقابلے میں اپنے جوہر دکھاتی رہتی تھی اب اسلام کی حمایت میں چلنے لگی اور اپنے جوہر دکھانے لگی۔ صحیح بخاری میں حضرت قیس بن ابی حازم راوی ہیں کہ حضرت خالدؓ بن الولید فرماتے تھے کہ موتہ کی لڑائی کے دن ان کے ہاتھ میں نو تلواریں یکے بعد دیگرے ٹوٹ گئیں اور آخر میں صرف ایک لمبی تلوار باقی رہ گئی تھی۔ اس طرح بے جگری سے حضرت خالدؓ نے لڑائی کا آغاز کیا۔ ان کی کمان میں تین ہزار سے بھی کم فوج ہے اور مقابلہ ایک لاکھ پچاس ہزار آزمودہ کار سپاہیوں سے ہے جو ہر طرح کے سامان سے مسلح ہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب خالدؓ کی جانبازی کے علاوہ ان کی پختہ کاری کی ضرورت تھی۔ حضرت خالدؓ نے ایک جنگی حیلہ سے کام لیا اس دن وہ تمام دن خونریز لڑائی لڑتے رہے اور دوسرے دن جب دوبارہ صف آرا ہوئے تو آپ نے فوج کی ترتیب بدل دی اگلے حصے کو پیچھے اور پچھلے حصے کو آگے لے گئے اور اسی طرح دائیں اور بائیں بازو کو آپس

Marfat.com

میں بدل دیا کفار کی فوج کی ترتیب وہی تھی انہوں نے جب اپنے مقابلہ میں کچھ نئے چہرے دیکھے تو ان کو یہ خیال ہوا کہ شاید مسلمانوں کو کمک پہنچ گئی ہے۔ اور اس کا نفسیاتی اثر یہ ہوا کہ ان کی تیزی میں کچھ کمی آ گئی۔

لیکن یہ فوج کو ہلاکت سے بچانے کیلئے ایک وقتی تدبیر تھی۔ حضرت خالدؓ کا مقصد یہ ہرگز نہیں تھا کہ وہ اپنے دشمن کے مقابلہ میں اپنی جگہ پر ڈٹے رہیں۔ اس لئے کہ پچاس گنا لشکر سے اپنی فوج کو بچا کر نکالنا ہی اس وقت سب سے بڑی کامیابی تھی۔ حضرت خالدؓ صف بندی کے بعد فوج کو باقاعدہ اور منظم رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے گئے۔ ایسے وقت میں فوج کی ترتیب کو برقرار رکھنا ہی اول درجے کی پختہ کاری اور بہادری ہے اور اس طرح آہستہ آہستہ دونوں فوجوں کا فاصلہ زیادہ ہو گیا اور مسلمانوں کی یہ مٹھی بھر جماعت حضرت خالدؓ کی تجربہ کاری کی وجہ سے ہلاکت سے بچ گئی۔ دنیا کی تاریخ میں بے شمار فوجی جرنیل صرف اسی وجہ سے شہرت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ انہوں نے اپنی فوج کو ہلاکت سے بچالیا۔ مقابلہ کی سختی کا اندازہ اسی سے لگا لیئے کہ جس فوج کے سردار کے ہاتھوں نو تلواریں یکے بعد دیگرے ٹوٹ کر گر پڑیں اس لڑائی کی حالت کیا ہوگی؟

شاید کسی کو یہ خیال گذرے کہ جب مسلمانوں کی فوج کی حالت یہ تھی تو کفار کی فوج نے ان کا تعاقب کیوں نہ کیا اور وہ کیسے بچکر نکل گئے لیکن اس کے کئی وجوہ ہو سکتے ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اتنی بڑی فوج کا اپنے مورچوں سے دور جا کر لڑنا اور وہ بھی ایسے ملک میں جہاں کے حالات سے وہ پورے طور پر واقف نہ ہوں مشکل ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے دلوں میں یہ خیال ہو کہ شاید مسلمانوں کا پیچھے ہٹنا کوئی فوجی چال ہے اس لئے کہ مسلمانوں کی شکست کی خبر انہوں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ اور پھر اس موقع پر بھی وہ حضرت خالدؓ اور اوران کے جانباز سپاہیوں کی لڑائی دیکھ چکے تھے۔ غرض اسی طرح کسی نہ کسی وجہ سے انہوں نے تعاقب کرنے سے گریز کیا۔

سیف اللہ کا خطاب

اس لڑائی میں شجاعت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ کو سیف اللہ کا

Marfat.com

خطاب عطا فرمایا۔ صحیح بخاری ہی کی ایک اور حدیث ہے:

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لفی زیدا وجعفرا وابن رواحۃ للناس قبل ان یاتیھم خبرھم فقال اخذ الرایۃ زید فاصیب ثم اخذ جعفر فاصیب ثم اخذ ابن رواحۃ فاصیب وعیناہ تذرفان حتی اخذ الرایۃ سیف من سیوف اللّٰہ حتی فتح اللہ علیھم۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو زید جعفر اور ابن رواحہؓ کی موت کی خبر اصل خبر آنے سے قبل سنائی آپ ﷺ نے فرمایا زید نے علم لیا۔ شہید ہو گئے جعفر نے علم لے کر شہادت پائی۔ پھر ابن رواحہ نے علم اٹھایا وہ بھی شہید ہو گئے۔ اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ یہاں تک کہ علم اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (یعنی خالدؓ بن ولید) نے ہاتھ میں لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح دی۔

اس حدیث میں جہاں آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ کو سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا ہے وہاں اس حدیث کے آخری جملہ سے یہ شبہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس لڑائی میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تھی۔ لیکن حقیقت وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی اور اس حدیث کا مفہوم بھی یہی ہے۔ اس لئے کہ اس موقعے پر مسلمان فوج کا صحیح نکلنا ہی فتح میں شمار ہوتا ہے۔ اگر صورت حال ہی یہ نہ ہوتی تو آخر تاریخ کی کتابوں میں کہیں تو اس لڑائی میں کفار کے مقتولین کا ذکر آتا۔ ایک لاکھ پچاس ہزار نفوس سے جو مال غنیمت چھینا گیا ہوگا اس کا تو کہیں تذکرہ ہوتا۔ اور پھر ایک اور واقعہ بھی ہے جس سے اس جھگڑے کا بالکل فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اس واقعہ کو تمام مورخین نے نقل کیا ہے۔ جب حضرت خالدؓ بن الولید اپنی فوج کو واپس لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو لوگ باہر نکلے اور ان کے اوپر مٹی پھینکنے لگے اور کہنے لگے کہ ''اے بھگوڑو! تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھگوڑے بن گئے ہو''؟ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو روکا اور فرمانے لگے ''یہ بھگوڑے نہیں ہیں۔ انشاء اللہ یہ کرّار (دوبارہ حملہ کرنے والے)

ثابت ہونگے''۔اس واقعہ سے جہاں یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت خالدؓ اپنی فوج کو بچا کر لائے تھے۔اور کفار کی فوج کو اس لڑائی میں شکست نہیں ہوئی۔وہاں یہ بھی ثابت ہوا۔کہ آنحضرت ﷺ نے بھی حضرت خالدؓ کی اس تجربہ کاری کو سراہا۔اور کرّار کے لفظ پر غور کیا جائے تو اس میں ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ یہ لوگ بچ کر نہ آتے تو دوبارہ حملہ کون کرتا۔اگر اللہ تعالیٰ نخواستہ خالدؓ اپنی تجربہ کاری سے خوداور اپنی فوج کو واپس نہ لاتے تو اس کے بعد روم کی لاتعداد فوجوں کو شکست دینے کے لئے خالدؓ جیسا جرنیل کہا ں سے آتا۔

یہ تھی سب سے پہلی لڑائی جس میں حضرت خالدؓ اسلام لانے کے صرف تین ماہ بعد شریک ہوئے۔جس میں انہوں نے اپنی عسکری قابلیت کا مظاہرہ کیا۔

مکہ معظّمہ پر حملہ کے وجوہ

صلح حدیبیہ کے وقت مکہ معظّمہ میں رہنے والا قبیلہ خزاعہ آنحضرت ﷺ کا حلیف بن چکا تھا۔اوران کا مخالف قبیلہ بنوبکر قریش کا حلیف بنا۔شعبان ۸ھ میں ایک رات بنوبکر کے قبیلے نے شرائط صلح کو بالائے طاق رکھ کر بنوخزاعہ پر شبخون مارا اس شبخون میں چند سرداران قریش نے بھی بھیس بدل کر ان کی مدد کی۔بنوخزاعہ نے بھاگ کر حرم میں پناہ لی لیکن بنوبکر نے ان کو وہاں بھی نہ چھوڑا' اس طرح ان کے بیس آدمی مارے گئے انہوں نے آنحضرت ﷺ کو مدینہ منورہ میں واقعہ کی اطلاع دی اور ان سے مدد کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے اہل مکہ معظّمہ کو پیغام بھیج کر مقتولین کا خون بہا طلب کیا لیکن اہل مکہ نے انکار کر دیا۔اس پر آنحضرت ﷺ نے مکہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا۔اور نہایت خاموشی سے حملہ کی تیاری کرنے لگنے ۱۰ رمضان ۸ھ کو آنحضرت گوئی دس ہزار مجاہدین کی جمعیت کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔اس فوج میں ۷۰۰ مہاجرین ۴۰۰ انصار اور باقی دیگر عرب قبائل شریک تھے۔جب آنحضرت ﷺ مکہ معظّمہ کے قریب ایک مقام ذوطویٰ میں پہنچے تو یہاں پر آپ ﷺ نے فوج کو تقسیم کیا۔

حضرت خالدؓ کی پہلی کمانداری۔

دائیں بازو پر آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ کو کماندار مقرر کیا۔ یہ پہلا موقع ہے جب حضرت خالدؓ کو آنحضرت ﷺ نے یہ عزت بخشی حضرت خالدؓ کے دستہ فوج میں۔ اسلم ۔سلیم ۔غفار۔مزینہ۔جہینہ اور دیگر قبائل عرب تھے۔مسلمانوں کی فوج کو ہر چہار اطراف سے مکہ معظّمہ میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔حضرت خالدؓ کو فرمایا گیا کہ وہ لیط کی طرف سے مکہ معظّمہ میں داخل ہوں۔

خونریزی کی ممانعت

رسول کریم ﷺ کی انتہائی خواہش یہ تھی کہ مکہ معظّمہ کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس بلد حرام میں خونریزی نہ ہونے پائے اور اسی وجہ سے فوج کے کمانداروں کو حکم دیا گیا کہ جب تک مزاحمت نہ ہو اور جب تک ان کے راستے میں کوئی حائل نہ ہو اس وقت تک از خود حملہ کرنے میں کوئی سبقت نہ کرے۔یہ قریش کے بعض سرداروں کی حماقت تھی کہ انہوں نے اس پاک سرزمین کی عظمت کو ملحوظ نہیں رکھا۔سرداران قریش نے جن میں صفوان بن امیہ۔عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمر پیش پیش تھے۔بنو بکر، حبش اور بعض دیگر لوگوں کو خندمہ کے مقام پر جمع کیا تھا اور ان کو ترغیب دی تھی کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کریں اور ان کو مکہ معظّمہ میں داخل نہ ہونے دیں۔قدرت کو یہی منظور تھا کہ اس دن جبکہ حضرت خالدؓ کو پہلی بار آنحضرت ﷺ کی جانب سے کمان کا عہدہ عنایت کیا گیا تھا۔ان کو اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملے۔خندمہ جہاں پر کفار کی جماعت مسلمانوں کو روکنے پر مامور کھڑی تھی حضرت خالدؓ کے راستے میں پڑتا تھا۔یہاں پر پہنچ کر حضرت خالدؓ کی مڈبھیڑ ان لوگوں سے ہوئی۔۱۳ مخالفین کام آئے اور تین مسلمان شہید ہوئے۔اس معمولی سی جھڑپ کے بعد مخالفین بھاگ گئے اور مسلمان فاتح کی حیثیت سے مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے۔اور اس طرح آنحضرت ﷺ کا خواب سچا ہوا۔جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہے:۔

لقد صدق اللہ الرویا بالحق لتدخلن المسجد الحرام

Marfat.com

ان شآء اللہ محلقین رؤوسکم ومقصرین لا تخافون

فعلم مالم تعلموا فجعل من دون ذلک فتحاً قریباo

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو سچا خواب دکھلایا ہے جو واقعہ کے مطابق ہے تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے امن وامان کے ساتھ کہ تم میں کوئی سر منڈاتا ہوگا کوئی بال کترا تا ہوگا کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا سو اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں پھر اس سے پہلے لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی۔

جمعہ کے دن ۲۰ رمضان ۸ ھ کو اسلامی فوج مکہ معظّمہ میں داخل ہوئی۔ مخالفین کا خیال تھا کہ بنو بکر اور حبشیوں وغیرہ کے جو لوگ انہوں نے جمع کیے ہیں وہ مسلمانوں کو روکنے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا مقابلہ سیف اللہ یعنی خالدؓ بن الولید سے ہوگا۔ حضرت خالدؓ اس کوشش میں تھے کہ مکہ معظّمہ میں سب سے پہلے داخل ہونے والا دستہ ان کا ہو۔ آنحضرت ﷺ کی طرف سے اس بات کی اجازت دی گئی تھی کہ مخالفین نے اگر کوئی مزاحمت کی تو پھر بے شک دشمن کو تہ تیغ کرنے سے دریغ نہ کریں۔ مخالفین نے دیکھ لیا کہ وہی خالدؓ جو کل تک مسلمانوں کے مقابلے میں ان کا شہسوار تھا جو سخت سے سخت موقع پر قریش کے کام آیا کرتا تھا۔ اب اس خالدؓ کی تلوار بیش از پیش جوش وخروش سے اسلام اور مسلمانوں کی حمایت میں اپنی ہی قوم کے افراد کو فنا کے گھاٹ اتار رہی ہے۔

حضرت خالدؓ کیوں کمانڈر مقرر کیے گئے؟۔

جب ہم یوم مکہ معظّمہ کی حالت کو غور سے دیکھتے ہیں تو اس سے صاف نظر آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ کو اس دن کمانڈر اس لئے مقرر نہیں کیا تھا کہ ان کی دلجوئی چاہتے تھے بلکہ یہ اس لئے کہ اس دن کے لئے یہی مناسب آدمی تھے۔ آنحضرت ﷺ مدت سے اس دن کے انتظار میں تھے۔ سرزمین عرب میں مکہ معظّمہ کو جو مرکزیت حاصل تھی۔ اس پر کتاب کے شروع میں سیر حاصل تبصرہ ہو چکا ہے قبائل عرب میں اہل مکہ معظّمہ جس بلند مقام پر تھے اس کا بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔ جب تک مکہ معظّمہ پر مسلمانوں کا تسلط نہ ہوتا۔ مکہ معظّمہ جب تک خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک نہ کر دیا جاتا اور جب تک مکہ معظّمہ کے رہنے

Marfat.com

والے اسلام کے حلقہ بگوش نہ بنتے اس وقت تک اسلام کی مرکزیت خطرے میں تھی۔اور قبائل عرب پر ان کا اثر موہوم تھا۔یہی وجہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کی ہر وقت یہ خواہش رہتی تھی کہ مکہ معظّمہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے۔پھر مکہ معظّمہ کی اس مرکزیت کا احساس مخالفین کو بھی تھا۔آنحضرت ﷺ جانتے تھے کہ مخالفین کبھی آسانی سے اپنے اس دینی، سیاسی اور تجارتی مرکز کو ہاتھ سے جانے نہیں دینگے۔اور وہ آخر دم تک مقابلہ کریں گے۔ان احساسات کے بعد۔تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ ایسے دن حضور اکرم ﷺ فوج کی قیادت صرف دلجوئی کے لئے کسی ایسے آدمی کو دیں گے جن پر آپ ﷺ کو پورا اطمینان نہ ہو۔اور پھر جب یہ دیکھا جائے کہ اسی دن حضرت خالدؓ کو جس دستہ کی قیادت دی گئی وہ مسلمانوں کی تمام فوج کا تیسرا حصہ تھا باقی دو حصوں کو اس طرح تقسیم کیا گیا تھا کہ وہ باقی تین اطراف سے مکہ معظّمہ میں داخل ہو۔پھر یہ بھی قرین قیاس ہے کہ آنحضرتؐ کو اس امر کا بھی علم ہوگا کہ مخالفین کہاں پر مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔شاید یہی وجہ تھی کہ فوج کا اکثر حصہ حضرت خالدؓ کی قیادت میں دیا گیا۔ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ کو اس اہم خدمت پر صرف اس وجہ سے مامور فرمایا کہ آپ ﷺ کو ان پر اعتماد تھا۔آپ ﷺ ان کی تلوار کی خون آشامیوں سے' ان کی فوجی قابلیت سے اور ان کی بہادری و سرفروشی سے واقف تھے اور ایسے سخت موقع پر آپ ﷺ کی نظر انتخاب حضرت خالدؓ پر صرف اس وجہ سے پڑی کہ وہی سب سے بہتر سپہ سالار تھے۔اور یہ حضرت خالدؓ ہی کی قابلیت تھی کہ اس امر کے باوجود کہ آپ کے دستہ میں قبائل عرب کے مختلف عناصر جمع تھے آپ نے ایسا اچھا انتظام کیا اور ان کو ایسی تربیت سے رکھا کہ ان کی انتظامی قابلیت اور عسکری اہلیت اور آشکارا ہوگئی۔

فتح مکہ معظّمہ کا دن وہ ہے جبکہ خانہ کعبہ میں بت پرستی ختم ہوگئی اور اس طرح شرک اور بت پرستی کی جڑ کاٹ دی گئی۔جڑ کٹ جانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے بت پرستی کو بالکل نیست و نابود کرنے کی مہم شروع کی۔

Marfat.com

عُزّٰی کا گرانا

فتح مکہ معظّمہ کے پانچ دن کے بعد رسول کریم ﷺ نے حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ مسلمانوں کے تیس شہسواروں کو ساتھ لے کر بطن نخلہ جائیں اور وہاں پر عرب کے مشہور بت عزّٰی کا خاتمہ کر دیں۔ ۲۵۔ رمضان کو حضرت خالدؓ آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق تیس سوار ساتھ لے کر گئے اور بت کو مسمار کر کے واپس لوٹے۔ عزّٰی قریش کا وہ مشہور بت تھا جس کو کنانہ اور مضر جیسے مشہور قبیلے پوجا کرتے تھے۔

بہ ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عزّٰی کو گرانا ایک معمولی کام تھا۔ درحقیقت اگر دیکھا جائے تو یہ بڑا خطرے کا کام تھا۔ جس کا آنحضرت ﷺ کو بھی احساس تھا ایک تو اس وجہ سے کہ یہ عرب کا مشہور بت تھا۔ پھر یہ کہ فتح مکہ معظّمہ کی وجہ سے مخالفین کے دل ابھی غیض و غضب سے بھرے ہوئے تھے اور وہ ہر ممکن صورت میں انتقام لینے کی کوشش کرتے۔ اس خطرناک کام کے لئے بھی حضرت خالدؓ ہی کا انتخاب عمل میں آیا۔

خانہ کعبہ کے اندر جتنے بت تھے ان کو گرا دینے کے بعد عزّٰی پہلا بت ہے جس کو ختم کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ کو مامور کیا۔ اس کے بعد جو بت باقی تھے وہ چنداں اہمیت نہیں رکھتے تھے اور وہ آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے توڑ دیئے گئے۔

خالدؓ اور قبیلہ بنو جذیمہ

بنو جذیمہ کنانہ کا ایک قبیلہ ہے جو مکہ معظّمہ سے ایک دن رات کے فاصلہ پر یلملم کے قریب قیام پذیر تھا۔ آنحضرت ﷺ کی ذات سے یہ متوقع نہیں تھا کہ آپ ﷺ فتح مکہ معظّمہ کی خوشی میں اپنے اصل مقصد سے غافل ہو جاتے اور آپ ﷺ کو جس قوم نے گونا گوں تکلیفیں دیں اور آپ ﷺ کو اپنے آبائی وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا صرف اسے فتح کرنے کے بعد خاموش بیٹھ جاتے۔ آپ ﷺ کا مقصد تو یہ تھا کہ اکناف عالم تک مشعل ہدایت کا نور پھیلا دیں۔ فتح مکہ معظّمہ کا جو رعب مخالفین کے دلوں پر بیٹھ گیا تھا۔ اور اس وجہ سے دور دور کے لوگ جس قدر متاثر ہو چکے تھے آنحضرت ﷺ کو اس کا احساس تھا۔ آپ

Marfat.com

ﷺ یہ بھی جانتے تھے کہ لوگوں کو جب اس بات کا علم ہوگا۔ کہ ان کے پیشوا قریش مکہ یا تو ایمان لاچکے ہیں اور یا قتل ہو چکے ہیں اور اب ایسا کوئی نہیں جو ان کے لئے جائے پناہ بن سکے تو وہ خود بخود خندہ پیشانی سے اسلام کی دعوت پر لبیک کہیں گے۔ آپ ﷺ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اس سے پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے مختلف جماعتیں دعوت وارشاد کا پیغام دینے کے لئے اطراف مکہ معظمہ میں بھیج دیں۔

آپ ﷺ کے ان قاصدوں میں حضرت خالدؓ بن الولید بھی تھے۔ حضرت خالدؓ جب عزّیٰ کے بت کو مسمار کر کے واپس آئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو قبیلہ بنو جذیمہ کی طرف بھیجا اور انصار مہاجرین اور قبیلہ بنو سلیمہ کے تین سو پچاس آدمیوں کو ان کی کمان میں دے دیا۔

حضرت خالدؓ غزوہ حنین کے بعد پہلے شوال میں بنو جذیمہ میں پہنچے۔ وہ لوگ اسلحہ لے کر سامنے آئے ان کا خیال تھا کہ شاید کوئی دشمن حملہ کرنے کے لئے آگیا ہے حضرت خالدؓ نے ان سے اسلحہ رکھوایا اور ان کو قید کرنے کے بعد قتل کا حکم دے دیا۔ انصار اور مہاجرین کے علاوہ دوسرے قبائل کے جو لوگ حضرت خالدؓ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔

ان کی اطلاع جب آنحضرت ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے خبر سنتے ہی دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور فرمایا۔

اللھم انی ابراء الیك مما صنع خالدؓ بن الولید

”اے اللہ خالدؓ بن الولید نے جو کچھ کیا میں اس سے اپنی برات کا اظہار کرتا ہوں“

پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور ان کو کچھ مال دے کر بنو جذیمہ کی طرف بھیجا۔ اور حکم دیا کہ وہاں جا کر بنو جذیمہ کی خبر گیری کریں۔ حضرت علیؓ تشریف لے گئے اور اس قبیلہ کے جو جو آدمی قتل کیے گئے تھے۔ ان کے وارثوں کو خون بہا دینے کے بعد جو کچھ ان کے پاس بچ گیا وہ بھی آپ نے ان میں تقسیم کر دیا۔ تا کہ ان کی دل جوئی ہو اور وہ اسلام سے متنفر نہ ہوں آنحضرت ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس عمل سے خوش ہوئے

Marfat.com

اوران کی تحسین کی۔

بنو جذیمہ کا یہ حادثہ حضرت خالدؓ کی زندگی میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس واقعہ کی وجہ سے بعض مورخین نے حضرت خالدؓ پر طعن و تشنیع بھی کی ہے اور بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اس کی وجہ صرف یہ تھی۔ کہ حضرت خالدؓ کو اس قبیلہ سے جاہلیت کے زمانے سے عداوت تھی۔ اور آپ نے اسی عداوت کا بدلہ لیا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر ہم اس واقعے کی تفصیلات میں جا کر دیکھیں کہ اصل حالات کیا تھے۔

اس موقع پر قدرتاً چار قسم کے سوالات ذہین میں آسکتے ہیں۔

1۔ جس وقت حضرت خالدؓ بنو جذیمہ پہنچتے ہیں کیا بنو جذیمہ کا قبیلہ اسلام لے آیا تھا۔ اور حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو قتل کیا یا یہ کہ اس قبیلہ کے افراد اس وقت تک مخالفین اسلام میں شمار ہوتے تھے۔

2۔ کیا حضرت خالدؓ ان کو قتل کرنے میں حق بجانب تھے یا نہیں؟

3۔ اگر آپ ان کو قتل کرنے میں حق بجانب نہیں تھے۔ تو کیا آپ نے ان کو صرف ان وجہ سے قتل کیا کہ آپ ان سے جاہلیت کے زمانے کی عداوت کا بدلہ لے کر اپنے غصہ کی آگ کو سرد کرنا چاہتے تھے۔ یا یہ کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی اور بنو جذیمہ اس غلط فہمی کا شکار بن گئے۔

4۔ اگر آپ کسی غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ تو کیا ان کا یہ عذر قابل سماعت بھی ہے۔

ان چاروں سوالوں کے صحیح جوابات معلوم ہونے کے بعد یہ قصہ ختم ہو جاتا ہے اس لئے یہاں پر ان سوالات کے جوابات بالترتیب دیئے جاتے ہیں۔ اور امید ہے کہ ان سے اس معاملہ پر کافی روشنی پڑے گی۔

پہلے سوال کا جواب ہمیں مختلف تاریخی کتابوں سے صاف مل جاتا ہے کہ اس وقت بنو جذیمہ قبیلہ اسلام لے آیا تھا۔ اس لئے کہ اگر واقعہ اس کے بالعکس ہوتا اور جس وقت وہ حضرت خالدؓ کے سامنے آئے ہیں اگر وہ اس وقت کافر ہی تھے۔ تو پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت خالدؓ کے درمیان ترش کلامی کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ جب

Marfat.com

حضرت خالدؓ نے قبیلہ کے افرادؔ کو قتل کرنے کا حکم دیا تو اس وقت حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے حضرت خالدؓ پر الزام لگایا کہ چونکہ اس قبیلہ کے لوگوں نے تمہارے چچا فاکہ بن مغیر کو قتل کیا تھا۔ تم اس کا بدلہ لے رہے ہو اور سی وجہ سے تم نے ان کو قتل کیا۔

اسی طرح جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جب اس واقعہ کی خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچی تو خبر سنتے ہی انہوں نے نہ صرف دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر حضرت خالدؓ کے اس فعل سے اپنی برات کا اظہار کیا۔ بلکہ ساتھ ہی مقتولین کا خون بہا دینے کے لئے حضرت علیؑ کو بھیجا۔ اگر یہ قبیلہ کافر ہوتا تو پھر خون بہا دینے اور حضرت خالدؓ کے اس فعل سے برات کے اظہار کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ اور صرف یہ نہیں کہ ان قیاسی باتوں سے ان کے اسلام لانے کا یقین ہو جاتا ہے بلکہ مؤرخین اس قبیلہ کے اسلام کی تصریح بھی کرتے ہیں۔ واقدی لکھتا ہے۔

ثم مضی خالدؓ بن الولید الی حی من کنانۃ بالا برق یقالہ، بنو جذیمۃ فوجدھم یصلون صلاۃ الغداۃ .... فغشیھم خالدؓ۔ فقال ما انتم۔ قالوا نحن مسلمون نشھدان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ و ان محمد اعبدہ ورسولہ قال فمتی اسلمتم ان کنتم صادقین۔ کالواللیلۃ حین بلغنا ان رسول ﷺ کف یدہ ممن القی السلاح وقال لا الہ الا اللہ فقلنا ما وصیلتنا

پھر خالدؓ بن الولید کنانہ کے ایک قبیلہ میں گئے جو ابرق میں مقیم تھا اور جس کا نام بنو جذیمہ تھا۔ آپ نے ان کو صبح کی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ آپ نے ان کو گھیر لیا اور ان سے پوچھنے لگے کہ تم کیا ہو (یعنی تمہارا مذہب کیا ہے) انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں اور یہ گواہی دیتے ہیں کہ عبادت کے لائق صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے جس کا کوئی ساجھی نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ اگر تم

سچے ہوتو بتاؤ کہ تم کب اسلام لائے انہوں نے جواب دیا کہ رات جب ہمیں یہ خبر ملی کہ حضرت محمد ﷺ نے ان کو معاف کر دیا ہے جو ہتھیار ڈال دیتے ہیں، ایمان لے آتے ہیں اور کلمہ پڑھ لیتے ہیں تو ہم نے کلمہ پڑھا اور نمازیں پڑھنے لگے۔

اسی طرح ابن سعد اپنی کتاب ''طبقات ابن سعد'' میں لکھتے ہیں۔

فانتهى اليهم خالدؓ فقال ما انتم قالوا المسلمين
قد صلينا وصدقنا بمحمد وبنينا المساجد في
ساحاتنا واذنا عينها۔

''خالدؓ ان کے پاس پہنچے اور ان سے پوچھا کہ تم کیا ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں اور نماز پڑھنے لگے ہیں ہم محمد ﷺ تصدیق کرتے ہیں اور ہم نے اپنے صحنوں میں مسجدیں بنا کر ان میں اذان دینی شروع کی ہے''

ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش رہتی ہی نہیں کہ جس وقت خالدؓ بنو جذیمہ پہنچے ہیں۔ اس وقت قبیلہ اسلام لا چکا تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا حضرت خالدؓ ان کو قتل کرنے میں حق بجانب تھے؟ اس سلسلے میں ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضرت خالدؓ کے جیش میں انصار اور مہاجرین کے جو لوگ شامل تھے ان سب نے اپنے اپنے قیدیوں کو نہ صرف یہ کہ قتل نہیں کیا۔ بلکہ ان کو آزاد بھی کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انصار اور مہاجرین جن کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہتے ہوئے عرصہ گزر چکا تھا۔ وہ ایسی کوئی صورت نہیں دیکھتے تھے جس کی وجہ سے وہ بنو جذیمہ کے افراد کو قتل کرنا جائز سمجھتے تو سب سے پہلے قتل کرنے والوں میں شریک ہوتے۔ وہ کبھی ان قیدیوں کو آزاد نہ چھوڑتے اور اس طرح اس کماندار کی جس کو آنحضرت ﷺ نے ان پر مقرر کیا تھا۔ اور جن احکام کی تعمیل ان پر لازمی تھی حکم عدولی نہ کر سکتے۔ اس جماعت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبدالرحمان بن عوفؓ جیسے جلیل القدر صحابی بھی تھے۔ اور پھر یہ کہ رسول کریم ﷺ حضرت خالدؓ کے اس فعل سے اپنی برات کا اظہار نہ فرماتے۔ صاحب استیعاب لکھتے ہیں

Marfat.com

فقتل منهم ناساً لم یکن قتله لهم صواباً فوداهم الرسول ﷺ

حضرت خالدؓ نے اس قبیلہ میں سے کچھ لوگوں کو قتل کیا۔ حالانکہ ان کو ایسا کرنا جائز نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر نبی کرم ﷺ نے ان کا خود بخود خون بہادیا۔

الغرض دوسرے سوال کے جواب میں یہی کہنا پڑتا ہے کہ حضرت خالدؓ کو ان کا قتل کرنا جائز نہیں تھا۔ اب اس کے بعد دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں۔

ایک یہ کہ حضرت خالدؓ کو بھی اس کا یقین تھا۔ کہ وہ اسلام لا چکے ہیں لیکن چونکہ ان کو بنی جذیمہ سے قدیمی عداوت تھی۔ اس وجہ سے آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دے کر اپنا بدلہ لیا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ حضرت خالدؓ کو غلط فہمی ہوئی اور وہ سمجھے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہوئے۔ پہلی صورت ناقابل یقین ہے اس لئے کہ اگر واقعہ یہی ہوتا کہ حضرت خالدؓ ان کو مسلمان سمجھتے ہوئے صرف اپنا بدلہ لینے کے لئے قتل کرتے تو یہ بھی ضرور تھا کہ آنحضرت ﷺ حضرت خالدؓ کو قصاص میں قتل کرادیتے آنحضرت ﷺ کے لئے تمام مسلمان یکساں تھے حقیقی شرافت اعمال کی شرافت تھی۔ اسلام مساوات ہی کا پیغام لایا تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ حضور ﷺ اتنے بڑے گناہ پر جسارت کرنے والے کو یوں ہی چھوڑ دیتے اور مسلمانوں کے خون ناحق کا قصاص لینے کی بجائے ان کو خون بہادیتے۔ پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تھوڑے دنوں کے بعد غزوہ حنین میں اور اس کے بعد دیگر مختلف غزوات میں آنحضرت ﷺ حضرت خالد کو مختلف دستوں کا کمانڈار مقرر کرتے ہیں اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بھی اس بات کا یقین ہو چکا تھا۔ کہ حضرت خالدؓ سے جو کچھ سرزد ہوا وہ غلط فہمی سے ہوا۔

ان تینوں مباحث کے بعد معلوم یہی ہوتا ہے کہ حضرت خالدؓ کو بنو جذیمہ کے مسلمان ہونے میں شک تھا۔ اور اس وجہ سے آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ ہاں دیکھنا یہ ہے کہ آپ کو یہ شک کیوں ہوا۔ اس کے لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ مختلف روایتیں ذکر کی جائیں جو اس واقعہ کے متعلق مختلف مؤرخین نے بیان کی ہیں۔ جن کی تفصیل ابن

Marfat.com

عسا کرنے کر دی ہے۔

1۔حافظ ابن عمر کی روایت

نبی کریم ﷺ نے حضرت خالدؓ کو بنو جذیمہ کے پاس بھیجا۔آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے جواب میں ''اسلمنا'' (ہم اسلام لائے) کی جگہ ''صبانا'' (ہم نے اپنا دین بدل دیا) کے الفاظ استعمال کئے خالدؓ نے ان پر حملہ کیا۔اور انہیں قید کرلیا۔اور تمام قیدیوں کو اپنی فوج میں ایک ایک کر کے تقسیم کر دیا۔صبح کے وقت آپ نے حکم دیا کہ اپنے اپنے قیدی قتل کر دو ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے کہا ''اللہ تعالیٰ کی قسم نہ تو میں اپنے قیدی کو قتل کرونگا اور نہ اپنے ساتھیوں کو قتل کرنے دونگا۔ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خالدؓ کی کارگناری کی رپوٹ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کردی آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا۔اے اللہ! خالدؓ کے عمل سے میں اپنی برات کا اظہار کرتا ہوں۔(بحوالہ بخاری)۔

2۔ابوسلمہ کی روایت!۔

جب خالدؓ بنو جذیمہ سے واپس آکر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کی مجلس میں عبدالرحمان بن عوفؓ نے ان کو مخاطب کر کے کہا۔خالدؓ! تم نے جاہلیت کے زمانے ہی کا کام کیا۔تجھ سے اللہ تعالیٰ سمجھے،تم نے ان کو اپنے چچا فاکہ کے بدلہ میں قتل کیا'' حضرت عمر نے بھی عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی تائید کی۔خالدؓ کہنے لگے''نہیں میں نے تو ان سے تمہارے باپ کا بدلہ لیا ہے۔عبدالرحمٰن کہنے لگے'' تم جھوٹ کہتے ہو۔میں نے اپنے باپ کے قاتل کو اپنے ہاتھوں قتل کیا ہے۔عثمان بن عفانؓ اس کے گواہ ہیں اور عثمانؓ کی طرف منہ پھیر کر ان سے پوچھا کہ تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم! ٹھیک بتلا دو کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے باپ کے قاتل کو خود قتل کیا ہے'' حضرت عثمانؓ نے جواب دیا'' ہاں! ایسا ہی ہے۔ پھر عبدالرحمٰن خالدؓ سے مخاطب ہوئے اور کہا'' اگر بالفرض میں اپنے باپ کے قاتل کو قتل نہ بھی کرتا تو کیا تم میرے باپ کے بدلے میں مسلمانوں کو قتل کرتے۔''؟ خالدؓ کہنے لگے

Marfat.com

تمہیں یہ کس نے کہا کہ وہ اسلام لائے تھے''؟ عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ ''سریہ میں شریک ہونے والے تمام لوگوں نے ہمیں یہی بتلایا ہے کہ انہوں نے مسجدیں بنائی تھیں اور انہوں نے اسلام لانے کا اقرار کیا اور پھر بھی تم نے ان کو تلواروں کی نوک پر لے لیا'' خالدؓ کہنے لگے'' مجھے آنحضرت ﷺ کا حکم ملا ان پر حملہ کر دوں۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں نے ان پر حملہ کیا۔ تم آنحضرت ﷺ پر بہتان باندھ رہے ہو۔'' آنحضرت ﷺ نے خالدؓ کی طرف سے منہ موڑ لیا اور ان سے ناراض ہو گئے۔ اور جب آنحضرت ﷺ کو خالدؓ کی اس گفتگو کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے خالدؓ کو مخاطب کر کے فرمایا'' خالدؓ میرے ساتھیوں کو میرے پاس رہنے دو...... اگر اُحد پہاڑ سونے کا بن جائے اور ایک آدمی اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر لے تو وہ بھی عبدالرحمان کی ایک صبح یا شام کی نیکیوں کو نہیں پہنچ سکتا۔''

3۔ واقدی کی روایت!

حضرت عمر نے خالدؓ سے کہا'' افسوس ہے تم نے بنو جذیمہ کو جاہلیت کے واقعات کی بنا پر قتل کر دیا۔ کیا اسلام جاہلیت کے واقعات کو مٹا نہیں دیتا''؟ خالدؓ کہنے لگے'' ابو حفص! اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے جائز طور پر ان کو قتل کیا ہے۔ میں نے مشرکین کی ایک جماعت پر حملہ کیا، وہ اسلام لانے سے رک گئے اس صورت میں میرے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار ہی نہیں تھا کہ ان سے لڑوں پہلے میں نے ان کو قید کیا اور پھر ان کو قتل کیا۔'' حضرت عمر نے کہا'' تمہارا کیا خیال ہے عبداللہ بن عمر کیسے آدمی ہیں؟'' خالدؓ نے جواب دیا۔'' اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ان کو بہت نیک انسان سمجھتا ہوں'' حضرت عمر نے کہا'' تو مجھے اس نے جو اطلاع دی ہے وہ تمہارے بیان کے مطابق نہیں اور تم جانتے ہو کہ وہ بھی اس لشکر میں تمہارے ساتھ تھے'' خالدؓ نے سن کر کہا میں اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور اپنے اعمال سے تائب ہوتا ہوں۔'' حضرت عمر نے بات اور نہیں بڑھائی اور ان سے کہا'' جاؤ آنحضرت ﷺ سے عرض کر دو کہ وہ تمہارے لئے بخشش طلب کریں۔''

ان تمام روایات سے یہ تو بالکل صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت خالدؓ کو ان کے اسلام لانے کا یقین نہیں ہوا تھا۔ امام بخاریؒ کی روایت کردہ حدیث کو ہم نے سب سے

پہلے نقل کیا ہے۔ بخاریؒ کے اکثر شارح اس حدیث کی شرح میں یہی لکھتے ہیں۔ بدر عینی لکھتے ہیں کہ ''صبانا'' کے معنی ہیں ایک دین کو چھوڑ کر دوسرا اختیار کر لینا۔ قریش میں یہ طریق عام تھا کہ جب کوئی مشرک اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر اسلام لاتا تو وہ کہتے ''صبأ'' (اس نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا)۔ بنو جذیمہ کے اس لفظ سے ابن عمر تو یہ سمجھے کہ یہ حقیقت میں اسلام لا چکے ہیں لیکن حضرت خالدؓ نے اس اشارہ کو نا کافی سمجھا۔ اور ان کو اس وقت تک یقین نہیں آسکتا تھا۔ جب تک وہ صاف طور پر اسلام کا لفظ استعمال نہ کرتے۔ بخاریؒ کے دوسرے شارح خطابی لکھتے ہیں ''ہوسکتا ہے کہ خالدؓ نے اسلام کے لفظ سے احتراز کرنے کی سزا دی ہو، اور وہ سمجھے ہوں کہ یہ چونکہ اسلام سے نفرت کرتے ہیں اس لئے اس لفظ کو استعمال کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ اور حقیقتاً اسلام نہیں لائے اور آنحضرت ﷺ ان سے اس وجہ سے ناراض ہوئے کہ انہوں نے جلد بازی سے کیوں کام لیا۔'' شیخ الاسلام ابن تیمیہ بھی اپنی کتاب منہاج السنتہ میں اسی کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''انہوں نے اسلمنا کے لفظ کو استعمال کرنا پسند نہ کیا اور ''صبأ ناصبأ نا'' کہنے لگے' خالدؓ نے ان الفاظ کو قبول نہیں کیا اور سمجھے یہ تو اسلام نہیں لائے اور ان کو قتل کیا۔'' آگے چل کر وہ لکھتے ہیں کہ حضرت خالدؓ آنحضرت ﷺ کے معاند تو نہیں تھے وہ تو ان کے مطیع اور فرمانبردار تھے۔ وہاں یہ بات ضرور ہے کہ چونکہ انکا اصل مقام میدان جنگ تھا۔ اس لئے دین کے معاملات میں ان کی سمجھ اتنی نہ ہو جتنی کہ اوروں کی تھی اور اسی وجہ سے یہ معاملہ ان پر صاف ظاہر نہ ہُوا ہو۔ اس لئے کہ خالدؓ نہ تو آنحضرت ﷺ کے احکام کی حکم عدولی کرنے والے تھے نہ ان کے متعلق یہ خیال ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے خیانت کرتے اور نہ ہی ان سے یہ توقع ہوسکتی ہے کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کرتے۔ ہوا صرف یہی کہ ان کو غلط فہمی ہوئی۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ حضرت اُسامہ بن زید نے ایک شخص کو اس وقت قتل کیا جب وہ کلمہ پڑھ چکا تھا۔

امام عینی اور امام ابن تیمیہ اور ان علاوہ امام بخاریؒ کی اس حدیث کے دوسرے شارحین کا پایہ علمائے اسلام میں اتنا بلند ہے کہ ان کی رائے کو دیکھتے ہوئے یہی یقین کرنا پڑتا ہے کہ اس معاملے میں حضرت خالدؓ کا عذر واقعی قابل قبول ہے ان سے جو کچھ سرزد ہوا وہ

Marfat.com

غلطی سے ہوا ان کا ارادہ ہرگز بدلہ لینے کا نہیں تھا۔

بہر حال چاہے خالدؓ کو ان کے الفاظ "صبأ ناصبأ نا" سے غصہ آیا ہو یا وہ یہ سمجھے ہوں کہ یہ کہہ کر وہ اسلام سے اپنی نفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ ہر صورت میں جب ہم خالدؓ کی فطرت پر نظر ڈالتے ہیں انکی جرأت وشجاعت کو دیکھتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ ان کی ساری زندگی عسکریت میں گذری تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی طبیعت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ معمولی سی بات پر سخت گرفت کریں۔ ایسا انسان تو حق کی حمایت میں ایک ہی سیدھی بات کا قائل ہے۔ تلوار، اور وہ ہر ایک سے یہی توقع رکھتا ہے کہ حق بات کی صاف تصریح کر دے اور پھر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ چاہے کسی وجہ سے بھی ہو لیکن بنو جذیمہ نے ان کو دیکھ کر ہتھیار اٹھائے۔ تو اس کا اثر لازمی طور پر یہی ہونا تھا کہ حضرت خالدؓ کو ان کے اسلام کے متعلق بدگمانی ہوتی۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہی ہے کہ حضرت خالدؓ سے یہ ایک اجتہادی غلطی ہوئی اور اس وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ آپ اس کے بعد بھی آنحضرت ﷺ کے منظور نظر رہے اور بڑے بڑے معرکوں میں سالار فوج کے فرائض انجام دیتے رہے۔

اس بحث کو ہم نے صرف اس وجہ سے طول دیا کہ یہ ایک بڑا اعتراض ہے۔ جو حضرت خالدؓ پر کیا جاتا ہے۔ اور اکثر مورخین حالات وواقعات کو جانچنے کے بغیر یہی فیصلہ کر دیتے ہیں کہ خالدؓ کے کارناموں میں یہ واقعہ ایک بدنما داغ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ضروری تھا کہ حضرت خالدؓ جیسے مجاہد کے حالات میں اس ایک تاریک پہلو کے تمام جزئیات تفصیلی طور پر بیان کر دیئے جاتے تا کہ شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ غلطی ہر انسان سے (سوائے انبیاء کے) ہوا ہی کرتی ہے۔ صحابہ کرامؓ (انہی میں سے حضرت خالدؓ) انسان ہی تو تھے۔ اور بہر طور انبیاء سے ان کا درجہ کم تھا۔ اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو تو کچھ بعید نہیں۔

غزوۂ حنین

حنین مکہ معظمہ سے تین رات کی مسافت پر ایک وادی کا نام ہے۔ یہاں پر

Marfat.com

ہوازن کے قبیلہ سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا' اس لئے اس کو غزوہ ہوازن بھی کہہ دیتے ہیں۔ اسی وادی کو وادی حزن بھی کہتے ہیں اس لئے اس موقع پر مسلمان سخت مصیبت میں مبتلا ہو ئے تھے۔

مسلمان جب مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کیلئے مدینہ منورہ سے نکلے تو ہوازن وثقیف کے قبائل نے یہ سمجھا کہ شاید ہم پر حملہ ہو رہا ہے اور وہ بھی مقابلہ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ لیکن بعد میں جب انہیں معلوم ہوا کہ حملہ مکہ معظمہ پر ہو رہا ہے تو وہ اس انتظار میں رہے کہ مکہ معظمہ کی لڑائی کا کیا فیصلہ ہوتا ہے جب مسلمان مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے اور اکثر قریش مسلمان ہوئے اور اس کی خبر قبائل ہوازن وثقیف کو پہنچی تو ان میں کھلبلی مچ گئی۔ اس لئے کہ یہ قبیلے ایسے تھے کہ نہ تو یہ مسلمانوں کے حلیف تھے اور نہ ہی قریش پر ان کو یقین تھا کہ اب ہماری باری آئیگی۔ بنو ہوازان کے سردار مالک بن عوف نے بنو ہوازن۔ بنو ثقیف قبائل نصر۔ جشم اور سعد کو اکٹھا کرلیا۔ اور یہ تمام قبائل بہت بڑی تعداد میں مقام اوطاس میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جمع ہوئے جب اس کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے ایک صحابی عبداللہ بن ابی اسلمیؓ کو بطور جاسوس خبر لینے کے لئے روانہ کیا۔ انہوں نے واپس آکر صحیح حالات کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو دی اور بتایا کہ ان کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں اور وہ لڑائی کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ ان قبائل کے سردار مالک بن عوف نے بنو ہوازن اور بنو ثقیف کو بھیڑ بکریوں کے علاوہ بچوں اور عورتوں کو بھی ساتھ لینے کا حکم دیا تھا۔ تا کہ وہ لڑائی کے میدان سے بھاگنے کا ارادہ نہ کریں۔ چنانچہ اوطاس کے میدان میں دُرید نے اس سے پوچھا کہ اونٹوں۔ گدھوں۔ بھیڑ بکریوں اور بچوں کے رونے کی آوزیں کہاں سے آرہی ہیں۔ مالک نے جواب دیا کہ میں خود ان سب کو ساتھ لایا ہوں۔ دُرید نے پوچھا وہ کیوں؟ مالک نے کہا تا کہ میں ہر شخص کے پیچھے اس کے اہل وعیال کو کھڑا کردوں اور پھر وہ ان کی مدافعت میں داد مردانگی دے۔ دُرید نے کہا یہ نہایت غلط رائے ہے تم محض بھیڑوں کا چرانا جانتے ہو بھلا شکست خوردہ جماعت کو کوئی شے میدان میں واپس لاسکتی ہے' سنو! لڑائی کا فیصلہ اگر تمہارے حق میں ہوا تو سوائے مرد کی

تلوار اور اس کے نیزے کے اور کوئی چیز کارآمد نہیں ہوتی اور اگر تمہارے خلاف ہوا تو تم اپنے اہل وعیال اور مال ہر چیز سے ہاتھ دھو بیٹھو گے لیکن مالک پر دُرید کی ان باتوں کا اثر نہ ہوا۔ اور وُہ اپنی ضد پر قائم رہا۔

ادھر سے آنحضرت ﷺ 12 ہزار کی جمعیت لے کر جن میں دس ہزار تو وہی مسلمان تھے جو مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کے لئے آپ ﷺ کے ساتھ مل گئے تھے، مقابلہ کے لئے آگے بڑھے اس موقعے پر آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ کو بنو سلیم کے قبیلے کے ایک سو شہسواروں کا کماندار بنا کر اپنی فوج کے آگے آگے بھیجا۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بنو جذیمہ کے واقعے کو حضرت خالدؓ کی غلط فہمی ہی پر محمول کیا تھا۔

مسلمانوں کی فوج 10 شوال 8ھ کو شام کے وقت حنین پہنچی۔ مخالفین کو مسلمان فوج کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ اور انہوں نے راتوں رات وادی حنین کے دونوں طرف پہاڑیوں کے درمیان اپنے تیرانداز کمین گاہوں میں بٹھا دیئے۔ مسلمانوں کی فوج صبح پو پھٹنے سے پہلے وادی کو عبور کرنے لگی تو اپنی تعداد اور ساز و سامان کو دیکھ کر ان کے دل میں فخر و تکبر کے آثار پیدا ہوئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ اب ہمیں ضرور فتح نصیب ہو گی۔ اس اثنا میں جب وہ وادی کے پیچ در پیچ راستوں میں سے گذر رہے تھے۔ تو کمین گاہوں میں چھپے ہوئے دشمن نے اچانک بڑے زور کا حملہ کیا۔ بنو سلیم کا قبیلہ جس کے کماندار خالدؓ تھے سراسیمہ ہو کر جدھر جس کو موقع ملا۔ ادھر بھاگنے لگا۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس موقع پر صرف چند صحابہؓ رہ گئے۔ آپ ﷺ بھاگنے والے ساتھیوں کو پکارتے رہے لیکن کسی نے آپ ﷺ کی آواز نہ سنی آپ ﷺ اپنے سفید خچر دلدل نامی پر سوار تھے جس کی باگ حضرت عباسؓ نے تھام رکھی تھی حضرت عباسؓ کی آواز بہت اونچی تھی اس لئے آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بلائیں۔ انہوں نے انصار مہاجرین بیت الرضوان میں شریک ہونے والے صحابہؓ کو ایک ایک کر کے بلایا۔ حضرت عباس کی آواز سن کر جو جہاں تھے وہیں رک گئے۔ بھیڑ اور پریشانی کی وجہ سے اپنی سواریوں کا رخ پھیر نہ سکے اس لئے سواریوں سے اتر کر پیدل لڑنے لگے۔ بڑی مشکل سے لڑتے لڑتے کوئی ایک سو صحابہؓ آنحضرت ﷺ کے

Marfat.com

پاس آنے میں کامیاب ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے نعرہ تکبیر کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اس نعرہ کے ساتھ ہی باقی مسلمانوں نے بھی جو دُور دُور لڑ رہے تھے۔ یکبارگی حملہ کر دیا اور دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس غزوہ کے متعلق قرآن مجید کی آیت ہے۔

لقد نصر کم اللّٰہ فی مواطن کثیر ۃ و یوم حنین اذا
اعجبتکم کثر تکم فلم تغن عنکم شیا و ضاقت
علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم
انزل اللہ سکینتہ علیٰ رسولہ وعلی المومنین
وانزل جنودا ثم تروھاو عذب الذین کفر واوذلك جزآء
لکافرین

(مسلمانو) یہ واقعہ ہے کہ اللہ بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کر چکا ہے (جبکہ تمہیں اپنی قلت و کمزوری سے کامیابی کی امید نہ تھی) اور جنگ حنین کے موقع پر بھی جبکہ تم اپنی اکثریت پر اترا گئے تھے (اور سمجھتے تھے کہ محض اپنی کثرت سے میدان مار لو گے) تو دیکھو وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی۔ اور زمین اپنی ساری وسعت پر بھی تمہارے لئے تنگ ہو گئی۔ بالآخر ایسا ہوا کہ تم میدان کو پیٹھ دکھا کر بھاگنے لگے۔ پھر اللہ نے اپنے رسول ﷺ اور مومنوں پر اپنی جانب سے دل کا سکون اور قرار نازل فرمایا اور ایسی فوجیں اتار دیں جو تمہیں نظر نہیں آتی تھیں اور (اس طرح) ان لوگوں کو عذاب دیا جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی۔ اور یہی سزا ہے ان لوگوں کی جو کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

اس غزوہ میں یہ تو یقینی ہے کہ ابتداء میں جب حضرت خالدؓ کے ساتھی قبیلہ سلیم کے افراد بھاگ کھڑے ہوئے ہیں اس وقت حضرت خالدؓ بھی پسپا ہو گئے تھے لیکن دیکھنا صرف یہ ہے کہ کیا حضرت خالدؓ دوبارہ حملہ کرتے وقت بھی موجود تھے یا یہ کہ وہ اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس آئے جب دشمن کو شکست ہو چکی تھی اور قبیلہ ہوازن کے افراد قید کر لئے گئے تھے۔ پہلی صورت میں حضرت خالدؓ پر کوئی الزام اس لئے نہیں لگایا جا سکتا کہ آپ صرف سو سواروں کے ساتھ فوج کے بالکل آگے آگے جا رہے تھے۔ جب حملہ اسقدر

Marfat.com

اچانک اور اتنا سخت تھا جس کا مختصر سا بیان قرآن مجید کے الفاظ میں اوپر مذکور ہو چکا ہے اور جس کی شدت کیوجہ سے مسلمانوں کی بارہ ہزار فوج بھی جم کر نہ لڑسکی تو اکیلے خالدؓ کیا کر سکتے تھے۔

ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ایک مرتبہ واپس ہو جانے کے بعد حضرت خالدؓ دوبارہ جنگ میں شریک نہیں ہوئے تو اس بات سے آپ کی شجاعت و مردانگی پر حرف آتا ہے ایسے دو واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ دوبارہ خوب جم کر لڑے ہیں اور اس طرح پہلی پسپائی اور اس کے داغ کو بھی دھوڈالا ہے اور عرب کی لڑائیوں میں بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی عورت پر ہاتھ اٹھایا جائے عورتیں صرف ایسے مواقع پر قتل ہو جاتا کرتی تھیں جب حملہ آور لڑائی میں اتنا مصروف ہوتا تھا کہ مرد و عورت کی تمیز مشکل ہو جاتی تھی حنین میں حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے عورت بھی قتل ہوئی تو اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ لڑتے وقت آپ انتہائی جوش سے لڑ رہے تھے چنانچہ جب آنحضرت ﷺ کو عین لڑائی میں اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے اس وقت حضرت خالدؓ کو پیغام دیا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو اور پھر یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ اس لڑائی میں آپ بہت سخت زخمی ہوئے آنحضرت ﷺ آپ کی بیمار پرسی کو آئے اور زخموں کو دیکھ کر ان پر اپنا لعاب دہن لگایا جس سے آپ کے زخم بھر آئے۔

محاصرہ طائف

طائف مکہ مکرمہ سے کوئی ۱۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے عرب کے ریگستانی علاقے میں یہ ایک سرسبز وشاداب جگہ ہے یہاں پر ہر قسم کے پھلوں کے باغات ہیں اور اب بھی مکہ میں جو پھل وغیرہ پائے جاتے ہیں وہ اکثر طائف ہی سے آتے ہیں۔

غزوہ حنین میں مخالفین کا سردار مالک بن عوف کچھ لوگوں کے ساتھ میدان سے بھاگ کر طائف پہنچا۔ طائف کے باشندوں نے اسے پناہ دی اور شہر کے دروازے بند کر لئے آنحضرت ﷺ حنین سے فارغ ہوئے۔ اس غزوہ میں جو کچھ مال واسباب آیا تھا اسے جعرّانہ کے مقام پر جمع کر دیا اور مسعود بن عمرو غفاریؓ کو اس کی حفاظت پر مامور کر کے خود

Marfat.com

طائف کی طرف روانہ ہوئے۔اس موقع پر بھی آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ کو انہیں سو سواروں کا کمانداز مقرر فرما کر مسلمانوں کی فوج کے مقدمتہ الجیش کے طور پر آگے بھیجا۔ حضرت خالدؓ اپنے سواروں کے ساتھ طائف پہنچے اور پھر مسلمانوں کی فوج بھی آ پہنچی۔ طائف کا محاصرہ شروع ہوا حضرت خالدؓ ہر روز زور سے مخالفین کو پکارتے تھے۔ھل من مبـــارز (کیا کوئی لڑنے والا ہے) لیکن محصور مخالفین کوئی جواب نہ دیا کرتے۔آخر ایک رات قبیلہ ثقیف کے ایک سردار نے جواب دیا کہ ہم میں سے کوئی بھی لڑنے کے لئے باہر نہیں آئے گا ہم تو اسی طرح اپنے حلقہ کے اندر ہی رہیں گے۔ ہمارے پاس کھانے پینے کا اتنا سامان موجود ہے جو کئی سال تک ہمارے لئے کافی ہے'' محاصرہ کوئی بیس دن تک رہا۔اور ان ایام میں طائف کے آس پاس رہنے والے بہت سے قبائل مسلمان ہوئے آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ واپس جعّرانہ لوٹ جائیں۔ وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے مال غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم کیا جب تقسیم ختم ہوئی تو ایک منافق بول اٹھا اس تقسیم میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا ''الا نقتلہ'' ہم اس منافق کو قتل نہ کر دیں؟ حضرت خالدؓ نے کہا ''الا اضرب عنقہ'' (میں اسکی گردن نہ اڑادوں؟۔ آنحضرت ﷺ نے دونوں کو جواب دیا'' '' لا لعلہ یصلی'' نہیں! اس لئے کہ شاید یہ نمازی ہو)۔

اس موقع پر حضرت خالدؓ کا یہ جملہ بہ ظاہر تو معمولی سا نظر آتا ہے۔لیکن اس سے حضرت خالدؓ کے جس جذبہ کا اظہار ہوتا ہے۔وہ لائق تحسین ہے۔کہ آنحضرت ﷺ کی محبت ان کی رگ رگ میں اس طرح سرایت کر چکی ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ کے متعلق معمولی سی گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور ان کا ایمان یہ ہے کہ جو اس طرح کی گستاخی کا مرتکب ہو اس کی سزا صرف یہی ہے کہ اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے۔

خالدؓ بنو المصطلق کے پاس

بنو المصطلق کا قبیلہ ۷ ہجری میں مسلمان ہو گیا تھا۔۹ ہجری کی ابتدا میں آنحضرت ﷺ نے ولید بن عقبہ کو صدقہ جمع کرنے کے لئے اس قبیلہ کی طرف بھیجا جاہلیت

Marfat.com

کے زمانہ میں ولید اور بنوالمصطلق کی آپس میں عداوت تھی جب ولید ان کی آبادی کے قریب پہنچے تو قبیلہ کے بہت سے لوگ ان کا استقبال اور خوش آمدید کہنے لئے آبادی سے باہر نکلے۔ ولید کو یہ شبہ ہوا کہ شاید یہ لوگ مجھ سے لڑنے کے لئے آئے ہیں۔ اس پر وہ الٹے پاؤں واپس لوٹ آئے اور آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی کو بنوالمصطلق مرتد ہوگئے۔

اس پر آنحضرت ﷺ نے خالدؓ بن ولید کو حکم دیا کہ وہ جائیں۔ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس معاملہ میں جلدی سے کام نہ لینا کم سے کم نماز کے وقت کا انتظار کرنا اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو اس وقت یقین ہو جائے گا کہ وہ اسلام سے پھر گئے ہیں۔ پھر تم جانو اور تمہارا کام حضرت خالدؓ جب وہاں پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ وہ باہر ہی رک گئے۔ اور چند آدمیوں کو صحیح حالات کی خبر لینے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے واپس آ کر بتایا کہ وہ تو مسلمان ہیں اور انہوں نے اپنے کانوں سے اذانوں کی آواز سنی ہے۔ اور ان کو نمازیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے صبح ہوئی تو حضرت خالدؓ خود ان کے ہاں آئے اور ان کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے پاس واپس پہنچ کر ان کو صحیح حالات کی اطلاع دی۔ یہی واقع قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کا شان نزول ہے۔

یا یھا الذین امنو ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجہالۃ فتصبحو اعلی ما فعلتم نادمین

اے ایمان والو اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو کبھی کسی قوم کو نادانی سے ضرر نہ پہنچا دو پھر اپنے کیئے پر پچھتانا پڑے۔

حضرت خالدؓ کو ایسے موقع پر بھیجے جانے سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نگاہ میں ان کی کیا قدر و منزلت تھی آنحضرت ﷺ کو اطلاع مل چکی ہے کہ قبیلہ مرتد ہو چکا ہے۔ اور ایسے وقت میں جب کہ آنحضرت ﷺ مکہ معظمہ سے کامیاب واپس ہو کر مدنیہ منورہ پہنچ گئے ہیں۔ کسی قبیلہ کا اسلام سے پھر جانا یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ وہ پوری قوت سے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ خیال یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ شاہد

یہ اطلاع صحیح نہ ہو اس لئے ایسے شخص کے انتخاب کی ضرورت تھی کہ جو نہ صرف حقیقت حال کو اچھی طرح معلوم کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ بلکہ اس میں یہ بھی قابلیت ہو کہ اگر لڑائی کی صورت پیش ہو تو اپنی عسکری صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکے ان باتوں کے پیش نظر اس اہم موقع کے لئے نظر انتخاب حضرت خالدؓ پر پڑی۔ لیکن ساتھ ہی بنو جذیمہ کا واقعہ آنحضرت ﷺ کے سامنے تھا۔ اس لئے مزید احتیاط کے لئے یہ تاکید کی کہ جلد بازی سے کام نہ لینا بلکہ اچھی طرح معلومات حاصل کرنے کے بعد قدم اٹھانا ایسا نہ ہو کہ بنو جذیمہ کی طرح غلط فہمی کا شکار ہو جاؤ۔

خالدؓ دومتہ الجندل میں۔

دومتہ الجندل مدینہ منورہ اور دمشق کے درمیان طے کے پہاڑوں میں ایک قلعہ کا نام ہے یہ مدینہ منورہ سے کوئی پندرہ دن رات کی مسافت پر واقع ہے۔

آنحضرت ﷺ جب مکہ معظمہ سے کامیاب واپس ہو کر مدینہ منورہ پہنچے تو رجب تک آپ ﷺ مدینہ منورہ ہی میں رہے۔ لیکن اس اثنا میں آپ ﷺ کو خبر ملی کہ غسانی بادشاہ ہرقل روم چالیس ہزار فوج کی مدد لے کر مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے آپ ﷺ نے مناسب یہ سمجھا کہ شام کی سرحد ہی پر ان کا مقابلہ کیا جائے اور اس کے لئے عام تیاری کا حکم دے دیا۔ اس موقع پر منافقین نے مختلف حیلوں سے مسلمانوں میں بزدلی پھیلانے کی کوشش کی لیکن ان کو اپنے مقاصد میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ رجب ۹ ہجری میں آپ ﷺ تیس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے لشکر اسلام نے تبوک کے چشمہ پر پہنچ کر قیام کیا۔ ہرقل آپ ﷺ کو نبی برحق سمجھتا تھا۔ اس لئے جب اسے آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو وہ ڈر کے مارے پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے ہٹ جانے کی وجہ سے باقی عیسائی اور غسانی بھی ادھر ادھر بکھر گئے اور میدان خالی چھوڑ گئے۔

اس کے بعد تبوک کے آس پاس کے چھوٹے چھوٹے سردار آتے گئے اور اطاعت قبول کرتے گئے۔ آپ ﷺ بیس روز تک وہاں قیام پذیر رہے لیکن اس سارے عرصے میں دومتہ الجندل کا حاکم اکیدر بن عبد الملک حاضر نہ ہوا۔ یہ مشہور قبیلہ کندہ سے

Marfat.com

متعلق تھا۔ اور نصرانی مذہب کا پیرو تھا آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ ہی کو اس کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ یہ ایسا موقع ہے کہ تقریباً سارے صحابہؓ سوائے حضرت علیؓ کے آپ کے ساتھ موجود ہیں۔ صرف حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے حکم سے آپ ﷺ کے گھر کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ میں رہ گئے ہیں۔ ان تمام صحابہؓ کے ہوتے ہوئے جب دشمن کے مقابلہ کے لیے کسی کو بھیجا جاتا ہے تو اس وقت نظر انتخاب حضرت خالدؓ ہی پر پڑتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے چار سو بیس سواروں کو ان کی کمان میں دیا اور ان کو حکم دیا کہ اکیدر تم کو نیل گائے کا شکار کرتا ہوا ملے گا۔ اسے گرفتار کر کے لے آؤ۔ جب حضرت خالدؓ روانہ ہوئے تو اتفاقاً اسی وادی میں ایک نیل گائے تھی وہ حضرت خالدؓ اور ان کی جماعت سے بدک کر آگے آگے بھاگنے لگی۔ حضرت خالدؓ سے پہلے نیل گائے اکیدر کے مکان پر جا پہنچی اور دیوار کو اپنے سینگوں سے گھرچنے لگی۔ چھت پر اکیدر اور اس کی بیوی چاندنی رات میں محوخواب تھے۔ اکیدر کی بیوی نے نیل گائے کو دیکھ کر کہا کہ بڑی اچھی نیل گائے ہے اسے چھوڑنا نہ چاہیئے۔ اکیدر فوراً تیار ہوا اس کے چند ساتھیوں نے بھی گھوڑوں پر زینیں کس لیں اور باہر نکلے اکیدر کا بھائی حسان بھی اس کے ساتھ تھا وہ نیل گائے کے پیچھے تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ خالدؓ کی فوج نے ان کو گھیر لیا۔ ادھر سے انہوں نے مقابلہ کیا۔ مقابلہ میں اس کا بھائی حسان مارا گیا۔ اکیدر نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کیا۔ اور اس کے باقی ساتھیوں نے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی۔ گرفتاری کے وقت اکیدر ایک خوبصورت ریشمی قبا پہنے ہوئے تھا۔ حضرت خالدؓ نے وہ اتروا کر آنحضرت ﷺ کے پاس بھیج دی۔

حضرت خالدؓ نے اکیدر کے سامنے تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ اکیدر حضرت خالدؓ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جائے گا۔

۲۔ دومۃ الجندل کا قلعہ مسلمانوں کے حوالے کر دیگا۔ اور

۳۔ دو ہزار اونٹ۔ سو گھوڑے۔ چار سو زرہیں اور چار سو نیزے پیش کرے گا۔

اکیدر نے تمام شرطیں مان لیں۔ اور قلعہ واپس پہنچ کر موعودہ مال حضرت خالدؓ کے حوالے کیا۔ حضرت خالدؓ نے پانچواں حصہ نکال کر باقی اپنے ساتھیوں میں برابر برابر

Marfat.com

تقسیم کیا۔ پھر اکیدر اور اس کے بھائی مصاد کو...... جو قلعہ ہی میں تھا...... ساتھ لے کر مدینہ منورہ آئے۔ اور ان دونوں کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ اکیدر نے کچھ تحفے بھی پیش کئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو صلح نامہ لکھ کر دیا۔ جس میں ان کی جان بخشی کا بھی ذکر تھا۔

خالدؓ نجران میں۔

ربیع الآخر ۱۰ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ کو نجران بھیجا۔ اس مقام پر بنو حارث بن کعب کا قبیلہ رہتا تھا۔ چار سو مسلمان آپ کے کمان میں بھیجے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ تین دن تک متواتر ان کو اسلام لانے کی دعوت دیتے رہو اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کو اسلام کے احکام سکھا دو اور اگر وہ اس سے گریز کریں تو پھر ان سے لڑو۔ آپ جب وہاں پہنچے تو آپ نے اپنی فوج میں سے بعض لوگوں کو اونٹوں پر سوار آگے بھیجا اور حکم دیا۔ کہ مختلف مقامات میں پھر کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دو۔ چنانچہ یہ لوگ گئے۔ اور لوگوں کو اسلام لے آنے کی دعوت دی۔ قبیلہ کے سب لوگ مسلمان ہو گئے اس کی اطلاع ایک خط کے ذریعہ آپ نے بارگاہ نبوت ﷺ میں بھیجی اور مزید ہدایات طلب کیں آنحضرت ﷺ نے ان کو واپس مدینہ منورہ بلایا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوا کہ بنو حارث کے وفد کو ساتھ لیتے آؤ۔

جب حضرت خالدؓ بنو حارث کے وفد کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔ تو آنحضرت ﷺ نے وفد سے پوچھا کہ جاہلیت میں تم اپنے ہر دشمن پر غالب آتے رہے ہو۔ اس کی وجہ کیا تھی۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ اس کے دو سبب تھے ایک تو یہ کہ ہم نے کسی پر ظلم کرنے میں ابتداء نہیں کی۔

آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں خالدؓ کا یہ آخری کارنامہ تھا۔ آپ کے ان کارناموں سے حضرت خالدؓ کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ میرے مسلمان ہونے کے بعد جنگی کاموں میں آنحضرت ﷺ نے کسی دوسرے کو میرے مساوی نہیں کیا'' اسلام لانے

Marfat.com

کے بعد ان کی زندگی کا ہر لمحہ اس حال میں گذرا ہے کہ وہ اسلام کی اشاعت میں مصروف رہے۔ وہ کسی لڑائی میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ وہ ہر سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے اور ہر وقت ان کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

Marfat.com

حضرت خالدؓ......خلیفہ اول کے عہد

Marfat.com

فتنہ ارتداد میں خالدؓ کے کارنامے

آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت عرب کی حالت

اسلام سے برگشتہ لوگوں کے ساتھ کی لڑائیوں کا ذکر کرنے سے قبل یہ بتانا ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت عرب کی حالت کیا تھی؟ اور فتنہ ارتداد کیا ہے؟

جزیرہ عرب کے باشندوں کی اکثریت ان خانہ بدوشوں کی تھی جو کبھی کسی قانون کے پابند نہیں رہتے وہ نہ کسی مذہب کے پیرو تھے اور نہ شہرت اور تمدن کے مبادی سے واقف تھے کفر و شرک چھوڑے ہوئے انہیں بہت زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا۔ فطری طور پر انسان کی طبیعت اپنے پرانے دستور کی طرف مائل ہوا کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ اپنے گذشتہ اخلاق و عادات پر ہی کاربند رہے۔

اسلام نے ان پر کچھ پابندیاں عائد کیں۔ ان کی طبیعتوں کے خلاف ان کو بعض قوانین کے ماننے پر مجبور کیا۔ جاہلیت کی عادت کے مطابق بدلہ لینے سے ان کو روکا۔ زنا کی سزا سنگساری مقرر ہوئی چوری کے بدلے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اور پھر ان احکام کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھا کہ آنحضرت ﷺ کی صحبت سے وہ زیادہ پر متمتع نہ ہو سکے۔ بلکہ اگر ہم یہ کہیں کہ ان کی اکثریت ایسی تھی جن کو آنحضرت ﷺ کی صحبتمیں پل بھر بیٹھنے کا بھی موقع نہ ملا تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ اگر ایسا ہوتا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی صحبت میں بیٹھتے۔ ان کے عادات و اطوار کو دیکھتے ان کے اخلاق اور حسین سلوک سے بہرہ ور ہوتے تو ممکن کیا بلکہ یقین تھا کہ ان کی طبیعتیں بدل جاتیں۔ کفر و شرک کے عقائد سے ان کے دل پاک و صاف ہو جاتے اور

Marfat.com

وہ اسلام کو حقیقی معنوں میں سمجھ کر کبھی اس سے برگشتہ نہ ہوتے۔لیکن ایسا نہ ہوا۔پھر اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی اکثریت صرف اس وجہ سے اسلام لائی تھی کہ ان کے سرداروں نے اسلام قبول کر لیا تھا ورنہ اسلامی تعلیمات سے ان کو کچھ واقفیت نہ تھی۔اسی وجہ سے وہ زکوٰۃ کے حقیقی فلسفہ کو سمجھنے سے قاصر رہے وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ زکوٰۃ مذہب کی ایسی بنیاد ہے جس پر حکومت کی ترقی منحصر ہے وہ اس لیے مقرر کی گئی ہے کہ امیروں سے وصول کر کے غریبوں کی خوشحالی اور ان کی ترقی کے لیے خرچ ہو سکے۔

اس حالت میں جب ان کو آنحضرت ﷺ کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے سوچا کہ اس نئے دین اور نئی پابندیوں سے اپنے آپ کو چھڑانے کا یہی بہترین موقع ہے۔وہ تین جماعتوں میں تقسیم ہو گئے۔ایک جماعت وہ تھی جو اسلام پر قائم رہنے کا تو دعویٰ کرتی تھی لیکن انہوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔دوسری جماعت وہ تھی جو اسلام کو چھوڑ کر اپنے آبائی مذہب کو اختیار کر گئی اور تیسری جماعت ایسی بھی نکلی جو اسلام سے منہ پھیرنے کے بعد اپنے آبائی مذہب کی طرف نہیں گئی بلکہ جھوٹے نبیوں کی پیروکار بن گئی۔اس تیسری جماعت کا یہ خیال تھا کہ آنحضرت ﷺ کی وجہ سے قریش کا قبیلہ سربلند ہوا اسی طرح ہم بھی ترقی کے منازل طے کر لیں گے۔انہوں نے کھلم کھلا اسلام کے خلاف علم اٹھایا اور اسلامی احکام کی نافرمانی کرنے لگے۔

اس طرح تمام سرزمین عرب میں ایک اضطراب کی کیفیت نمودار ہوئی۔لوگ دوبارہ نصرانیت اور شرک کی طرف بھاگنے لگے۔نفاق کا دور دورہ ہوا۔یہود اور نصاریٰ آپس میں مل کر ایک ہو گئے۔مسلمانوں کی حالت اس وقت آنحضرت ﷺ کی وفات اور دشمن کی کثرت کی وجہ سے ایسی تھی۔جس طرح بھیڑ بکریاں جاڑے کی اندھیری رات میں چرواہے کے بغیر رہ جائیں۔الحاد اور ارتداد کا فتنہ زوروں سے پھیلنے لگا۔لوگ اسلام کے سیدھے راستے سے منہ موڑنے لگے۔خداوند کریم کے ارشاد۔

واعتصمو بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

سب مل جل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ کی پرواہ نہ کرتے

Marfat.com

ہوئے اسی رسی کو چھوڑنے لگے۔

اس فتنہ کے وقت عرب کی ساری سرزمین میں صرف مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور طائف کے لوگ اور دیگر قبائل کی ایک معمولی سی تعداد سیدھی راہ پر ثابت قدم رہی۔

یہ تھی مختصر حالت جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد عرب کی تھی ان حالات پر قابو پانے کے لیے مضبوط ارادے۔ پختہ عزیمت۔ اللہ تعالیٰ کی امداد پر کامل یقین اور اپنے ساتھیوں کی مکمل تائید کی ضرورت تھی۔

آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اول

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ تمام اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔ چنانچہ جس طرح آپ نے اس وقت اپنی ثابت قدمی دکھائی تھی جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے انسان کی حالت بھی دگرگوں ہو چکی تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ کی وفات کا انکار کر رہے تھے۔ اور آپ۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آکر ان کو ٹھنڈا کیا۔ اور اس طرح آپ نے فتنہ ارتداد کا مقابلہ بھی پوری شدت سے کیا۔ اور اسلام کو تباہی اور بربادی سے بچا لیا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کا اثر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے زیادہ کس پر ہو سکتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نہ صرف ان کے مربی تھے بلکہ ان کے عمر بھر کے ساتھی بھی تھے یہ حضرت صدیقؓ ہی تھے۔ جو آنحضرت ﷺ کے معمولی سے اشارے پر اپنے گھر کا تمام مال ومتاع لاکر آپ ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا کرتے تھے۔ یہ حضرت صدیق ہی کی شان تھی کہ احد اور حنین کی لڑائیوں میں آپ ﷺ سے ایک لمحہ کے لیے الگ نہیں ہوئے۔ پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلافت کا بوجھ انہیں کے کندھوں پر ڈالا گیا۔ اور فتنہ ارتداد سے اگر خدانخواستہ اسلام کی بنیادیں ہل جاتیں تو اس کے ذمہ دار آپ ہی قرار دیئے جاتے۔ لیکن ان دل شکن حالات نے آپ کے عزم واستقلال میں فرق نہ آنے دیا۔ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی امداد سے مایوس نہیں ہوئے اور ان حالات میں بھی یہ گوارا نہ کیا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے احکام سے سرِ مو روگردانی کریں۔

جیش اُسامہ

غور کیجئے حالات اتنے نازک ہیں عرب کی ساری سرزمین اسلام کی مخالفت پر از سرِنو آمادہ ہو چکی ہے۔ ہر طرف سے یہ خبریں آرہی ہیں کہ مدینہ منورہ پر حملہ ہونے والا ہے۔ صحابہ کرامؓ اور خود حضرت عمرؓ مشورہ دیتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ جیش اُسامہ کو اس لیے رومیوں کے مقابلے پر بھیج رہے تھے کہ حالات ایسے نہ تھے۔ ان نازک حالات میں اس فوج کو مدینہ منورہ ہی میں رہنے دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ مدینہ منورہ پر حملہ ہو جائے۔ اور ہم مدافعت نہ کر سکیں۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے سختی سے انکار کر کے فرمایا کہ کیا آنحضرت ﷺ کی وفات کے فوراً ہی بعد ہم ان کے احکام کی نافرمانی کریں گے؟ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ جس فوج کو آپ ﷺ نے جہاں بھیجنے کا حکم دیا ہے وہ ضرور وہیں جائے گی۔ چالیس دن کے بعد اُسامہ کی فوج مظفر و منصور واپس مدینہ منورہ پہنچ گئی اور بہت سا مال غنیمت بھی ساتھ لائی۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اسلام کی کمزوری کا جو خیال پیدا ہوا تھا وہ بھی ایک حد تک زائل ہونے لگا۔

ابو بکر صدیقؓ اس سے بھی غافل نہ تھے کہ جیش اُسامہ کی روانگی کے بعد مدینہ منورہ کو خالی دیکھ کر مدینہ منورہ کے آس پاس کے مرتد قبائل مدینہ منورہ پر ضرور حملہ کرنے کی کوشش کرینگے۔ اس کی مدافعت کے لیے آپ نے حکم دیا تھا کہ مدینے میں جو لڑنے کے قابل مسلمان باقی ہیں وہ ہر وقت تیار رہیں مرتدین نے حملے کئے بھی لیکن حضرت صدیقؓ خود ان کا مقابلہ کرتے رہے اور اس طرح مسلمانوں کو کوئی قابل ذکر نقصان نہ پہنچا۔ بلکہ کئی بار مرتدین ہی کو شکست اٹھانی پڑی۔

جب جیش اسامہ واپس پہنچا تو اس وقت حضرت صدیقؓ نے ارتداد کے فتنہ کو جڑوں سے اکھاڑنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے گیارہ علم تیار کئے۔ اور گیارہ سردار منتخب فرما کر ایک ایک جھنڈا ہر ایک کو دیا۔ ان کو روانہ کرنے سے پہلے آپ نے ایک عام فرمان لکھا۔ اور اس کی متعدد نقول قاصدوں کے ذریعہ ہر مرتد قبیلہ کے پاس بھیجیں۔ اور ان کو حکم دیا کہ ہر قبیلہ میں جا کر تمام لوگوں کو ایک جگہ جمع کریں اور یہ فرمان سب کو سنا دیں۔ اس فرمان میں

قبائل کو دوبارہ اسلام لانے کی دعوت تھی۔ اس فرمان کو قاصدوں کے ذریعہ سے بھیجنے کے بعد آپ نے ایک ایک دستہ فوج ہر سردار کے حوالے کیا اور ان کو حکم دیا کہ مکہ معظمہ و طائف وغیرہ مقامات پر جہاں جہاں اسلام کے ثابت قدم قبائل ملیں ان میں سے کچھ لوگوں کو قبائل کے گھربار کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر باقیوں کو ساتھ لائیں۔

پہلا علم حضرت خالدؓ بن ولیدؓ کو دیا گیا اور حکم ہوا کہ پہلے طلیحہ بن خویلد اسدی پر چڑھائی کریں اور اس مہم سے فارغ ہو جانے کے بعد مقام بطاح میں جا کر مالک بن نویرہ اسدی کا قلع قمع کریں۔

دوسرا علم عکرمہ بن ابی جہل کو دیا ان کو حکم دیا کہ یمامہ کی طرف جا کر مسیلمہ کذاب پر حملہ آور ہوں۔

تیسرا علم شرجیل بن حسنہ کے سپرد ہوا اور ان کو حکم دیا کہ وہ عکرمہ کی امداد کریں۔

چوتھا علم خالدؓ بن سعید کو ملا اور انہیں حکم ہوا کہ وہ ملک شام کی سرحد کی طرف بڑھیں اور سرحدی قبائل کو راہِ راست پر لائیں۔

پانچواں علم عمرو بن العاصؓ کے حوالے کر کے ان کو حکم دیا گیا کہ مرتدین بنو قضاعہ کی طرف پیش قدمی کریں۔

چھٹا علم حذیفہ بن محصن کو دے کر عمان کی طرف جانے کا حکم دیا گیا۔

ساتواں علم عرفجہ بن ہرثمہ کو دے کر ان کو اہل مہرہ کے مقابلہ پر مامور کیا گیا۔ حذیفہ اور عرفجہ کو ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا گیا کہ دونوں ساتھ ساتھ رہیں جب ملک عمان میں رہیں تو حذیفہ امیر ہو اور جب مہرہ میں پہنچیں تو اس وقت عرفجہ امیر ہو گا۔

آٹھواں علم طریفہ بن حاجز کو دیا گیا اور ان کو حکم ہوا وہ بنو سلیم اور ان کے شریک حال بنو ہوازن کا مقابلہ کریں۔

نواں علم سوید بن مقرن کے ہاتھ میں دیا گیا اور ان کو حکم ملا کہ یمن (تہامہ) کی طرف روانہ ہوں۔

دسواں علم علاء بن الحضرمی کے سپرد کیا گیا اور ان کو اہل بحرین کی طرف جانے کا

Marfat.com

حکم ملا۔

گیارھواں علم مہاجر بن ابی امیہ کو دے کران کو صنعاء میں اسود عنسی کے مقابلہ پر مامور کیا۔

ان تمام سرداروں کو ایک ایک فرمان روانگی کے وقت دیا گیا جس کا مضمون مندرجہ ذیل تھا۔

"یہ عہد نامہ ہے ابوبکر خلیفہ رسول اللہ کی طرف سے جو فلاں سردار کو دیا جاتا ہے جبکہ اسے لشکر اسلام کے ساتھ مرتدین سے لڑنے کے لیے روانہ کیا جا رہا ہے۔ اس سردار سے ہم نے اقرار لیا ہے کہ وہ اپنے تمام کاروبار میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرتدین سے لڑے مگر اتمام حجت کے لیے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دے، اگر وہ اس دعوت کو قبول کریں تو لڑائی سے باز رہے اور اگر وہ انکار کردیں تو پھر ان پر حملہ کردے اور اس وقت تک ان سے لڑتا رہے جب تک وہ اسلام کا اقرار نہ کرلیں۔ پھر ان کو ان کے حقوق وفرائض سے آگاہ کیا جائے۔ جو ان سے واجب ہے وہ لیا جائے۔ اور جو اِن کے حقوق ہیں ان کو دیئے جائیں، اس میں کسی کی رعایت نہ کی جائے۔ مسلمانوں کو دشمنوں کے ساتھ لڑنے سے روکا نہ جائے جنہوں نے احکام خداوندی کا انکار کیا ان سے لڑائی ضرور کی جائے گی۔

اور جنہوں نے دعوت حق کو قبول کرلیا وہ بے گناہ سمجھے جائیں گے جو شخص زبان سے اقرار کر لینے کے بعد وہ کچھ اور عقیدہ رکھتا ہوگا۔ اس کا احساب اس سے اللہ تعالیٰ لے گا۔ جہاں لڑائی ناگزیر ہو اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمان فتح یاب ہوں تو مال غنیمت کا پانچواں حصہ ہمارے پاس بھیجا جائے گا اور باقی سب میں برابر تقسیم ہوگا۔ ہم نے اس کو یہ بھی ہدایت کردی ہے کہ وہ اپنی فوج کو جلد بازی اور فساد سے روکتا رہے۔ کسی اجنبی کو اس وقت تک اپنی فوج میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے جب تک اچھی طرح تحقیق نہ کرلے۔ تاکہ اسلامی لشکر جاسوسوں کے فتنے سے محفوظ رہے۔ یہ بھی ہدایت کردی ہے کہ مسلمانوں سے نیک سلوک کرے۔ روانگی اور قیام دونوں حالتوں میں لوگوں سے نرمی سے پیش آئے اور ان پر رحم کرے۔ اور اسی طرح اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو میں ہمیشہ نرمی اختیار

کرے''۔

یہ تمام سردار ماہ جمادی الاول ۱۱ھ میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور اپنے اپنے مقررہ علاقوں کی طرف بڑھے۔

ان سرداروں کی تقسیم پر غور کیجئے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی سردار کو دو مختلف محاذوں پر جانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ بعض بعض جگہ تو یہ نظر آتا ہے کہ دو سرداروں کو ایک ساتھ جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ صرف حضرت خالدؓ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ دو محاذوں پر جائیں۔ اور معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ جب ان دونوں مقامات سے وہ کامیاب واپس لوٹتے ہیں تو ایک اور محاذ کی طرف روانگی کا حکم ملتا ہے۔ کیونکہ مسلیمہ کذاب کے مقابلے پر جو لشکر بھیجا گیا تھا وہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں ناکام ہوا۔ اس کی گوشمالی کے لیے بھی حضرت خالدؓ کا انتخاب ہوتا ہے۔ پس واضح ہوا کہ جس طرح آنحضرت ﷺ کو ان کی عسکری صلاحیتوں پر اعتماد کامل تھا۔ اس طرح خلیفہ اول بھی ان کی ان صلاحیتوں کے قائل تھے۔

چونکہ حضرت خالدؓ کی کارگزاریوں سے پوری طرح واقفیت حاصل کرنے کے لیے ان تمام حالات کا بیان کرنا ضروری تھا۔ اسے لیے بقیہ دس سرداروں کے حالات کو چھوڑتے ہوئے ہم اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

طلیحہ

اس کا پورا نام طلیحہ بن خویلد اسدی تھا۔ پہلے کاہن تھا اور پھر دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں حجۃ الوداع کے بعد اس نے اس وقت نبوت کا دعویٰ کیا جب اسے آپ ﷺ کی بیماری کا علم ہوا۔ اسے یہ لالچ تھا کہ آنحضرت ﷺ کی طرح اس کی بھی قدر و منزلت بڑھ جائے گی۔

بنی اسرائیل کے بعض قبائل اس کی جماعت میں داخل ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ضرار بن الدرور کو اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی وفات کی وجہ سے وہ اپنی مہم ختم کرنے سے پہلے ہی واپس آ گئے۔ ان کی واپسی سے طلیحہ کو اپنا پروپیگنڈا کرنے کا وقت مل گیا۔ مقفی اور مسجع عبارتیں پڑھ کر لوگوں سے کہنے لگا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف

Marfat.com

سے ہے جو جبریلؑ میرے پاس لایا کرتا ہے اور ان کو حکم دیا کہ آئندہ کھڑے ہو کر ہی خدا کی عبادت کیا کرو۔ نماز میں سجدہ کی ضرورت نہیں۔ عرب کے اکثر قبائل صرف مسلمانوں سے بغض وحسد کی بنا پر اس سے مل گئے۔ بنو غطفان، طی، ذبیان وغیرہ قبائل جو حضرت صدیقؓ سے شکست کھا کر بھاگ گئے تھے اس کے گرد جمع ہو گئے۔

حضرت خالدؓ کی پیش قدمی۔

طلیحہ نے نجدہ کے مشہور چشمہ بزاخہ پر اپنا کیمپ قائم کیا۔ دیگر قبائل کے علاوہ قبیلہ طے کے افراد بھی اس کی مدد کرنے کے لیے اس کے پاس آئے حضرت صدیقؓ نے حضرت عدی بن حاتم کو جو قبیلہ طے سے تعلق رکھتے تھے اپنے قبیلہ کی طرف بھیجا۔ اس نے جا کر ان کو ڈرایا دھمکایا۔ ان میں سے بعض کو قتل کیا۔ آخر وہ راہِ رست پر آئے۔ اور انہوں نے درخواست کی کہ ہمیں صرف تین دن کی مہلت دی جائے تا کہ ہم جا کر اپنے قبیلہ کے ان افراد کو طلیحہ کے ہاں سے واپس لے آئیں جو اس کی فوج میں شامل ہو چکے ہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری مخالفت کی اطلاع سن کر طلیحہ ان سب کو قتل کر دے۔

حضرت عدی نے ان کی یہ درخواست منظور کر لی۔ اس اثنا میں خلیفہ اول نے حضرت خالدؓ کو طلیحہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا تھا۔ حضرت عدی فوراً حضرت خالدؓ کے پاس آئے۔ جو ابھی سخ کے مقام پر تھے۔ اور ان سے درخواست کی کہ وہ تین دن تک رک جائیں یہ بھی بتایا کہ اس طرح آپ کے لشکر میں پانچ سو افراد کا اضافہ ہو جائے گا۔ جب طے کا قبیلہ اسلام لے آیا۔ اور عدی کے قبیلہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر حضرت عدی نے کہا کہ طے کے قبیلے کو ایک پرندہ سمجھو اور جدیلہ کا قبیلہ اس کا ایک پر ہے۔ مجھے چند دن کی مہلت دیجیے شاید جدیلہ بھی اس طرح سیدھی راہ پر آ جائے جس طرح طے والے آ گئے۔ عدی مہلت لے کر جدیلہ میں پہنچے ان کو تبلیغ کی اور آخر ان کے اسلام لانے کی خوشخبری لے کر حضرت خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان قبائل کے مسلمانوں کی وجہ سے مسلمانوں کی فوج میں ایک ہزار افراد کا اضافہ ہوا۔

اب یہاں سے حضرت خالدؓ بزاخہ کی طرف بڑھے۔ آپ نے اپنے دو ساتھیوں

Marfat.com

عکاشہ بن محصن اور ثابت بن الاقرم انصاری کو فوج سے آگے دشمن کی خبر لینے کے لیے بھیجا۔ان کی مڈبھیڑ طلیحہ کے بھائی جسال سے ہوئی جسے انھوں نے قتل کر دیا اس کی اطلاع طلیحہ کو ملی وہ اپنے بھائی سلمہ کو ساتھ لے کر باہر نکلا اور عکاشہ اور ثابت کو شہید کر دیا اور واپس اپنے لشکر کی طرف لوٹ گیا۔حضرت خالدؓ فوج کو لیے آ رہے تھے۔راستہ میں حضرت ثابت کی لاش پڑی تھی۔لیکن اتفاق سے کسی کی نگاہ اس پر نہ پڑی بلکہ وہ اونٹوں کے پاؤں تلے روندے بھی گئے۔اس سے آگے عکاشہ کی لاش تھی جسے لوگوں نے دیکھ لیا۔اور وہ سمجھ گئے کہ دونوں شہید کر دیے گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر سب کو بہت زیادہ افسوس ہوا اور کہنے لگے کہ مسلمانوں کے دو سردار اور ان کے دو شہسوار شہید ہو گئے۔

خالدؓ نے ساتھیوں کی یہ حالت دیکھی اور حضرت عدی بن حاتم کو طے کے قبیلے کا کمانڈار مقرر کر کے عام حملہ کر دیا۔

اس لڑائی میں عیینہ بن حصن انفراری سات سو آدمیوں کو لے کر طلیحہ کی مدد کے لئے آیا لڑائی شروع ہوئی اور بڑے گھمسان کا رن پڑا طلیحہ اس وقت اپنے خیمہ کے پاس چادر اوڑھے وحی کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔جب لڑتے لڑتے مرتدین کے لشکر پر پریشانی کے کچھ آثار نظر آئے تو عیینہ دوڑ کر طلیحہ کے پاس پہنچا اور اس سے پوچھنے لگا کہ کیا جبریلؑ آ گیا ہے یا نہیں طلیحہ نے جواب دیا ابھی نہیں آیا۔عیینہ نے پوچھا کہ پھر اس نے کیا کہا؟ طلیحہ نے جواب دیا کہ ہاں جبریلؑ آ گیا ہے عیینہ پھر لڑائی کے میدان میں آیا اور لڑتے لڑتے جب پریشان ہوا اور لڑائی نے بہت زیادہ زور پکڑا تو دوبارہ طلیحہ کے پاس آیا اور پھر وہی سوال کیا۔طلیحہ نے پہلا جواب دیا عیینہ مایوس ہو کر میدان جنگ میں آیا تھوڑی دیر بعد تیسری بار طلیحہ کے پاس گیا اور پھر اس کا اعادہ کیا طلیحہ نے جواب دیا اس نے مجھ سے کہا ہے کہ اس ایسا واقعہ ظہور پذیر ہوگا جس کو تم کبھی نہیں بھولو گے عیینہ نے کہا۔ٹھیک ہے ایسا ہی ہوگا اور پھر اپنی قوم بنو فزارہ کی طرف مخاطب ہو کر آواز دی کہ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ شخص جھوٹا ہے اس لئے لوٹ جاؤ۔ بنو فزارہ اپنے سردار کی آواز سن کر لڑائی کا میدان چھوڑ گئے ان کو دیکھ کر باقی لوگ بھی بھاگنے لگے کچھ لوگ طلیحہ کے پاس آ کر اس سے پوچھنے لگے کہ ہمیں کیا حکم

دیتے ہو اس نے ان کی بات سنی ان سنی کر دی اور اپنی بیوی کو گھوڑے پر بٹھا کر وہاں سے بھاگ اٹھا۔ بھاگتے ہوئے یہ کہا گیا کہ تم میں سے اگر کوئی میری طرح بھاگ کر اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جان بچا سکتا ہے تو اسے ضرور ایسا کرنا چاہیئے

وہاں سے بھاگ کر وہ ملک شام گیا۔ اور قبیلہ قضاعہ میں سکونت پذیر ہوا بعد میں وہ سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں روم کی لڑائیوں میں اس نے بہت نام پیدا کیا۔ اور وہیں شہید بھی ہوا۔

لڑائی کے میدان سے کچھ فاصلے پر بنو عامر کا قبیلہ فروکش تھا جب انہوں نے دیکھا کہ طلیحہ شکست کھا کر بھاگ گیا ہے۔ تو وہ حضرت خالدؓ کی خدمت میں آئے اور دوبارہ اسلام لانے پر آمادگی ظاہر کی۔ اہل بزاخہ کی طرح انہوں نے بھی حضرت خالدؓ کے ہاتھ پر بیعت کی بیعت کے الفاظ یہ تھے۔

''اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرو کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ گے''
نماز پڑھو گے۔ زکوۃ دو گے۔ اور اپنے اہل وعیال کو بھی اسی کا حکم دو گے وہ جواب میں ''ہاں'' کہہ دیتے تھے۔

اسد اور بنو غطفان کے قبائل جب آپ کی خدمت میں آئے تو ان سے کہا کہ پہلے ان مجرموں کو سامنے لاؤ جنہوں نے مسلمانوں کے گھر بار جلائے اور ان کے اعضا کاٹ دیئے تھے۔ مرتد ہو کر مسلمانوں کو قتل کیا انہوں نے ان مجرموں کو پیش کیا، حضرت خالدؓ نے ان کو قرار واقعی سزائیں دیں۔ اور پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو لکھا کہ بنو عامر کا قبیلہ دوبارہ اسلام لے آیا ہے جنہوں نے مسلمانوں پر ظلم کیا تھا۔ میں نے ان پر بالکل رحم نہیں کیا۔ یہ بھی لکھا کہ سب سے بڑے مجرم قرہ اور ان کے ساتھیوں کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔

حضرت خالدؓ نے بنو فزارہ کے سردار عینیہ کو گرفتار کر لیا اور اسے قرہ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان دونوں کو معاف کر دیا۔ اور پھر حضرت خالدؓ کو لکھا۔

Marfat.com

خدائے اکبر اپنے انعامات کی بارش تمہارے اوپر تیز کرے اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں اور لوگوں سے احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سعی وکوشش سے کام لو مسلمانوں کو قتل کرنے والا جو بھی ہاتھ آئے اسے قتل کئے بغیر نہ چھوڑو تاکہ اوروں کو عبرت ہو اور اسی طرح وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوں ان میں سے جس کو بھی مناسب سمجھو قتل کی سزادو۔

حضرت خالدؓ ایک مہینہ تک بزاخہ کے مقام پر ٹھہرے رہے آس پاس کے لوگوں سے مسلمانوں کے خون کا بدلہ لیتے رہے اور صدقات جمع کرتے رہے۔ اسی اثناء میں ان کو اطلاع ملی کہ بنو فزارہ کی ایک عورت سلمٰی بنت مالک بن حذیفہ نے ان لوگوں کو جمع کر لیا ہے جو طلیحہ کی فوج میں شریک تھے اور شکست کھا کر بھاگ گئے تھے۔ حضرت خالدؓ اپنی فوج کو لے کر اس کے مقابلہ پر آئے سلمٰی خود ایک اونٹنی پر سوار ہو کر سپہ سالاری کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ سلمٰی کی اونٹنی کی حفاظت کرتے کرتے سو کے قریب مرتدین اس کے گرد ڈھیر ہو گئے۔ آخر کار اسلامی فوج سلمٰی کو قتل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ اس طرح بنو اسد کے قبیلے کی سرکشی کا خاتمہ ہو گیا۔

آیئے اب یہ دیکھیں کہ اس لڑائی میں حضرت خالدؓ کی کامیابی کے اسباب کیا تھے۔

1۔ سب سے بڑا سبب تو یہی تھا کہ خالدؓ کی فوج کسی دنیوی لالچ کی وجہ نہیں لڑ رہی تھی۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں دینے نکلے تھے۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ کی امداد کا پورا یقین تھا۔ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کا یہ وعدہ کہ۔

ان تنصروالله ینصر کم ویثبت اقدامکم

اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

ان کے سامنے تھا۔ ان کو معلوم تھا۔ کہ ہم میں سے جو قتل ہو گا وہ شہادت کا رتبہ پا کر درجات عالیہ کا مستحق ہو گا۔ اور جو بچے گا وہ مجاہدین کی جماعت میں شمار ہو گا۔

2۔ حضرت خالدؓ کی روانگی سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ مشہور کر دیا تھا۔ کہ وہ

Marfat.com

عنقریب مزید فوج لے کر کمک پہنچائیں گے۔ اس خبر کے سننے سے دشمن کی ہمت ٹوٹ گئی تھی۔ اور بہت سے ایسے قبائل جو دشمن سے ملنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ وہ ایسا کرنے سے باز رہے۔ اس طرح دشمن کی معنوی قوت تقریباً ختم ہو چکی تھی۔

3۔ حضرت خالدؓ نے جن دو آدمیوں کو فوج کے آگے روانہ کیا تھا۔ وہ شہید ہو گئے تھے۔ ان کی شہادت کی وجہ سے اسلامی فوج میں غصہ اور انتقام کی لہر دوڑ گئی اور وہ پہلے سے زیادہ جوش و خروش کا اظہار کرنے لگے۔

4۔ قبیلہ طے کے مل جانے سے جہاں مسلمان فوج کی تعداد بڑھ گئی وہاں اسی مقدار سے دشمن کی تعداد کم ہو گئی اس لئے کہ یہ وہی لوگ تھے جو طلیحہ کی امداد سے دست کش ہو کر مسلمانوں میں شامل ہو گئے تھے۔

5۔ عینیہ بن حصن کے میدان چھوڑ کر بھاگنے سے دشمن کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے اور وہ بھاگنے پر مجبور ہوئے۔

6۔ خود طلیحہ اسدی جس پر لڑائی کا اصل دار مدار تھا۔ ایک بزدل شخص تھا اور مرنے کی بجائے جان بچا کر بھاگنے کا ارادہ ابتداء سے کر چکا تھا۔

مالک بن نویرہ

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بنو تمیم کا وفد آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر سارے قبیلہ کی نمائندگی کرتے ہوئے اسلام قبول کر چکا تھا۔ واپس جا کر انہوں نے قبیلہ کی ہر شاخ کا ایک امیر مقرر کر دیا۔ زرقان بن بدر صفوان بن صفوان، قیس بن عاصم اور مالک بن نویرہ چاروں انہیں سرداروں میں سے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ کی وفات کی اطلاع بنو تمیم کے قبیلہ میں پہنچی تو ان میں سے بعض تو اس عہد پر قائم رہے جو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کیا تھا۔ چنانچہ وہ صدقہ کا مال با قاعدہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں بھیجتے رہے کچھ ایسے بھی تھے جو مرتد ہو گئے۔ لیکن بعد میں ارتداد سے تائب ہوئے اور دوبارہ راہ راست پر آ گئے پھر کچھ وہ بھی تھے جو اس وقت تک زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرتے رہے جب تک

کہ ان سے لڑائی نہ کی گئی۔ اُن لوگوں کا سردار مالک بن نویرہ تھا۔

حضرت خالدؓ نے جب طلیحہ اور اس کے پیروکاروں کے شوروشر کو ختم کر دیا اور اس طرف سے مکمل طور پر مطمئن ہو گئے تو انہوں نے اپنی فوج کا رُخ بطاح کی طرف پھیر لیا جہاں پر مالک بن نویرہ مقیم تھا۔ مالک نے پہلے ہی سے اپنی قوم کو حکم دے دیا تھا کہ وہ ایک جگہ پر جمع نہ رہیں بلکہ ہر وقت بکھرے ہوئے رہیں معلوم ہوتا ہے کہ مالک کو اس بات کی توقع پہلے سے تھی کہ خالدؓ ضرور حملہ آور ہونگے۔ حضرت خالدؓ جب بطاح پہنچے تو وہاں کسی کو بھی نہ پایا۔ اس پر بڑے حیران ہوئے اپنی فوج میں سے چھوٹی چھوٹی جماعتیں آس پاس کے علاقوں میں روانہ کیں اور انھیں حکم دیا کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اگر کوئی انکار کرے تو اسے میرے پاس حاضر کر دیا جائے لیکن اگر وہ آنے سے بھی گریز کرے تو وہیں اس کا خاتمہ کر دیا جائے حضرت خالدؓ کا یہ حکم درحقیقت حضرت صدیقؓ کے احکام کا امتثال امر تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مرتدین کی سرکوبی پر بھیجتے ہوئے ان سے کہا کہ۔

”جب تم کسی جگہ قیام کرو تو اذان کہہ دیا کرو اگر اس کے جواب میں آس پاس کے رہنے والے لوگوں کی طرف سے بھی اذان کی آواز تمہارے کانوں میں پڑے تو ان لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا کرو۔ اور ان سے لڑو نہیں لیکن اگر وہ اذان نہ کہیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ مرتد ہو چکے ہیں تو پھر ان سے جنگ کرو۔ اس اثنا میں اگر وہ اسلام کی دعوت قبول کرنے کا اعلان کر دیں تو سب سے پہلے ان سے زکوٰۃ کا مطالبہ کر کیا کرو، اگر زکوٰۃ کی ادائیگی پر وہ رضامند ہوں تو ان سے زکوٰۃ جمع کر لو اور اگر انکار کر دیں تو پھر ان سے اسی طرح لڑتے رہو“

اسلامی فوج کی ایک جماعت مالک بن نویرہ کے پاس پہنچی اور اسے اپنی قوم کے کچھ افراد کے ساتھ گرفتار کر کے حضرت خالدؓ کے پاس لے آئی۔

آپ کی خدمت میں پہنچ کر فوجی جماعت کے افراد میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا کچھ لوگوں کا کہنا تھا۔ کہ اذان کے جواب میں ان کی طرف سے اذان کی کوئی آواز نہیں آئی۔ دوسری جماعت کا خیال دوسرا تھا۔ کہ ان کی طرف سے بھی اذان دی گئی۔ اس دوسری

Marfat.com

جماعت کی نمائندگی آنحضرت ﷺ کے جلیل القدر صحابی ابو قتادہؓ فرما رہے تھے۔ کافی دیر بحث و تمحیص کے بعد بھی وہ کسی فیصلہ پر نہ پہنچ سکے حضرت خالدؓ نے اس جھگڑے کے فیصلہ کے لئے دوسرا دن مقرر کیا اور فوج کو حکم دیا گیا کہ مالک اور اس کے ساتھیوں کو قید میں رکھیں۔ اس رات بڑی سخت سردی پڑ رہی تھی۔ حضرت خالدؓ کو قیدیوں کا خیال آیا تو انہوں نے اعلان کر دیا کہ۔

دافئوا اسراکم — اپنے قیدیوں کو گرم کرو

بدقسمتی سے عربی کا یہ لفظ ''دافئو'' ! کبھی کنایہ کے طور پر قتل کے معنی بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ فوج کے سپاہیوں نے یہی مطلب لیا اور ان سب کو قتل کر دیا چیخ پکار کی آواز حضرت خالدؓ کے کانوں پر پہنچی تو خیمہ سے باہر نکلے لیکن معلوم ہوا کہ ان سب کا خاتمہ ہو چکا ہے حضرت خالدؓ نے فرمایا۔

اذا اراد اللہ امر اصابہ — جب اللہ تعالیٰ کو کوئی کام منظور ہوتا ہے تو وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔

ان میں سے ضرار بن الازورؓ نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا۔

اس پر ابو قتادہؓ ناراض ہو کر حضرت خالدؓ سے اجازت لئے بغیر فوج کو چھوڑ کر مدنیہ منورہ چلے گئے اور حضرت صدیقؓ کو مالک کے قتل کا قصہ سنایا۔ حضرت صدیقؓ ان پر سخت ناراض ہوئے ناراضگی کی وجہ یہ تھی کہ ابو قتادہ اپنے کماندار کی اجازت کے بغیر کیوں آئے اور ان کو حکم دیا کہ فوراً جا کر اپنے کماندار کے جھنڈے تلے پڑے رہیں چنانچہ وہ واپس لوٹ گئے اور حضرت خالدؓ کی واپسی تک ان کے ساتھ فوج میں شامل رہے۔

حضرت عمرؓ نے اس واقعہ کو سن کر حضرت صدیقؓ کو مشورہ دیا کہ ''خالدؓ کی تلوار ضرورت سے زیادہ تیز چلتی ہے ان کو معزول کر کے کسی اور کو کماندار مقرر کر دیا جائے تو بہتر ہوگا''۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب میں کہا۔

''عمرؓ ! خاموش رہو۔ اجتہادی لغزش بھی انسان سے ہو ہی جایا کرتی ہے، خالدؓ کو

Marfat.com

برا بھلا نہ کہو۔ جس تلوار کو اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے مقابلہ پر بے نیام کر رکھا ہے میں اسے دوبارہ نیام میں بند نہیں کرنا چاہتا''۔

اور ساتھ ہی حضرت خالدؓ کو دربار خلافت میں حاضر ہونے کا حکم بھیجا چنانچہ وہ واپس لوٹے اور جب وہ مسجد میں تشریف لائے تو حالت یہ تھی کو ان کے جبہ پر تلواروں کے نشان تھے اور دستار میں تیر پیوستہ تھے۔ یہ دیکھتے ہی حضرت عمرؓ، ان کی طرف بڑھے اور سخت سست کہنے لگے۔ حضرت خالدؓ کو خیال ہوا کہ شاید حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی ان کے ہم رائے ہیں اس وجہ سے وہ سب خاموشی سے سنتے رہے پھر حضرت عمرؓ سے آگے بڑھ کر وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس پہنچے اور ان کو اصل حالات سے مطلع کرنے کے بعد معافی کے طالب ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کا عذر قبول کیا۔ البتہ مالک بن نویرہ کی بیوی سے شادی کو انہوں نے بھی ناپسند کیا۔ اور مالک بن نویرہ کے وارثوں کو بیت المال سے خون بہا ادا کر دیا۔

حضرت خالدؓ کی زندگی میں یہ دوسرا واقعہ ہے جس پر بہت زیادہ لے دے ہوئی ہے اس خاص واقعہ پر جو اعتراضات ہوئے ہیں ان کے پیچھے مالک بن نویرہ کی بیوہ سے حضرت خالدؓ کی شادی کا قصہ ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر بالتفصیل روشنی ڈالیں۔

مالک بن نویرہ کے قتل کا واقعہ بنو خذیمہ کے قتل کے مشابہ ہے لیکن بنو خذیمہ کا واقعہ بالکل صاف تھا۔ اس میں یہ امر واضح شکل میں سامنے آتا تھا کہ وہ سب کچھ غلط فہمی کی وجہ سے ہوا مگر مالک بن نویرہ کے قتل کا واقعہ نسبتاً پیچیدہ شکل میں ہے۔ اور اس میں لوگوں کی رائیں بہت ہی مختلف ہیں۔ اگر ان سب کو جمع کر لیا جائے تو بھی اصل حالات پر پوری روشنی نہیں پڑتی اس وجہ سے مشہور مؤرخ ابن سلام لکھتا ہے۔

حدیث مالک مما اختلف فیہ ''مالک کے واقعہ میں اتنا اختلاف ہے کہ جو فلم تقف منہ علی ما نرید کچھ ہم چاہتے ہیں وہاں پہنچ نہیں سکتے''

مالک بن نویرہ کی اسلام دشمنی سے تو کسی کے ہاں مجال انکار نہیں ارتداد کے فتنہ

کے شروع ہوتے ہی وہ مرتدین کی جماعت کا سردار بنا۔ اور ہر وقت اسلام کی مخالفت میں پیش پیش رہا۔ حتیٰ کہ خالدؓ اس کے سر پر جا پہنچے اس کی مخالفت انتہائی حد تک پہنچ چکی تھی۔ اور وہ نہ صرف خود زکوٰۃ دینے سے انکار کرتا رہا بلکہ ایک بار جب صدقہ کے اونٹ جمع کر کے لیجائے جارہے تھے تو اس نے رحرحان کے مقام پر ان سب پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور پھر ان اونٹوں کو اپنے تابعین میں بانٹ دیا تھا۔ اسی واقعہ کے متعلق خود مالک کا یہ شعر مشہور ہے۔

فقلت خذوا اموالکم غیر خائف میں نے ان سے کہا کہ اپنے اپنے مال لے لو
ولا ناظر فیمایجی من الغد ڈرو نہیں۔ اور کل کو پیش آنے والے واقعہ کی طرف نہ دیکھا کرو۔

اس شعر میں مالک نہ صرف اپنے خیال کے متعلق اپنے عزم کا اظہار کرتا ہے بلکہ مستقبل میں بھی اپنے ارادہ پر قائم رہنے کی پیش گوئی کرتا ہے۔

اس طرح جب اقرع بن حابس اور قعقاع بن معبد الدارمی نے جا کر نصیحت کے طور پر اس سے کہا۔ "دیکھو! یہ مال جو تم نے لوٹ لیا ہے اس کی جواب طلبی ہوگی۔ اور یہ واپس مانگا جائے گا۔ اس لئے اسے تقسیم نہ کرو اسے اپنے پاس رہنے دو معلوم نہیں کیا ہو" تو اس نے جواب میں صاف انکار کرتے ہوئے کہا تھا تم مجھے نہیں جانتے میں ایسی باتوں کی پرواہ کرنے والا نہیں۔

یہ تمام واقعات اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ وہ کس حد تک اسلام کا دشمن بن چکا تھا۔ اگر اس کے دل میں اسلام لانے کا ذرا سا خیال بھی ہوتا تو جب اس نے حضرت خالدؓ کی فوج کے آنے کی خبر سنی تھی۔ تو پھر اپنی جماعت کو منتشر ہونے کا حکم کیوں دیا؟ اور آخر وقت تک وہ صدقہ کا مال لے کر کیوں نہ آیا حالانکہ خود اسی کے قبیلہ بنو تمیم کی ایک شاخ کے سردار وکیع بن مالک کی مثال اس کے سامنے تھی۔ اگر اس کی طرح مالک بھی یہ کچھ کرتا تو یقین تھا کہ اس کے عذر کو قبول کر کے اسے معاف کر دیا جاتا۔

ایک طرف تو یہ حالات ہیں دوسری طرف مسلمانوں کی ایک جماعت مالک کے اسلام لانے کی گواہی دے رہی ہے اور اس جماعت کی نمائندگی حضرت ابوقتادہؓ جیسے جلیل

Marfat.com

القدر صحابی کر رہے ہیں اب ہم پہلی رائے پر پورا یقین نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ ابوقتادہ اور ان کے ساتھیوں کو جھوٹ بولنے کی کوئی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ ابوقتادہ صرف گواہی دینے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ جب حضرت خالدؓ، مالک اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرا دیتے ہیں تو ابوقتادہ کو اپنے خیال پر اتنا یقین ہے کہ وہ ناراض ہو کر امیر کی نافرمانی پر تل جاتے ہیں۔ اور ان سے اجازت لئے بغیر جہاد کا میدان چھوڑ کر مدینے میں آتے ہیں اور اس پر مزید یہ کہ اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خالدؓ کو دربار خلافت میں حاضر ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ صرف کسی بدگمانی کی وجہ سے اسلامی لشکر کے کماندار کو ایسی حالت میں ہرگز واپس نہ بلاتے جب وہ دشمنوں کی سرکوبی کر رہا ہو ادھر حضرت عمرؓ اس حد تک ناراض ہو جاتے ہیں کہ وہ خلیفہ اسلام کو خالدؓ کی معزولی کا مشورہ دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر مالک مرتدین میں شامل تھا تو اس حالت میں اس کے قتل کی وجہ سے حضرت خالدؓ پر کون سی ذمہ داری عائد ہو سکتی تھی۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ہی ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ مالک کا خون بہا اس کے وارثوں کو دیتے ہیں خون بہا دینے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مالک بن نویرہ مسلمان تھا اور حضرت خالدؓ نے اسے مسلمان ہونے کے باوجود قتل کیا اور ایسی حالت میں مالک کے ساتھیوں کو قید کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا۔ اگرچہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت صدیقؓ نے حضرت خالدؓ کو دربار خلافت میں حاضر ہونے کا حکم اس وجہ سے نہیں دیا کہ وہ حضرت خالدؓ کو مجرم سمجھ رہے تھے۔ بلکہ جب انہوں نے دیکھا کہ ابوقتادہ فوج چھوڑ کر واپس گئے ہیں۔ تو انہیں یہ ڈر ہوا کہ مبادا ان کی طرح اور لوگ بھی جو حضرت خالدؓ اس فعل کو برا سمجھتے ہوں وہ بھی لشکر چھوڑ کر آ جائیں۔ اس لئے انہوں نے قتادہ کو فوراً لشکر میں شمولیت کا حکم دیا۔ اور حضرت خالدؓ کو اس غرض سے بلایا کہ ان کی رائے معلوم کی جائے۔ اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ واقعی یہ سمجھتے کو مالک اور اس کے ساتھی مسلمان ہو کر قتل کئے گئے ہیں تو پھر بنو خذیمہ کے مقتولین کی طرح مالک اور اس کے سب ساتھیوں کا خون بہا ادا کرتے اور صرف مالک کا خون بہا دینے پر اکتفا نہ کرتے۔ حالانکہ واقعہ یہ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صرف مالک کا خون بہا دیا اور شاید صرف اس خون بہا دینے کی وجہ یہ ہو کہ مالک کا بھائی متمم بن

نویرہ اور اس کا قبیلہ ناراض نہ ہو جائے تالیف قلوب کے لئے خلیفہ اسلام ایسا کرنے میں حق بجانب تھے حضرت خالدؓ کو سخت سست کہنے میں سب سے زیادہ حصہ حضرت عمرؓ کا تھا۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے دور خلافت میں بھی حضرت خالدؓ سے مالک کے قتل کا بدلہ نہ لیا۔ حالانکہ حضرت عمرؓ جیسے سخت گیر انسان سے یہی متوقع تھا کہ اگر وہ واقعی مالک بن نویرہ کو مسلمان سمجھتے اور حضرت خالدؓ کو دشمنی کی وجہ سے اس قابل سمجھتے تو ظاہر ہے کہ خالدؓ کو کبھی معاف نہ کرتے۔

ان تمام واقعات کو دیکھتے ہوئے یقینی طور پر نہ تو کہا جا سکتا ہے کہ مالک مسلمان تھا اور ہی یہ کہ وہ مرتد ہونے کی حالت میں مقتول ہوا۔ رہی یہ بات کہ اگر وہ مسلمان تھا تو حضرت خالدؓ نے ان کو کس شبہ کی بنا پر قتل کیا۔ مؤرخین نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ ایک جواب تو وہی ہے جو اس بحث کے شروع میں ذکر ہوا کہ حضرت خالدؓ نے ''دافؤا'' کا لفظ استعمال کیا اور آپ کے ساتھی یہ سمجھتے کہ یہ ان کو قتل کر دینے کا حکم ہے۔ لیکن یہ بات زیادہ صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ اگر ایسا ہوتا تو کم از کم حضرت خالدؓ اپنی صفائی میں اس کے متعلق ضرور کچھ نہ کچھ کہتے۔ اور پھر یہ کہ اگر یہی واقعہ ہوتا تو ابو قتادہ اور ان کے ساتھی اتنے ناراض نہ ہوتے۔

بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے حضرت خالدؓ سے کہا تھا کہ:۔

''ابو سلیمان اگر تم نے مالک کو کہیں دیکھا تو اسے قتل کے بغیر نہ چھوڑنا''

اس روایت کو اگر صحیح مان بھی لیں تو بھی یہ کوئی عذر نہیں اس لئے عمرو بن العاص کوئی خلیفہ تو تھے نہیں کہ حضرت خالدؓ ان کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ____ چاہے وہ ناجائز ہی کیوں نہ ہو۔ حالانکہ ناجائز حکم اگر خلیفہ بھی دے تو اس کی تعمیل ضروری نہیں۔

کچھ اور لوگوں نے ان سے مختلف جواب دئے ہیں۔ حضرت خالدؓ کی عسکری فطرت کا تقاضا یہی تھا کہ ایسے حالات میں آپ نے وہی کچھ کیا ہو جو آپ سے منسوب ہے

1۔ وہ اشعار جو مالک نے کہے اور جن میں اس نے اسلام چھوڑ دینے کو فخریہ انداز سے ظاہر کیا۔ مسلمانوں سے لاپرواہی برتی اور آنے والے واقعات کو خیال میں لانے کا

Marfat.com

عزم ظاہر کیا، ان سے خالدؓ کو یہی یقین ہوا کہ وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔

2۔ حضرت صدیقؓ کی وہ نصیحت جس کا ذکر گذر چکا ہے اور جس میں آپ نے ان سے کہا تھا کہ جو زکوۃ کا اقرار نہ کرے اس سے لڑو۔ اور یہ تو حقیقت ہے کہ مالک زکوۃ کی ادائیگی کو ٹالتا رہا۔ اس طرح مالک کو قتل کر کے انہوں نے اپنے خیال میں خلیفہ کے احکام کی تعمیل کی۔

3۔ طلیحہ اسدی سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے ان کو لکھا:۔

"اللہ تعالیٰ کی راہ میں پوری کوشش سے کام لو نرم دل نہ بنو۔ ایسے لوگوں پر جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا ہو فتح پاؤ تو ان کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑو۔ ایسے لوگوں کو قتل کرنے کی بھی تجھے اجازت ہے جن کے متعلق تم سمجھتے ہو کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی ہے۔ اور اس کے مقابلے پر آ کھڑے ہوئے ہیں۔"

4۔ خالدؓ اور مالک کی آپس میں گفتگو کا واقعہ۔ جب حضرت خالدؓ کو معلوم ہوا کہ مالک نماز تو پڑھتا ہے لیکن زکوۃ نہیں دیتا۔ تو آپ نے اس سے پوچھا "زکوۃ اور نماز دونوں فرض ہیں۔ ایک کے علاوہ دوسرا قبول نہیں ہوا کرتا" مالک نے جواب دیا "تمہارے ساتھی (آنحضرت ﷺ) بھی یہی کہتے تھے"۔ خالدؓ نے کہا! کیا وہ تمہارے ساتھی نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ تمہاری گردن اڑادوں گا"۔

پھر خالدؓ نے کہا میں تمہیں قتل کرتا ہوں" مالک نے جواب میں پوچھا" کیا تمہارے ساتھی نے تمہیں یہی حکم دیا ہے" حضرت خالدؓ نے کہا تم دوسری بار وہی لفظ کہہ رہے ہو" حضرت خالدؓ نے یہ دیکھ کر کہ وہ آنحضرت ﷺ کو اپنے ساتھی نہیں کہتا یہی یقین کیا کہ یہ نبوت کا انکار ہے جو وہ اشاروں میں کر رہا ہے ابن سعد اپنی کتاب طبقات میں لکھتا ہے کہ عام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اسی گفتگو کی وجہ سے حضرت خالدؓ کو مالک کے مرتد ہونے کا یقین ہوا اور انہوں نے اس کو قتل کرایا۔

ان تمام باتوں کو تسلیم کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ ان سے ارتداد کا شبہ ہی ہو

Marfat.com

سکتا ہے یقین تو پھر بھی حاصل نہیں اور اسلام محض شبہ کی بنا پر کسی کو قتل کرنا جائز قرار نہیں دیتا لیکن جب یہ دیکھا جائے کہ یہ شبہ اتنا قوی ہے جو یقین کی حد تک پہنچ رہا ہے۔ اور پھر خصوصاً جب حضرت خالدؓ کی افتاد طبع کو اس کے ساتھ دیکھا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ حضرت خالد مالک کو قتل کرنے میں معذور تھے اور یہ عذر ایک ایک کر کے اگر قابل قبول نہ بھی ہوں لیکن جب یہ سب جمع ہو جائیں اور مقتول وہ شخص ہو جو اسلام کی عداوت میں پیش پیش رہتا ہو مرتدین کا سرگروہ ہو۔ آخر وقت تک اسلام کی مخالفت پر کمر بستہ رہا ہو اور اپنے قبیلہ کو کل کی پرواہ نہ کرنے کی تلقین کر رہا ہو تو ایسے شخص کے قاتل کو معذور قرار دیا جا سکتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے الفاظ پر غور کرنے کے بعد تو اس بات میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ اگر بالفرض مالک مسلمان بھی تھا تو بھی حضرت خالدؓ نے اسے کسی عداوت یا کسی لالچ کی وجہ سے قتل نہیں کیا بلکہ بنو جذیمہ کی طرح یہاں بھی حضرت خالدؓ ایک انتہائی غلطی کے شکار ہوئے ہیں چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے اصرار کیا کہ حضرت خالدؓ کو معزول کر کے مالک کے قتل کے جرم میں قید کر لیا جائے تو حضرت صدیقؓ فرمانے لگے۔

تاؤل فا خطا فارفع لسانک عن خالدؓ" خالدؓ نے ایک بات کی تاویل کرنے میں غلطی کی اس لئے خالدؓ پر لعن طعن نہ کرو۔

اگر اس قسم کا کوئی واقعہ نہ ہوتا تو ناممکن تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق ان کا عذر مانتے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں اس واقعہ کے فوراً ہی بعد آپ حضرت خالدؓ کو مسیلمہ کے مقابلہ کے لئے بھیج رہے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خالدؓ نے یقیناً خلیفہ کے سامنے ایسے حقائق پیش کئے ہیں جن کی وجہ سے خلیفہ اول نے ان کو معذور سمجھا اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت صدیقؓ یقیناً ان کو قصاص میں قتل کرواتے اور اگر قصاص نہ لیتے تو کم از کم ان کو فوج کی کمانداری کے جلیل القدر عہدے پر باقی نہ رکھتے۔

اب ایک بات اور رہ جاتی ہے اکثر مؤرخین کا بیان ہے کہ مالک کو قتل کر دینے کے بعد حضرت خالدؓ نے اس کی بیوہ کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس واقعہ کی وجہ سے قتل کیا ہے لیکن اس پر تو ہم تفصیلی بحث کر چکے ہیں کہ مالک کا قتل کسی ذاتی عداوت یا کسی لالچ کی وجہ

Marfat.com

سے نہیں ہوا ہاں یہ بات رہ جاتی ہے کہ حضرت خالدؓ نے اس کی بیوی سے شادی کیوں کی بعض مؤرخین نے تو صاف انکار کر دیا ہے کہ مالک کی بیوی سے خالدؓ نے اس وقت شادی نہیں کی۔ لیکن یہ بات قرین قیاس نہیں۔ ایک جماعت ایسی بھی ہے جو کہتی ہے کہ حضرت خالدؓ نے شادی تو کی لیکن درحقیقت مالک نے اپنی اس بیوی کو عرصہ سے طلاق دے دی تھی لیکن جاہلیت کے دستور کے مطابق اسے قید کر رکھا تھا۔ حضرت خالدؓ نے مالک کو قتل کرنے کے بعد اسے اپنے نکاح میں لے لیا۔ لیکن اس بیان کا کوئی خاص ثبوت نہیں۔ امر واقعہ یہی ہے کہ حضرت خالدؓ نے یہ شادی کی اور صرف اس وجہ سے کہ ان کو اس میں کوئی شرعی عیب نظر نہیں آیا۔ ایک مرتد کو انہوں نے قتل کیا اس کی بیوی رہ گئی۔ اسے اپنے نکاح میں لینا شرعی اعتبار سے کوئی بُرا کام نہیں۔ لیکن بڑے لوگوں کی معمولی سی لغزش کو بھی لوگ بہت ہی بڑا سمجھ لیتے ہیں اس لئے کہ ان سے کسی معمولی غلطی کی بھی لوگوں کو توقع نہیں ہوتی اس لئے جب انہوں نے حضرت خالدؓ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا جو شرعی نقطہ نظر سے ٹھیک سہی لیکن عوام کے نقطہ نظر سے صحیح نہیں تھا تو لوگوں نے اس کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا اور نوبت بایں جارسید، کہ یہ الزام بھی لگایا گیا۔ کہ مالک کو صرف اسی وجہ سے قتل کیا گیا کہ حضرت خالدؓ اس کی بیوی سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ یہ سراسر زیادتی ہے لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ انہیں اس وقت شادی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کی باقی باتوں کو مان لیا اور ان کو بے گناہ سمجھا لیکن شادی کے متعلق آپ کو جھڑکنے لگے اور طلاق دینے کے لئے ارشاد فرمایا چنانچہ واقعہ یمامہ کے بعد حضرت خالدؓ نے اسے طلاق دے دی۔

اگر ہم بہت زیادہ خوش فہمی سے کام لیں اور صحابہؓ کی زندگی پر نظر ڈالتے ہوئے یہ سمجھیں کہ شاید حضرت خالدؓ نے مالک کی بیوی سے اس وجہ سے شادی کی ہو کہ کچھ تسلی ہو جائے تو یہ سمجھنا بھی کچھ بے جا نہ ہوگا۔

مسیلمہ کذاب

مسیلمہ کذاب بنو حنیفہ کے قبیلہ کا ایک فرد تھا۔ جب اس قبیلہ کا وفد آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تو اس وقت مسیلمہ بھی اس وفد میں شریک تھا۔ جب یہ وفد مدینہ منورہ کے قریب

Marfat.com

پہنچا تو سب نے بالاتفاق مسیلمہ کو سامان وغیرہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا اور خود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے آنحضرت ﷺ نے ارکان وفد کو ان کی پذیرائی کے طور پر کچھ تحفے وغیرہ دیئے آنحضرت ﷺ نے سن کر فرمایا کہ چونکہ وہ اپنے ساتھیوں کے سامان کی حفاظت کر رہا ہے اس لئے اس کا مقام تم سے یعنی (میری حاضری سے بُرا نہیں) اور مسیلمہ کے لئے بھی ان کے برابر ایک حصہ دیدیا۔ جب یہ وفد واپس جا پہنچا تو مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا آنحضرت ﷺ نے مجھے نبوت میں اپنا ساجھی بنالیا ہے اور اسی لئے تو انہوں نے ارکان وفد سے کہا کہ میری جگہ اس جگہ سے بُری نہیں اگر میں نبوت میں ان کا شریک نہ ہوتا تو میری جگہ ایک نبی کی جگہ کے برابر کیسے ہو سکتی تھی۔ اس کے بعد اس نے مقفی اور مسجع عبارتیں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سنانا شروع کیں شراب اور زنا کو حلال قرار دیا۔ بنو حنیفہ نے اس کی متابعت کر لی اور اس کی امداد کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ قوم اس کے گرد جمع ہو چکی ہے تو اس نے آنحضرت ﷺ کو ایک خط لکھا۔ جو درج ذیل ہے۔

من مسیلمہ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ سلام علیك فانی قدا اشترکت فی الامر معك وان لنا نصف الارض ولقریش نصف الا رض لکن قریشا قوم یعتدون

"اللہ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف السلام علیک میں تمہارا شریک کار بن چکا ہوں آدھی زمین پر ہمارا حق ہے اور آدھی پر قریش کا لیکن قریش ایسی قوم ہے جو اپنی حدود سے تجاوز کرتی ہے"

آنحضرت ﷺ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی مسیلمہ الکذاب سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فان الارض اللہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبة للمتقین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے جھوٹے مسیلمہ کی طرف ان پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو جو سیدھے راہ چلیں امابعد۔ زمین کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اسے دے دیتا ہے اور آخرت کی نیکیاں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں ہی کے لئے ہیں۔

اس اثنا میں نہار الرجال بن عنفوہ کی وجہ سے مسیلمہ کی تحریک کو اور تقویت پہنچی یہ شخص ہجرت کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور مدینہ منورہ میں اس نے قران مجید پڑھا اور اس طرح دینی مسائل سے اپنے آپ کو واقف بنایا آنحضرت ﷺ نے اس کو اہل یمامہ کے پاس بھیجا کہ ان کو دین کی تعلیم دے اور مسیلمہ کے فتنہ کو دبانے کی کوشش کرے لیکن وہاں پہنچ کر مرتد ہو گیا اور مسیلمہ کا ساتھ دینے لگا اس نے مسیلمہ کے لئے اس بات کی تائید کر دی کہ اس نے محمد ﷺ کو یہ بیان کرتے ہوا سنا ہے کہ مسیلمہ کو نبوت میں شریک کر دیا گیا اس شہادت کو لوگوں نے تسلیم کر لیا اور اس کی متابعت میں کہا کہ تم آنحضرت ﷺ سے خط و کتابت کرو اگر وہ تمہاری بات نہیں مانیں گے تو پھر ہم ان کے مقابلے پر تمہاری مدد کرینگے بنو حنیفہ اس شخص سے بہت زیادہ متاثر تھے اور یہ جو کچھ کہتا وہ فوراً مان لیتے مسیلمہ کی طاقت اس نہار الرجال کی وجہ سے روز بروز بڑتی گئی وہ عجیب عجیب الہام لوگوں کو سنایا کرتا۔ اس کے چند الہامات ملاحظہ ہوں۔

"قسم ہے بکری اور اس کے رنگوں کی اور سب سے تعجب انگیز اس کا سیاہ رنگ اور اس کا دودھ ہے سیاہ بکری سفید دودھ کس قدر عجیب بات ہے۔ دودھ میں پانی ملانا حرام کر دیا گیا ہے پھر کیوں تم کو شرم نہیں آتی"۔

اے مینڈک کی بیٹی تو کس قدر پاک صاف ہے، تیرا بالائی حصہ پانی میں رہتا ہے اور زیریں کیچڑ میں تو نہ پانی پینے والے کو روکتی ہے اور نہ پانی کو مکدر کرتی ہے"

"قسم ہے کھیت میں بیج ڈالنے والوں، فصل کاٹنے والوں پھر چکی میں آٹا پیسنے والوں۔ روٹی پکانے والوں۔ ان کا چورا کر کے ملیدہ بنانے والوں اور پھر لقمے بنا کر کھانے والوں کی جو چربی اور مکھن سے کھاتے ہیں۔ اے ساکنان بادیہ تم کو فضیلت دی گئی ہے اور

Marfat.com

شہری تم سے کسی بات میں آگے نہیں ہیں۔اپنے علاقے کی مدافعت کرو۔غریب کو پناہ دواور بدمعاش کو اپنے ہاں سے نکال دو"

اس کی کوشش یہ تھی کہ وہ ہر بات میں آنحضرتﷺ کی نقل اتارے۔ وہ آنحضرتﷺ کی طرح بنوحنیفہ کے بچوں کے سر پر برکت کے لئے ہاتھ پھیرتا تھا ان کے کنوؤں میں اپنے منہ کی کلی کا پانی ڈالتا تھا۔اور اگرچہ وہ جو بھی نقل اتارتا اس کا اثر الٹا پڑتا۔لیکن ان لوگوں کی عقل پر ایسے پردے پڑ گئے تھے۔کہ وہ برابر اس کی متابعت کرتے گئے۔

آنحضرتﷺ کی وفات کے بعد یہ فتنہ روز بروز ترقی کرتا گیا۔صدیق اکبرؓ نے عکرمہ بن ابوجہل کو اس کے مقابلے پر مامور کیا اور شرجیل بن حسنہ کو ان کی امداد کے لئے ان کے پیچھے روانہ کیا۔عکرمہ نے اس خیال سے کہ مسیلمہ کو میں اکیلے ہی ختم کرلوں شرجیل کا انتظار نہ کیا اور اپنی فوج لے کر بنوحنیفہ پر حملہ کر دیا۔ان کے پاس نہ تو اتنی فوج تھی اور نہ اتنا تجربہ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ شکست کھا کر واپس لوٹ آئے۔صدیق اکبرؓ کو جب ان کی شکست کی اطلاع ملی تو آپ نے عکرمہ کو لکھا کہ اس حالت میں مدینہ منورہ واپس نہ آؤ۔تمہارے شکست کھا کر آنے سے لوگوں میں بددلی پیدا ہوگی آپ نے ان کو دیگر اطراف کی جانب بڑھنے کا حکم دیا ساتھ ہی شرجیل کو لکھا کہ میرے دوسرے حکم تک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو حضرت خالدؓ جب بطاح سے مالک بن نویرہ کے قتل کے سلسلے میں مدینہ منورہ آئے اور صدیق اکبرؓ ان سے راضی ہو گئے تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ شرجیل کو ساتھ ملا کر مسیلمہ کی سرکوبی کریں اور ساتھ ہی مزید فوج ان کی کمان میں دے دی اس فوج کے صدیق اکبرؓ نے کئی حصے کئے مہاجرین کی کمان ابوحذیفہ اور زید بن الخطاب کے سپرد کی انصار کی کمان ثابت بن قیس بن شماس کو دی۔اور پھر ان میں ہر قبیلہ کے لئے الگ الگ امیر مقرر فرمایا حضرت خالدؓ تیزی سے بطاح آئے۔جہاں آپ کی پہلی فوج آپ کی منتظر تھی۔اور وہاں پہنچ کر مدینہ منورہ سے جو تازہ فوج ان کی مدد کے لئے مقرر کی گئی تھی۔اس کے آنے کا انتظار کرنے لگے اس فوج کے پہنچ جانے پر حضرت خالدؓ یمامہ کی طرف بڑھے ابھی لڑائی کی

Marfat.com

نوبت نہیں آئی تھی۔ صدیق اکبرؓ نے حضرت خالدؓ کی مدد کے لئے مزید فوج روانہ فرمائی۔

شرجیل نے بھی عکرمہ کی طرح غلطی کی اور خالدؓ کا انتظار کے بغیر خود بنو حنیفہ پر حملہ آور ہوئے اور شکست کھائی اس سے مسیلمہ اور اس کے متبعین کے حوصلے بڑھ گئے۔ حضرت خالدؓ نے شرجیل کے پاس پہنچ کر ان کی جلد بازی پر ان کو ملامت کی۔

جب مسیلمہ کو حضرت خالدؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ چالیس ہزار فوج لے کر عقرباء کے مقابلہ کے لئے نکلا جب مسیلمہ کی فوج ایک رات کی مسافت پر رہ گئی تو حضرت خالدؓ نے شرجیل کو مقدمہ الجیش پر مقرر کر کے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اتفاق سے شب کے وقت ان کی مڈ بھیڑ مجاعہ بن فرارہ سے ہوئی جو چالیس یا ساٹھ آدمیوں کا گروہ لے کر بنا دنبی عامر اور بنو تمیم پر شب خون مارنے کو گیا تھا شرجیل نے مجاعہ کو شکست دی اور اس لڑائی میں مجاعہ کے بغیر کوئی بھی جانبر نہ ہو سکا۔

مسلمانوں کی فوج جب عقرباء کے پاس پہنچی تو اس وقت اگلی صفوں کی کمان خود حضرت خالدؓ کر رہے تھے۔ دائیں بازو پر زید کو اور بائیں بازو پر ابو حذیفہ کو کماندار مقرر کر دیا گیا۔

ایک بار تو دشمن بالکل مسلمانوں کے خیموں میں آ گھسا یہاں تک کہ خاص حضرت خالدؓ کے خیمے کے قریب جہاں ام تمیم کے ساتھ مجاعہ قید میں پڑا تھا پہنچ گیا، لوگوں نے ام تمیم پر تلوار اٹھائی لیکن مجاعہ نے ان کو روکا کہ بنو حنیفہ! تمہاری یہ روایات نہیں ہیں کہ تم عورتوں پر ہتھیار اٹھاؤ'' اور اس طرح ام تمیم کی جان بچ گئی۔ جب مسلمان اپنی قیام گاہ چھوڑ کر پسپا ہونے لگے تو زید بن الخطاب نے پکار کر کہا کہ اس کے بعد اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے جہاں ہم پناہ لیں گے اور یہ کہہ کر آگے بڑھے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ اس کے بعد مشہور صحابی حضرت انس بن مالکؓ کے بھائی براء بن مالک اٹھے۔ ان کی عادت یہ تھی۔ کہ جب یہ جوش میں آتے تو فرط جوش سے کانپنے لگتے کچھ لوگ ان کے روبرو بیٹھ جاتے اور پھر زور سے اٹھ کر ایسا حملہ کرتے کہ دشمن کے چھکے چھڑا دیتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی ان پر یہ حالت طاری ہوئی اور جب یہ حالت ختم ہو گئی تو شیر کی طرح اٹھ کر مسلمانوں کو آواز دی ''مسلمانو! میں براء بن مالک ہوں میرے پاس آؤ'' مسلمانوں کی ایک جماعت ان کے

Marfat.com

ساتھ ہوئی اور آپ دشمن کو تلوار کے گھاٹ اتارتے ہوئے محکم بن الطفیل کے پاس پہنچے جو محکم یمامہ (یمامہ کا مضبوط آدمی) کے نام سے مشہور تھا جب لڑائی اسکے سر پر پہنچی تو ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہا بنو حنیفہ! اب وقت آ گیا ہے کہ شریف زادیاں جبراً لونڈیاں بنائی جائیں گی۔ اور ادنیٰ لوگ ان سے نفع اندوز ہوں گے۔ اگر کچھ بھی غیرت اور حمیت تم میں ہے تو ان کو بروئے کار لانے کا یہی وقت ہے" اور نہایت بہادری سے مسلمانوں سے لڑنے لگا۔

حضرت خالدؓ نے یہ حالت دیکھی تو اپنی فراست سے لڑائی کو طول دینا خلاف مصلحت سمجھا ان کو ڈر یہ ہوا کہ مسلمانوں کی فوج میں مختلف قبائل کے لوگ جمع ہیں اگر کسی ایک کے بھی پاؤں اکھڑ گئے تو بہت ممکن ہے کہ ان کی دیکھا دیکھی سب کے پاؤں اکھڑ جائیں۔ اس لئے یہاں وہ اپنی عسکری قابلیت کو کام میں لائے۔ اور تجویز پیش کی کہ تمام مسلمان علیحدہ علیحدہ صف بستہ ہو کر لڑیں تا کہ ہر قبیلے کی جوانمردی اور کارگزاری نمایاں ہو اور معلوم ہو کہ کس سمت سے مسلمانوں پر سخت یورش ہوتی ہے۔ اس تجویز کے مطابق اہل بادیہ اور شہری مسلمان ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ اور ان میں بھی پھر ہر قبیلہ علیحدہ علیحدہ صف بستہ ہوا اور اپنے اپنے سرداروں کے پرچم کے ماتحت معرکہ کارزار میں جم گئے اور سب نے زور سے دشمن کا مقابلہ شروع کیا۔ اہل بادیہ نے کہا کہ آج ان شہریوں کو لڑائی کا مزہ معلوم ہو گا چنانچہ اسی جماعت کو سب سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ مسیلمہ اپنی جگہ جما رہا دشمن کے زبردست حملے کسی صورت میں کمزور ہوتے نہیں نظر آ رہے تھے۔ خالدؓ نے محسوس کیا کہ جب تک مسیلمہ قتل نہ ہو گا اس طوفان کا سرد ہونا ناممکن ہے کیونکہ بنو حنیفہ اپنے مقتولین سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اسی شجاعت کے ساتھ لڑتے تھے جیسے کہ پہلے لڑ رہے تھے حضرت خالدؓ خود صف سے برآمد ہو کر دشمن کے سامنے آئے اور زور سے پکارا۔

"میں ابن الولید ہوں۔ میں عامر او زید کا فرزند ہوں"

اور ان کے ساتھ مسلمانوں نے بھی نعرے بلند کئے حضرت خالدؓ ذیل کا رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن میں گھس گئے

Marfat.com

انـا بـن اشـياخ وسـيـفـى الشـخـت اعـظـم شـئـى حـيـن يـاتـيـك الـنـفـت

میں سرداروں کا فرزند ہوں اور میری تلوار نہایت خون فشاں ہے (بالخصوص ایسے میں) جب تجھ پر وار کرے۔

جو بھی سامنے آیا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب مسلمانوں کا پلہ بھاری ہوا اور دشمن کو بری طرح کچل دیا گیا۔ مسیلمہ کے قریب پہنچ کر حضرت خالدؓ نے اسے للکارا مسیلمہ نے جواب دیا۔ اور میدان جنگ ہی میں اس نے گفتگو شروع کر دی لیکن حضرت خالد نے اسے زیادہ بولنے کا موقع نہ دیا اور اس پر حملہ آور ہوئے۔ وہ بھاگ اٹھا۔ اس کے بھاگتے ہی اس کے متبعین بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو پکارا کہ خبردار سستی نہ کرنا کسی کو بچ کر جانے نہ دینا۔ اس وقت محکم نے بنو حنیفہ کو آواز دی کہ چل کر باغ میں پناہ لو۔ اتنے میں وحشی نے مسیلمہ پر حملہ کیا جو ایک دوسرے شخص کے سہارے کھڑا تھا اور جس کے منہ سے فرط غضب سے جھاگ نکل رہی تھی۔ وحشی نے اپنے بھالے کو اس کی سمت پھینک کر اس کا کام تمام کر دیا۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیلمہ بھی بنو حنیفہ کے ساتھ باغ کے اندر پناہ لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اور پھر باغ کے اندر قتل کر دیا گیا۔ بہر حال بنو حنیفہ نے باغ کے اندر گھس کر باغ کے دروازے بند کر دیئے۔ لیکن مسلمان اس طرح کب چھوڑنے والے تھے انہوں نے ارادہ کر لیا تھا۔ کہ جب تک بنو حنیفہ میں ایک بھی لڑنے والا موجود ہے اس وقت تک ان کو چھوڑنا نہیں چاہیے چنانچہ براء بن مالک نے لوگوں سے کہا کہ مجھے باغ کی دیوار کے اندر پھینک دو مسلمانوں نے پہلے تو انکار کیا لیکن جب وہ نہ مانے تو انہیں اٹھا کر باغ کے اندر پھینک دیا وہ لڑتے لڑتے باغ کے دروازے تک جا پہنچے اور دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ اب مسلمان سب کے سب اندر جا گھسے اور ایک ایک مرتد کو قتل کرنے لگے۔ اس اثناء میں جبیر بن معطم کے غلام وحشی نے مسیلمہ کو قتل کر دیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ مسیلمہ کا قاتل ایک انصاری تھا۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں نے اسے مشترکہ طور پر قتل کیا ہو۔ بہر حال اس طرح بنو حنیفہ کے ایک ایک جوان کے قتل سے لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔

Marfat.com

یہ ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ بنو حنیفہ کا ایک سردار مجاعہ بالکل ابتداء ہی میں اپنی جماعت کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا چکا تھا۔اس وقت مجاعہ کے ساتھیوں کو تو قتل کر دیا گیا تھا۔لیکن مجاعہ کو زندہ قید میں رکھا گیا تھا اس خیال سے کہ قبیلہ کا سر برآوردہ ہے یرغمال کے طور پر ہمارے قبضہ میں رہے گا تو شاید یہ مفید ثابت ہو۔ چنانچہ جب لڑائی ختم ہوئی اور مسلمانوں کو مکمل فتح نصیب ہوئی تو مجاعہ نے حضرت خالدؓ سے صلح کی درخواست کی آپ نے اس کی صلح کی درخواست مان لی اور شرط یہ ٹھیرائی کہ قلعہ میں جو کچھ مال ومتاع ہوگا وہ مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اگر قلعہ کے اندر نوجوان مرد پائے گئے تو ان کو معافی نہیں دی جائے گی مجاعہ نے یہ شرائط قبول کرلیں اور پھر حضرت خالدؓ سے اجازت مانگی کہ جا کر قلعہ والوں سے بھی مشورہ لے۔ مجاعہ جب قلعہ میں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں پر سب بوڑھے بچے اور عورتیں ہیں مجاعہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شرائط نرم کرا دی جائیں چنانچہ اس نے قلعہ میں محصور سب کو قلعہ کی دیوار پر بٹھایا اور واپس آکر حضرت خالدؓ سے کہنے لگا کہ قلعہ والے ان شرائط کو نہیں مانتے وہ سب دیواروں پر جمع ہو گئے ہیں۔ میں ان کی ذمہ داری نہیں لیتا۔ حضرت خالدؓ کو یہ خیال تھا کہ مسلمان بہت تھک چکے ہیں اس لئے شرائط نرم کر دیں اور صلح کے بعد جب قلعہ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں تو صرف بوڑھے بچے اور عورتیں ہیں تو مجاعہ سے کہا کہ تم نے مجھے دھوکہ دیا۔ مجاعہ نے کہا کہ میں کیا کرتا میری قوم تھی اور میں نے کچھ نہ کچھ ان کے لئے کرنا تھا۔ حضرت خالدؓ چونکہ وعدہ کر چکے تھے اس وجہ سے اپنے وعدے کے پابند رہے۔ اسی اثناء میں حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کو لکھا کہ بنو حنیفہ میں سے جو بھی مرد ملے ان سب کو قتل کر دو۔ لیکن حضرت خالدؓ جو شرائط صلح کر چکے تھے انہیں کے پابند رہے۔

اس لڑائی میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے جن میں 360 تو صرف مدینہ منورہ کے باشندے تھے شہدا میں کئی سو حافظ قرآن بھی تھے اور اسی لڑائی کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے صدیق اکبرؓ کو یہ مشورہ دیا۔ کہ قرآن مجید کو محفوظ کر لیا جائے۔

لڑائی ختم ہونے اور مصالحت کے بعد حنیفہ بیعت کرنے اور اپنے سابقہ اعمال

Marfat.com

سے بیزاری کا اظہار کرنے کے لئے حضرت خالدؓ کے پاس آئے سلمہ بن عمیر نے مجاعہ سے کہا کہ مجھے بھی حضرت خالدؓ کے پاس لے چلو۔ اس کا ارادہ یہ تھا۔ کہ اچانک حملہ کر کے حضرت خالدؓ کا کام تمام کردے مجاعہ نے پہلے حضرت خالدؓ سے اجازت مانگی اور پھر اسے لے کر آپ کے پاس آیا۔ سلمہ نے تلوار چھپائی ہوئی تھی۔ حضرت خالدؓ نے اس کی جامہ تلاشی لی۔ تو تلوار نکل آئی۔ بنو حنیفہ کو اس پر بڑا غصہ آیا اور اس سے کہنے لگے کہ اگر تم یہ حرکت کرتے تو یہ سمجھا جاتا کہ اس میں سارے قبیلے کا ہاتھ ہے اور اسکی سزا سب کو ملتی اس نے بہت منت سماجت کی لیکن بنو حنیفہ نے اسے قید میں ڈال دیا۔ ایک رات کو موقع پا کر وہ پھر حضرت خالدؓ کے خیمے کی طرف روانہ ہوا لیکن لوگوں نے اسے پہچان لیا۔ اور اس کو پکڑنے لگے۔ لیکن اس نے اپنی تلوار سے اپنی شہ رگ کاٹ ڈالی۔ اور ایک کنوئیں میں اپنے آپکو گرادیا۔

حضرت خالدؓ نے بنو حنیفہ کا ایک وفد حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں بھیجا۔ جب یہ وفد آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تم لوگوں نے یہ کیا حرکت کی کہ اسلام سے باغی ہو گئے۔ انہوں نے کہا۔

اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! ہم کو یہ مصیبت جس کی وجہ سے پہنچی ہے اس کی اطلاع تو آپ کو ہے ہی۔ وہ ایسا منحوس شخص تھا کہ اس کے اس فعل سے نہ اسے کچھ فائدہ پہنچا اور نہ اس کے قبیلے کو۔ پھر حضرت صدیق اکبرؓ نے ان سے پوچھا کہ وہ تمہیں کیا کہا کرتا تھا۔ جس کے جواب میں انہوں نے مسیلمہ کی کچھ باتیں سنائیں آپ نے سن کر فرمایا سبحان اللہ! یہ تو ایسا کلام ہے کہ کسی فاجر آدمی کا بھی نہیں ہو سکتا۔ معلوم نہیں وہ تمہیں کہاں بہکا کر لے گیا تھا۔

بنو حنیفہ کے واقعہ کے اختتام پر یہ دیکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ کونسی وجوہات تھیں۔ جن سے مسیلمہ کو اتنی قوت اور اتنی طاقت حاصل ہوئی جو کسی اور جھوٹے نبی کے حصے میں نہیں آئی۔ اور جن سے وہ دیر تک ثابت قدم رہا اور لڑتا رہا۔ بڑے بڑے اسباب مندرجہ ذیل نظر آتے ہیں۔

1۔ نہار الرجال کی شہادت کہ اس نے محمد ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ "مسیلمہ ان کے ساتھ نبوت میں شریک ہو گیا ہے" اہل یمامہ نے اس کی گواہی کو سچا مانا اور

Marfat.com

اسکی دعوت پر لبیک کہا۔ اوران میں بعض ایسے تھے جو یہ سمجھتے رہے کہ ہم بنی کے جھنڈے تلے لڑ رہے ہیں۔

2۔ یہ لڑائی صرف نبوت ہی کی خاطر نہیں تھی بلکہ اس میں جاہلیت کا خون بھی کارفرما تھا چنانچہ شرجیل بن مسیلمہ کذاب کا یہ قول مشہور ہے۔ کہ آج کی لڑائی غیرت کی لڑائی ہے۔ اپنی عزت اور اپنی عورتوں کی حفاظت کے لئے کٹ جاؤ''۔

3۔ اہل یمامہ اپنی سرزمین میں لڑ رہے تھے اور مسلمانوں کی فوج دور دراز کا سفر قطع کر کے آئی تھی اور یہ ظاہر ہے کہ اپنے ملک میں لڑنے والے زیادہ ہوشیاری سے لڑ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کو چپہ چپہ کا علم ہوا کرتا ہے۔

4۔ عکرمہ اور شرجیلؓ کی سرکردگی میں مسلمان فوجوں نے شکست کھائی اس سے ان کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ اپنے آپ کو فاتح سمجھنے لگے لڑائی میں حوصلہ کی بلندی جو کام دے سکتی ہے وہ کوئی دوسری طاقت نہیں دے سکتی۔

ان تمام باتوں کے باوجود بنو حنیفہ نے آخر شکست کیوں کھائی۔ اس کا جواب ایک ہی ہے۔۔۔ حضرت خالدؓ کی عسکری قابلیت۔ اگر وہ اپنی عسکری قابلیت سے فوج کو جدا جدا تقسیم نہ کرتے۔ اگر وہ دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر ایک ایک کو اپنے مقابلہ پر بلا کر اس کو موت کے گھاٹ نہ اتارتے۔ اگر مسیلمہ کے سامنے آتے ہی ان پر اچانک حملہ نہ بول دیتے تو مسلمانوں کی کامیابی ایک مشکل کام تھا۔ اور پھر حضرت خالدؓ کی شجاعت اور سپہ سالاری کے ساتھ انکے ساتھیوں کی جوانمردی اور بہادری۔ موت سے بے خوفی بلکہ شہادت کی تمنا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امدادی فوج۔ یہ مسلمانوں کی فتح و نصرت کے دیگر اسباب تھے۔

حضرت خالدؓ جب اہل یمامہ سے فارغ ہو گئے تو یمامہ ہی کی ایک وادی میں قیام پذیر ہوئے جس کا نام وبر تھا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے احکام کا انتظار کرنے لگے۔ یہیں پر ان کو عراق کی طرف بڑھنے کا حکم ملا۔

Marfat.com

فتوحات عراق

1	ابلہ	7	ابنار
2	مذار	8	عین التمر
3	ولجہ	9	دومتہ الجندل
4	الیس وامیغشیا	10	حصید وخنافس
5	مقر	11	میصح
6	حیرہ	12	ثنی وزمیل
13	خراض		

1۔ ابلہ۔

11 ھ کے اواخر میں جب سرزمین عرب کا اندورنی خلفشار ختم ہو گیا اور مرتدین عرب دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تو مسلمانوں میں ایک قسم کی عام جرأت بڑھ گئی۔ ان میں سے بعض حیرہ اور ابلہ کی طرف سے عراق کیا طراف پر حملے کرنے گے۔ جب عراق کے لوگ ان کو گرفتار کرنے یا سزا دینے کے لئے نکلتے تو وہ صحرا میں دور چلے جاتے اور ان کا پتہ لگانا ناممکن ہو جاتا۔ چونکہ اہل عراق اس گھریلو جنگ میں ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے۔ اس وجہ سے ان میں جرأت دن بدن بڑھتی گئی۔ اور ایرانیوں کے مقبوضہ علاقے پر ان کے حملے اور تیزی اختیار کر گئے۔

انہی مسلمانوں میں سے ایک شخص مثنیٰ بن حارثہ نے حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ کو ان حالات سے مطلع کیا۔ اور ایران و عراق سے ان کی سرکشی کا بدلہ لینے کے لئے موقع کو مناسب سمجھ کر حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ سے مدد طلب کی مثنیٰ کا خط حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس اس وقت پہنچا۔ جب حضرت خالدؓ مسیلمہ اور بنو حنیفہ کی سرکوبی سے فارغ ہو چکے تھے اور وادی وبر میں اقامت پذیر تھے حضرت صدیق اکبرؓ نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ اور ارتداد کے فتنے کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے والے اور فتنہ کے جھنڈوں کو سرنگوں کرنے والے خالدؓ کو بلا بھیجا کہ ایرانی شہنشانیت کا خاتمہ کر دے۔

حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ نے 12 محرم 12 ہجری کو حضرت خالدؓ کو عراق و ایران کی مہم پر روانہ فرمایا اور ان کو ہدایات دیں کہ وہ ابلہ کی چھاونی سے اپنی فوج کشی کی ابتدا کر دیں۔ اسی طرح ایک اور کمانداز حضرت عیاض بن غنم کو فوج دے کر روانہ فرمایا اور ان کو ہدایات دیں کہ وہ شمال کی طرف مصیح کے مقام سے ابتداء کریں۔ اور ساتھ ہی دونوں کو یہ حکم دیا کہ مرتدین سے جہاد کرنے والوں میں سے جو شخص واپس آنا چاہے اس کو واپسی کی اجازت دیدی جائے۔ اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کی کہ وہ لوگ جو ابھی ارتداد سے تائب ہو کر مسلمان ہوئے ہیں ان کو اپنی فوج میں شامل کرنے سے احتراز کیا جائے۔ دونوں کمانداروں نے مجاہدین کو جو ان کے پاس تھے واپسی کی عام اجازت دے دی لوگ چونکہ

عرصہ سے مصروف بیکار تھے۔ اس وجہ سے قدرتی طور پر ہر ایک کے دل میں یہ خواہش تھی کہ اپنے گھر واپس جائے چنانچہ بہت سے لوگ واپس ہوئے اور مجاہدین کی تعداد بہت کم رہ گئی۔ یہ حالت دیکھ کر دونوں نے حضرت صدیق اکبرؓ سے مدد کی درخواست کی آپ نے عیاض کی امداد کے لئے غوث حمیری کو اور حضرت خالدؓ کی امداد کے لئے قعقاع بن عمرو کو روانہ فرمایا۔ کسی نے کہا کہ کیا آپ ایسے شخص کی امداد کے لئے صرف ایک آدمی کو بھیج رہے اور جس کی اکثر فوج کٹ چکی ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب میں فرمایا کہ جس فوج میں اس طرح کا ایک بھی انسان ہو وہ کبھی شکست نہیں کھا سکتا۔

ان دنوں ابلہ کی چھاؤنی کا گورنر ہرمز نامی ایک شخص تھا۔ حضرت خالدؓ نے عراق کی طرف پیش قدمی کرنے سے پہلے اسے خط لکھ کر دھمکی دی آپ نے لکھا۔

"امابعد اسلام پر ایمان لے آؤ تو سلامتی سے رہو گے اور یا اپنی ذمہ داریاں ہم پر ڈال دو یعنی جزیہ دینا قبول کر لو۔ تو پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ دونوں باتیں نہیں مانتے تو نتائج کے لئے اپنے آپ کو برا بھلا کہو۔ اس لئے کہ میں تمہارے مقابلے میں ایسی قوم لے کر آرہا ہوں جو موت کی تمنا اس طرح کرتی ہے جس طرح تم زندہ رہنے کی آرزوئیں کرتے رہتے ہو"۔

جب حضرت خالدؓ دشمن کے قریب پہنچے تو انہوں نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک جماعت کو مثنیٰ کی کمان میں دے کر مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے روانہ کیا۔ اس کے بعد دوسری جماعت کو عدی بن حاتم کے زیر کمان بھیجا۔ اور آخر میں بقیہ فوج لے کر آگے بڑھے مشورہ یہ ہوا تھا۔ کہ ساری فوجیں حفیر کے مقام پر آپس میں مل جائیں اور پھر ایک ساتھ دشمن کا مقابلہ کریں۔

ہرمز کو جب حضرت خالدؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے ایران کے بادشاہ اردشیر کو فوراً اطلاع دی اور خود اپنی فوج اور اپنے مشیروں کو لے کر تیزی سے کواظم کی طرف روانہ

(حفیر ایک چشمے نام جو بصرہ سے چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے معجم البلدان جلد 3 صفحہ 203+)

Marfat.com

ہوا۔ اسے یہ خیال تھا کہ مسلمانوں کی فوج کواظم ہی کی طرف بڑھے گی۔ لیکن جب اسے اطلاع ملی کہ مسلمان تو حفیر کے مقام پر جمع ہو رہے ہیں تو اس نے بھی حفیر کا رخ کیا اس نے قباذ اور انوشجان کو مقدمتہ الجیش پر مقرر کیا۔ یہ دونوں بھائی تھے جن کا سلسلہ نصب اردشیر اکبر تک پہنچتا تھا۔ اس لڑائی میں ثابت قدم رہنے کے خیال سے انہوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے جکڑ لیا تھا کہ کوئی بھاگ نہ سکے۔ اگر چہ اس پر بعض لوگوں نے ان سے کہا بھی کہ تم تو خود ہی اپنے آپ کو پا بجولاں کر رہے ہو لیکن ہرمز اپنی ضد پر قائم رہا جب حضرت خالدؓ کو اطلاع ملی کہ دشمن خضیر کے بجائے کواظم پہنچ گیا۔ اور پہنچتے ہی پانی کے ذخائر پر قبضہ کر لیا فوج کے لئے حسب منشاء مقام منتخب کر کے وہاں اپنے خیمے لگوادیےحضرت خالدؓ جب پہنچے تو پانی پر قبضہ ہو چکا تھا۔ جہاں جگہ ملی وہیں فوج کو خیمے نصب کرنے کا حکم دیا۔ جب خالدؓ کے ساتھیوں نے ان سے کہا کہ پانی پر مخالفین کا قبضہ ہے تو آپ نے اپنے نقیب کے ذریعے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ "سب پہلے سب لوگ سامان اتار دیں اور پھر دشمن سے پانی چھین لینے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم پانی پر تو اسی جماعت کا قبضہ ہوگا۔ جو لڑائی میں ثابت قدم رہے اور اپنی شرافت کا ثبوت دے"

چنانچہ مسلمانوں نے اپنے امیر کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے سامان اتار لیا اور میدان جنگ میں کود پڑا۔

مسلمان اپنے دشمن سے الجھ گئے۔ ہرمز میدان میں نکلا تو اس نے حضرت خالدؓ کو اپنے مقابلے کے لئے بلایا۔ دوسری طرف اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر رکھا تھا۔ کہ حضرت خالدؓ نے چند بھرپور وار کئے اور ہرمز کے ساتھیوں نے اصول جنگ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حضرت خالدؓ پر حملہ کر دیا۔ لیکن خالدؓ کب چھوڑنے والے تھے۔ انہوں نے اس کے ساتھیوں کے حملہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہرمز کا کام تمام کر دیا مسلمانوں کے ایک افسر

(کواظم سمندر کے کنارے بصرہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک نہایت ہی خوش فضا مقام ہے معجم البلدان) (جلد 7 صفحہ 208) --

قعقاع بن عمر نے یہ حالت دیکھی تو ساتھیوں کو لے کر حضرت خالدؓ کی امداد کو پہنچ گئے اور حملہ کرنے والوں پر پل پڑے۔ اور ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہرمز کے مارے جانے پر دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے حضرت خالدؓ رات تک مال غنیمت جمع کرتے رہے اس مال غنیمت میں اور چیزوں کے علاوہ زنجیریں بھی ہاتھ آئیں جن کا وزن ایک ہزار رطل تھا۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کو غزوہ ذات السلاسل کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اب حضرت خالدؓ نے کوچ کا حکم دے دیا اور فوج کو لے کر آگے بڑھے سامان ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ یہاں تک کہ وہ اس مقام پر پہنچے جہاں اب جسر اعظم (بڑا پل) واقع ہے بصرہ کا شہر ابھی آباد نہیں ہوا تھا۔ حضرت خالدؓ نے یہاں سے فتح کی خوشخبری کے ساتھ مال غنیمت کا پانچواں حصہ مدینہ منورہ میں حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔

فارس کے لوگوں میں دستور تھا کہ وہ اپنی خاندانی عزت وشرافت کے مطابق اپنی ٹوپی بنوالیا کرتے تھے جس کی عزت درجہ کمال کو پہنچ جاتی تھی، وہ ایک لاکھ کی قیمتی ٹوپی پہنا کرتا تھا۔ ہرمز اسی گروہ میں سے تھا۔ مال غنیمت میں ہرمز کی ٹوپی بھی شامل تھی۔ اس ٹوپی پر حضرت ہی کا حق تھا۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

(اس جگہ یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے بعض مورخین نے کہا ہے کہ حضرت خالدؓ نے سب سے پہلے بانقیا بار وسما الیس پر حملہ کیا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت خالدؓ کی پہلی لڑائی ابلہ کے فتح کرنے کے لئے ہوئی ہم نے اس دوسری جماعت کی بات کو ترجیح اس لئے دی کہ ایک تو اکثر مورخین یہی کہتے ہیں اور دوسرے یہ کہ حضرت ابو بکرؓ کے جو احکام حضرت خالدؓ کو پہنچے تھے ان میں کہا گیا تھا کہ عراق کی طرف بڑھو اور فرج الہند سے اپنی فتوحات کا آغاز کردو جو ابلہ کے نام سے مشہور ہے نیز فوجی اعتبار سے بھی یہ اس لئے صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اگر آپ پہلے ابلہ کی طرف نہ بڑھتے تو سب سے بڑا دشمن ہرمز آپ کے پیچھے رہ جاتا اور یہ تو ظاہر ہے کہ لڑائی کے وقت کسی دشمن کو اپنے پیچھے رہنے دینا کتنا نقصان وہ ہے چاہے وہ کمزور ہی کیوں نہ ہو اور حضرت خالدؓ جیسا جرنیل اس فوجی غلطی کا مرتکب کیونکر ہوسکتا ہے۔)

من قتل قتیلا فله سلبه، جو کسی دشمن کو جہاد میں قتل کر دے تو اس کے سامان کا حق دار وہی ہے۔

لیکن اس کے باوجود حضرت خالدؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی اجازت کے بغیر اتنی قیمتی چیز لینی مناسب نہ سمجھی فتح کی خوشخبری کے جواب میں صدیق اکبرؓ نے وہ ٹوپی حضرت خالدؓ کو دے دی۔

مال غنیمت میں ایک ہاتھی بھی تھا۔ جب یہ ہاتھی مدنیہ منورہ پہنچا تو لوگوں کو دکھانے کے لئے سارے شہر میں پھرایا گیا۔ بوڑھی بوڑھی عورتیں اس ہاتھی کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئیں اور کہنے لگیں کہ کیا یہ واقعی کوئی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے وہ یہ سمجھیں کہ یہ کوئی بناوٹی چیز ہے اس ہاتھی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس قاصد کے ساتھ حضرت خالدؓ کے پاس واپس بھیج دیا۔

2۔المذار

مذار وسط اور بصرہ کے درمیان ایک قصبہ ملسان میں واقع ہے۔ جو بصرہ سے چار دن کی مسافت پر ہے یہیں پر عبداللہ بن علی بن ابی طالبؓ کا مزار ہے یہاں کے باشندے غالی قسم کے شیعہ ہیں ثینی'' ہر نہر اور ہر پہاڑ کے موڑ کو ثینی کہا کرتے ہیں۔ مذار کے مقام پر حضرت خالدؓ کی جو لڑائی ہوئی اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ہرمز نے اردشیر کو حضرت خالدؓ کے حملہ کی اطلاع دی تو اس نے ہرمز کی امداد کے لئے قارن بن قریانس کی سرکردگی میں فوج روانہ کی۔ یہ فوج مدائن سے روانہ ہو کر جب مذار کے مقام پر پہنچی تو یہاں اسے ہرمز کی شکست یافتہ فوج ملی۔

ان لوگوں نے آپس میں عہد و پیمان کئے۔ فارس اور اہواز کے مفرور سپاہیوں نے سواد اور جبل کے بھاگے ہوئے سپاہیوں سے کہا کہ اگر تم میں آج انتشار ہو گیا تو پھر کبھی جمع ہونے کا موقع نہیں ملے گا۔ اس لئے فوراً واپسی کے لئے متحد ہو جاؤ۔ قارن جیسا سردار ہمارے ساتھ ہے۔ ممکن ہے خدا ہماری مدد کرے اور ہم دشمن پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں اور اپنے نقصانات کی تلافی کر سکیں۔ چنانچہ سب جمع ہو گئے اور مذار میں ان کا ایک

Marfat.com

طاقت ور لشکر تیار ہو گیا۔ قارن نے اپنے محفوظ دستوں پر ہرمز کے شکست خوردہ سرداروں قباذ اور نوشجان کو متعین کیا دشمن کی ان تیاریوں کی اطلاع حضرت خالدؓ کو بھی ملی آپ نے مال غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم کیا اور پانچواں حصہ فتح کی خوشخبری کے ساتھ ولید بن عقبہ کے ساتھ دربار خلافت میں ارسال کیا۔ اور ساتھ ہی یہ اطلاع بھی دی کہ دشمن کی فوج دوبارہ جمع ہو رہی ہے۔

خالد ان امور سے فارغ ہو کر دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلے اور مذار میں قارن کی فوجوں کے بالمقابل اپنی افواج کو صف آراء کیا۔ لڑائی شروع ہو گئی اور دونوں فریق نہایت ہی غیظ و غضب سے لڑنے لگے۔ قارن نے میدان میں نکل کر اپنا مد مقابل طلب کیا۔ مسلمان فوج سے حضرت خالدؓ اور معقل بن الدعشی بہ یک وقت مقابلے کے لئے قارن کی طرف لپکے۔ معقل نے حضرت خالدؓ سے پہلے ہی اس کو جالیا اور چشم زدن میں اسے ڈھیر کر دیا۔ اسی وقت عاصم نے اہل فارس کے دوسرے نامور انوشجان اور عدی نے اس کے بھائی قباذ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس لڑائی میں اہل فارس بہت بڑی تعداد میں قتل کئے گئے۔ جو لوگ پسپا ہوئے وہ اپنی کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگ اٹھے مسلمانوں کے پاس دریا میں سفر کرنے اور لڑنے کا کوئی سامان نہیں تھا۔ اس وجہ سے وہ ان کا تعاقب نہ کر سکے حضرت خالدؓ نے یہاں قیام کیا اور آنحضرت ﷺ کے ارشاد۔

من قتل قتيلا فله سلبه — جو شخص دشمن کو جہاد میں قتل کر دے اس کے سامان کا مستحق وہی ہے

کے مطابق مقتولین فارس کا سامان ان کے قاتل مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ جن مجاہدوں نے لڑائی میں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ حضرت خالدؓ نے ان کی ہمت بڑھانے کے لئے مال غنیمت کے پانچویں حصے میں سے انعامات عطا کئے اور باقی مال غنیمت سعید بن نعمان کے ذریعے دربار خلافت میں بھیج دیا۔

کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں 30 ہزار ایرانی مارے گئے اور ان مقتولین کے علاوہ بہت سے دریا میں غرق ہو گئے اگر یہ دریا مانع نہ ہوتا تو بھاگنے والوں میں سے ایک کا بچنا بھی

Marfat.com

مشکل تھا۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کو کتنا مال غنیمت ہاتھ آیا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر مسلمان سوار کو تین تین گھوڑے مال غنیمت میں ملے۔

3۔ ولجہ

ولجہ کسکر کے قریب خشکی کا علاقہ ہے جب مذار کے معرکہ میں ایرانیوں کی شکست عظیمہ کی اطلاع اردشیر کو ملی اس نے اندازغر کی سرکردگی میں ایک عظیم الشان فوج مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کی اندازغر ایک فارسی شخص تھا۔ جس کی پیدائش سواد میں ہوئی تھی۔ اور اہل فارس میں بہت بڑے رتبے کا مالک تھا اردشیر نے صرف اسی پر اکتفانہ کی بلکہ اندازغر کے بعد اس کی امداد کے لئے بہمن جاذویہ کو مزید فوج کا سردار بنا کر بھیجا۔ اندازغر مداین سے روانہ ہو کر پہلے تو کسکر آیا اور کسکر سے ولجہ کی طرف بڑھنے لگا بہمن جاذویہ بھی ولجہ ہی کی طرف بڑھا لیکن اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اور وسط سواد میں سے گذر کر ولجہ پہنچا جیرا اور کسرا کے درمیانی علاقہ کے عرب اور دوسرے ایرانی کاشتکار بھی مسلمانوں کے مقابلہ میں لڑنے کے لئے ان کے ساتھ چل پڑے اور دونوں فوجوں نے ولجہ میں آ کر پڑاؤ کیا۔ اندازغر نے جب اپنی کمان میں فوج کی اتنی بڑی تعداد دیکھی تو وہ خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ اور خالدؓ کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا۔

حضرت خالدؓ اس وقت ثنی میں مقیم تھے ان کو اندازغر کی تیاریوں کی اطلاعات ملتی رہیں اور آخر ان کو خبر ملی کہ ایرانی فوجیں ولجہ کے مقام پر جمع ہو کر مقابلہ کے لئے بڑھنے والی ہیں حضرت خالدؓ نے سوید بن مقرن کو اپنے پیچھے چھوڑتے ہوئے حکم دیا کہ وہ حفیر سے نہ ہٹیں تا کہ ان کی پشت مضبوط رہے اور ان کو ہدایت کی کہ مفتوحہ علاقے کی کما حقہ، حفاظت کریں دشمن کے حملہ سے ہر وقت چوکنے رہیں اور پوری احتیاط سے کام لیں اور اس کے بعد اپنی فوج لے کر ولجہ کی طرف پیش قدمی کی۔ حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ خود لے کر آگے بڑھے۔ یہ فوج کا بڑا حصہ تھا جو دشمن کے مقابلہ کے لئے میدان میں اترا۔ باقی دو حصوں کو یسر بن ابی دہم اور مسعید بن مرۃ کی کمان میں دے کر

Marfat.com

گھات میں رکھا۔

صفر ۱۲ھ میں دونوں فوجوں میں معرکہ کارزار گرم ہوا لڑائی نے ایسی شدت اختیار کی کہ فریقین کے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا۔ یہاں تک کہ خود حضرت خالدؓ بھی یہ سوچنے لگے کہ ہماری وہ فوجیں جن کو گھات میں رکھا گیا تھا۔ حملہ کرنے میں کیوں تاخیر سے کام لے رہی ہیں۔ حضرت خالدؓ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک ان کی فوجوں نے کمین گاہ سے نکل کر ایرانی فوجوں پر دونوں طرف سے حملہ شروع کر دیا۔ اوران کو بے دریغ تہ تیغ کرنے لگے ایرانی اس ناگہانی حملے سے بھونچکے رہ گئے اور باوجود ہزار کوششوں کے بھی ان کے قدم جم نہ سکے اور بے تحاشا بھاگنے لگے۔ حضرت خالدؓ نے سیدھے آگے بڑھ کر ان کا تعاقب کیا اور یسر بن ابی ہم اور مسعید بن مرۃ نے اپنی فوجوں کو حکم دیا کہ دشمن کو دونوں طرف سے گھیر لیں۔ بے شمار ایرانی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے خود اندازغر جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب تو ہو گیا لیکن پیاس کی وجہ سے راستہ ہی میں مر گیا۔ فتح کے بعد کاشتکاروں کے ساتھ حضرت خالدؓ نے وہی سلوک روا رکھا جو اسلامی فوجوں کا اصول تھا۔ ان میں سے کسی کو قتل نہ کیا جنگجو لوگوں کی اولاد اوران کے مددگاروں کو گرفتار کیا اور عام باشندگان ملک کو ذمی بننے اور جزیہ دینے کی دعوت دی جسے سب نے قبول کر لیا۔

مشہور مورخ شعبی لکھتا ہے کہ ولجہ کی لڑائی میں حضرت خالدؓ نے ایک ایسے ایرانی کو مقابلے کی دعوت دی تھی۔ جو بے پناہ قوت کا مالک تھا۔ اور جس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ ایک ہزار آدمیوں کے برابر قوت رکھتا ہے اور جب حضرت خالدؓ اسے قتل کر کے فارغ ہو گئے تو وہیں اس کا تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور وہیں پر کھانا کھایا۔

اس لڑائی میں عرب کے نصرانی قبیلے بکر بن حوائل کے بہت سے لوگ مارے گئے مقتولین میں ان کے سردار جابر بن بجیر اور عبدالاسود عجلی کے لڑکے بھی تھے۔ ان دونوں کے قتل کی وجہ سے اس قبیلے کے لوگ غضبناک ہو گئے اور انہوں نے ایرانیوں کو دوبارہ مسلمانوں کے مقابلے پر آمادہ کیا۔ انہیں کے بھڑکانے کی وجہ سے ایرانی پھر مقابلے کی تیاری کرنے لگے۔

Marfat.com

4۔ الیلیس

عرب کے نصرانی اور عجمی قبائل نے آپس میں خط و کتابت کی اور دونوں قومیں الیس کے مقام پر ایک بار پھر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جمع ہوئیں۔ عربوں نے عبدالاسود عجلی کو اپنا سردار منتخب کیا۔ ادھر سے اردشیر نے بہمن جاذویہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی فوجیں لے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں نصرانی عرب قبائل کی امداد کے لئے روانہ ہو جائے بہمن جاذویہ نے اپنے آگے جابان کو روانہ کیا اور اسے ہدایت کی کہ میرے آنے تک لڑائی شروع کرنے سے احتراز کرنا۔ ہاں اگر مسلمان حملہ کر دیں تو پھر ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔ اور خود اردشیر سے ملنے کے لئے روانہ ہوا تا کہ اس سے مزید ہدایات حاصل کرے اور مناسب مشورہ کرے اردشیر کے پاس پہنچ کر دیکھا کہ وہ بیمار پڑا ہے اس لئے وہ تو اس کی تیمارداری میں لگ گیا۔ اور ادھر جابان مقابلہ کے لئے محاذ جنگ کی طرف بڑھا اور صفر ہی کے مہینہ میں الیس پہنچا۔

حضرت خالدؓ کو اطلاع ملی کہ عرب کے نصرانی قبائل بنو عجل، تیم صبیعہ اور حیرہ کے خالص عرب لوگ مقابلہ کے لئے الیس میں جمع ہو رہے ہیں۔ وہ ان کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔ لیکن ان کو اس بات کا علم بالکل نہ ہو سکا کہ ان عرب قبائل کی امداد کے لئے جابان بھی اپنی فوج لے کر پہنچ گیا ہے۔

حضرت خالدؓ قریب پہنچے لیکن عرب قبائل نے ان کے قریب آنے کی چنداں پرواہ نہ کی اور جابان سے کہنے لگے کہ ہمارا خیال ہے کہ کھانا چونکہ تیار ہے اس لئے کھانے سے فارغ ہو لیں تو پھر ان مسلمانوں کا کام تمام کریں گے۔ جابان نے جواب میں کہا کہ اگر سستی دشمن کی طرف سے ہو اور وہ تم سے تعرض نہ کریں تو تم بھی خاموش رہنا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ تمہیں زیادہ ٹھہرنے کی فرصت نہیں دیں گے اور تم پر جلد حملہ کر دیں گے اس لئے تیار رہنا بہتر ہے۔ عربوں نے جابان کی بات کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور دستر خوان بچھا کر کھانے میں مشغول ہو گئے۔

حضرت خالدؓ دشمن کے مقابل پہنچے تو جلدی جلدی سامان اتروایا اور اس کام سے

Marfat.com

فراغت پا کر اسی وقت دشمنوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے اپنی پشت پر محافظ دستے مقرر کیے اور خود آگے بڑھ کر دشمن کو للکارا۔ ”ہجر کہاں ہے؟ عبدالاسود کہاں ہے؟ مالک بن قیس کہاں ہے؟“ اور تو سب نے چپ سادھ لی۔ لیکن مالک میدان میں نکلا۔ حضرت خالدؓ نے اس سے کہا بدکار عورت کے بیٹے! اور تو سب دبک گئے ہیں تجھے میرے مقابلے پر آنے کی جرأت کیسے ہوئی“؟ اور تلوار کے ایک ہی وار سے اسے ٹھنڈا کر دیا۔ اور اس سے قبل کہ وہ کچھ کھا سکیں عجمیوں کو دستر خوان سے اٹھنے پر مجبور کر دیا۔ جابان نے اپنے لوگوں سے کہا ”میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ کہ کھانا ملتوی رکھو۔ خدا کی قسم! جس قسم کی دہشت آج کی لڑائی میں مجھے ہو رہی ہے اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا“۔ فوج کے سپاہیوں نے محض اپنی بہادری جتانے کے لئے کہا کہ اچھا کھانے کو ایسے ہی رہنے دیتے ہیں مسلمانوں کو ختم کر کے اطمینان سے کھالیں گے۔ جابان نے یہ سن کر کہا ”مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھانا تمہاری قسمت میں نہیں بلکہ یہ بھی دشمن ہی کے حصے میں آئے گا۔ میری بات مان لو اور اس میں زہر ملا دو اگر ہم کامیاب ہوئے تو یہ کوئی اتنا بڑا نقصان نہیں ہے اور اگر ہم شکست کھا گئے تو کم از کم یہ تو ہوگا کہ اس کھانے کی وجہ سے دشمن بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا“۔ لیکن فوج نے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں جابان کی اس تجویز کو ٹھکرا دیا اور مقابلے کے لئے نکل آئے۔

جابان نے دائیں بازو پر عبدالاسود اور ہجر کو مقرر کیا حضرت خالدؓ نے اپنی فوجوں کو اسی طرح ترتیب دیا جیسے کہ وہ اس سے پہلی لڑائیوں میں کرتے چلے آئے تھے۔ زور شور کی لڑائی شروع ہوگئی مشرکین کو بہمن جاذویہ کے آنے کی امید تھی۔ اس وجہ سے وہ بھی خوب جم کے لڑے اور ان کے لئے مایوس ہونے کا موقع ہی نہیں تھا۔ اس لڑائی میں دشمن کے لاتعداد افراد مارے گئے طبری کا بیان ہے۔ کہ لڑائی کے دوران میں حضرت خالدؓ نے نذر مانی کہ اگر اس لڑائی میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو جو بھی ان کے قابو میں آئے گا اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ حتیٰ کہ خون ندی کی طرح بہنے نہ لگے۔ جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو وہ مشرکین کو پکڑ پکڑ کر قتل کرنے لگے۔ لیکن بہت زیادہ لوگوں کو قتل کرنے کے بعد بھی ان کا خون ندی کی طرح نہ بہہ سکا۔ اس پر قعقاع بن عمرو اور ان جیسے اور لوگوں نے ان کو

مشورہ دیا کہ اس خون پر نہر کا پانی بہادیں تو یہ بہنے لگ جائے گا اور تمہاری نذر پوری ہو جائے گی چنانچہ نہر عبیطا کا پانی روک کر اسے مقتولین کے خون پر بہایا گیا۔ جس کی وجہ سے سارا پانی خون ہی خون نظر آنے لگا۔ اور اسی وجہ سے آج تک ان نہر کا نام خون کی نہر مشہور ہے۔

جب دشمن شکست کھا گیا۔ اور مسلمان فوج ان کا تعاقب کر کے واپس اپنی منزل پر پہنچی اور دشمن کے خیموں میں داخل ہوئی تو ان کو پکا پکایا کھانا مل گیا حضرت خالدؓ نے وہ کھانا فوج والوں کو عطا کر دیا۔ اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ جب کسی لڑائی میں پکا پکایا کھانا ہاتھ آجاتا تو وہ اس کو اپنی فوج میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے وہ سفید روٹیاں دیکھیں تو ازراہ مذاق میں اس روٹی کو رقیق العیشی کے نام سے موسوم کیا۔ اور اسی دن سے اہل عرب روٹی کو رقاق کہنے لگے۔

حضرت خالدؓ نے فتح کی خوشخبری کے ساتھ اس واقع کی اطلاع اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ بنوعجل کے قبیلے کے ایک پختہ کار شخص جندل کے ہاتھ دربار خلافت میں بھیجا جندل نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پہنچ کر ان کو مال غنیمت کی مقدار قیدیوں کی تعداد خمس میں جو جو چیزیں حاصل ہوئی تھیں اور جن جن لوگوں نے اس لڑائی میں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ ان سب کو بالتفصیل خوش اسلوبی سے بیان کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو انداز بیان بہت پسند آیا اور ان سے نام پوچھا۔ انہوں نے اپنا نام جندل بنایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مذاق کے طور پر فرمایا واہ رے بلندل (عربی میں پتھر کو کہتے ہیں) اور ان کو مال غنیمت میں ایک لونڈی انعام میں عطا فرمائی۔ جس سے ان کے ہاں اولاد پیدا ہوئی۔

کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں دشمن کے ستر ہزار آدمی کام آئے جو سب کے سب امغیشیا کے تھے۔

5۔ امغیشیا

حضرت خالدؓ الیلیس کے معرکے سے کامیابی کے ساتھ فارغ ہوئے تو وہ امغیشیا کی طرف بڑھے یہ کافی بڑا قصبہ تھا۔ لیکن حضرت خالدؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں کے

Marfat.com

باشندے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور ادھر ادھر منتشر ہو چکے تھے۔ حضرت خالدؓ نے وہاں پہنچ کر ان کے مکانات مہندم کرا دیئے اور راوی کا بیان ہے کہ ذات السلاسل کے واقعہ سے لے کر اس وقت تک مسلمان فوج کو اتنا مال غنیمت کہیں بھی ہاتھ نہیں آیا تھا۔ علاوہ ان انعامات اور اکرامات کے جو کارہائے نمایاں انجام دینے والوں کو مرحمت ہوئے ہر سوار کے حصے میں پندرہ سو درہم آئے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مال غنیمت کا پانچواں حصہ اور فتح کی خوشخبری ملی تو آپ فرمانے لگے "اے قریش کی جماعت! تمہارے شیر نے ایک اور شیر پر حملہ کیا اور اسے اسکے اپنے ہی غار میں پچھاڑ دیا۔ مائیں حضرت خالدؓ جیسا بہادر پیدا نہیں کر سکتیں۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ان الفاظ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کے دل میں حضرت خالدؓ کی شجاعت اور ان کی عسکری قابلیت کی کتنی قدر تھی اور وہ حضرت خالدؓ کے ان اوصاف کے کس قدر معترف تھے۔

6۔ احقر و فرات بادقلی

یہ دونوں حیرہ کے قریب دریائے فرات کے کنارے واقع ہیں حضرت خالدؓ نے جب امغیشیا کو مسمار کر دیا تو اس کی خبر ارادبہ مرزبان کو پہنچی ارادبہ کا خاندان کسریٰ کے زمانے سے لے کر اس وقت تک حیرہ کی گورنری پر فائز تھا۔ خود ارادبہ بہت بڑا رتبہ حاصل کر چکا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ امغیشیا کی تباہی کے بعد وہ بھی نہیں بچ سکتا۔ اس لئے اس نے حفظ ماتقدم کے طور پر مقابلے کی تیاری شروع کر دی اور اپنے بیٹے کو تو آگے روانہ کیا۔ اور خود اسکے پیچھے چلا۔ بیٹے کو یہ بھی حکم دے دیا کہ فرات کا پانی بند کر دو۔ حضرت خالدؓ نے امغیشیا سے روانہ ہو کر پیدل فوج کو کشتیوں میں سوار کر دیا لیکن تھوڑی دور جانے کے بعد کشتیاں پایاب ہو گئیں اور کیچڑ میں پھنسنے لگیں۔ سب لوگ نہایت پریشان ہوئے ملاحوں نے بتایا کہ شاید فرات سے نکلنے والی ساری نہروں کے دہانے کھول دیئے گئے ہیں۔ اور اس طرح دریا کے پانی کا رخ بدل دیا گیا ہے حضرت خالدؓ کو اس بات کی اطلاع ملی تو وہ سواروں کا ایک دستہ لے کر تیزی سے آگے بڑھے اور مقر کے مقام پر ارادبہ کی ایک جماعت سے اچانک

مڈبھیڑ ہوگئی، وہ اس حملے کے لئے بالکل تیار نہیں تھے۔ حضرت خالدؓ نے ان سب کا وہیں خاتمہ کردیا اور اس سے پہلے کہ ارازبہ کے لڑکے کو اس واقعہ کی اطلاع ملتی خالدؓ نے فرات بادقلی کے دہانے پر پہنچ کر خود اس پر بھی حملہ کردیا اور ان سب کو تہ تیغ کر کے نہروں کے بند باندھ دیئے اور فرات میں پانی اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

7۔ حیرہ

کوفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک قدیم ترین شہر تھا۔ یہ جاہلیت میں بخت نصر کے زمانے سے عرب بادشاہوں کا صدر مقام تھا۔ بخت نصر کے مرنے پر ان کے جانشینوں نے ابنار کو اپنا صدر مقام ٹھہرایا اور کوئی چھ سو سال کے قریب حیرہ غیر آباد رہا۔ لیکن پھر عمرو بن عدی نے دوبارہ اس کو اپنا صدر مقام بنایا اور اس کو پھر وہی پرانی اہمیت حاصل ہوگئی۔ مسلمانوں نے کوفہ کو صدر مقام ٹھہرایا تو اس کی اہمیت گھٹتے گھٹتے اس کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا اس مختصر سی تمہید کے بعد اب حیرہ کی لڑائی کا حال سنئے۔

حضرت خالدؓ فرات بادقلی کے دہانے پر ارازبہ کے لڑکے اور اس کی فوج کا کام تمام کر چکے تو انہوں نے اپنے سرداروں کو جمع کیا۔ اور مشورہ کرنے کے بعد حیرہ کی طرف بڑھنے کا ارادہ کر لیا فیصلہ یہ کیا کہ خورنق اور نجف کے درمیان کسی مناسب مقام پر پڑاؤ کریں گے جب حضرت خالدؓ خورنق پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ۔ ارازبہ دریائے فرات کو پار کر کے بھاگ گیا ہے۔ اس کے بھاگنے کی وجہ تھی کہ ایک تو اسے اردشیر کے مرجانے کی اطلاع ملی اور دوسرے اپنے لڑکے کے قتل کی اطلاع سے وہ خوفزدہ ہوگیا۔ اس وقت ارازبہ کا لشکر غرسین اور رقصر ابیض کے درمیان مقیم تھا۔

حضرت خالدؓ خورنق ہی میں ٹھہر گئے اور جب تمام سردار آ کر ان سے مل گئے تو حضرت خالدؓ ان کو لے کر آگے بڑھے اور غرسین کے درمیان اس مقام پر خیمے نصب کئے جہاں ارازبہ کی فوج مقیم تھی۔ اہل حیرہ اپنے اپنے محلوں میں گھس کر قلعہ بند ہو چکے تھے حضرت خالدؓ نے حیرہ پر حملہ کردیا او ر اندر گھس کر ایک ایک محل کا محاصرہ کرلیا۔ ہر محل کے محاصرہ کی کمان ایک ایک فوجی سردار کے حوالے کر دی اور ہر ایک کو یہ حکم دیا کہ محل والوں کو

پہلے تو اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام نہ لائیں تو پھر ان سے جزیہ کی ادائیگی کا مطالبہ کرو۔ اور اگر اس سے بھی انکار کریں تو پھر ان پر حملہ کر دو لیکن لڑائی سے قبل ان کو ایک دن کی مہلت دے دو چنانچہ ضرار بن الاسود نے ابیض کا جس میں ایاص بن قبیصہ طائی مقیم تھا ضرار بن الخطاب نے قصر عدسین کا جس میں عدی بن عدی المقتول تھا۔ ضرار بن مقرالمزنی نے بنی فازن کا جس میں ابن اکال تھا اور مثنی نے قصر ابن نفیلہ کا جس میں عمر بن عبد المسیح مقیم تھا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کرنے والے سرداروں میں سے جس نے سب سے پہلے اہل قصر کو لڑائی کی دعوت دی وہ ضرار بن الاسود تھا۔ انہوں نے حسب الحکم ایاس بن قبیصہ طائی کو اسلام اور جزیے کی دعوت دی اور کہا کہ اگر یہ منظور نہیں ہیں تو پھر لڑائی کے لئے تیار ہو۔ اور ایک دن کی ان کو مہلت دی۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے اپنی شرائط بیان کیں۔ لیکن ایاس نے لڑائی کو پسند کیا اور چلانے لگے۔ کہ اب تیار ہو جاؤ اور اوپر سے غلیل لے کر مٹی کے ڈھیلے پھینکنے لگے ضرار بن الاسود نے اپنے دستے کو حکم دیا کہ وہ ان کی زد سے ذرا ہٹ جائیں اور تیر برسانے شروع کر دیں تیراندازی کی وجہ سے محل کی دیواریں لوگوں سے خالی ہو گئیں اور بہت سے لوگ مر بھی گئے ضرار بن الاسود کی طرح اور سرداروں نے بھی یہی عمل کیا اور شہر کے مختلف گرجوں اور مکانوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ تو ان کے پادری محل والوں کو مخاطب کر کے چلانے لگے کہ ہمیں قتل کرنے والے تم ہی ہو۔ یہ حالت دیکھ کر محلات کے پناہ گزین بھی صلح پر آمادہ ہو گئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ ان کو حضرت خالدؓ تک پہنچا دیا جائے حیرہ کے بڑے بڑے سرداروں نے ان کو تو اپنے آدمیوں کے ساتھ حضرت خالدؓ کے پاس بھیج دیا اور خود اپنے اپنے موریچوں پر جمے رہے۔

صلح کی درخواست کرنے والوں میں سب سے پہلا نمبر عمرو بن عبد المسیح کا تھا باقی سرداروں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی صلح کی درخواست کی حضرت خالدؓ کے پاس جب یہ لوگ پہنچے تو آپ نے ہر ایک سے الگ الگ ملاقات کی سب سے پہلے آپ عدی کے وفد سے ملے اور ان سے کہنے لگے "تم آخر کون ہو؟ اگر تم عرب ہو تو پھر عربوں سے عداوت کیوں؟ اور اگر عجمی ہو تو پھر عدل وانصاف سے تمہیں دشمنی کیوں ہے"؟۔ عدی نے جواب

میں کہا کہ اصل عرب تو ہم ہی ہیں اور یہ باقی لوگ تو سب جھوٹ موٹ کے عرب بن گئے ہیں اس کے بعد حضرت خالدؓ نے کہا کہ تین چیزوں میں سے ایک کو قبول کرلو۔ اسلام جزیہ یا جنگ لیکن یادرکھو کہ اگر لڑائی پر آمادہ ہوگے تو نتیجہ برا ہی ہوگا۔ اس لئے کہ میرے پاس ایسی قوم کے افراد ہیں جو موت کی اس سے زیادہ خواہش رکھتے ہیں جتنی تم زندگی کی خواہش رکھتے ہو۔ انہوں نے جزیہ دینا منظور کرلیا اور ایک لاکھ نوے ہزار درہم پر صلح ہوگئی۔

حضرت خالدؓ نے فتح کی خوشخبری دربار خلافت میں بھیج دی اور ساتھ ہی وہ تحائف بھی روانہ کئے جو حیرہ کے لوگ پیش کر چکے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالدؓ کو لکھا کو ان کے تحائف کو بھی جزیہ کی رقم کے حساب میں لاؤ اور بقیہ جزیہ وصول کرلو۔

خالدؓ نے اہل حیرہ کو ایک صلح نامہ لکھ کر دیا جو درج ذیل ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم هذا ما عاهدا عليه خالدؓ بن وليد عديا وعمر بن عدى وعمرو بن عبد المسيح و اياس بن قبيصه وحيرى بن اكال هم نقباء اهل الحيرة ورضى بذلك اهل الحيرة وامروهم به عاهد هم على تسعين ومائه الف درهم فقبل فى كل سنة جزاء عن ايديهم فى الدنيا رهبا نهم وقسيسم الا من كان منهم على غير ذى يد جيسا عن الدنيا تار كا ما وعلى المنعة فان لم يمنعهم فلاشئى عليهم حتى يمنعهم وان غد روا بفعل اوبقول فالذ مة منهم بريئة. وكتب فى شهور بيع الاول من سنة 12 هجرى

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ معاہدہ خالدؓ بن ولید نے عدی کے دونوں بیٹوں عدی اور عمر سے، عمرو بن عبدالمسیح سے ایاس بن قبیصہ سے ابن اکال سے کیا ہے یہ پانچوں اہل حیرہ کے نقیب ہیں اور اہل حیرہ نے ان کو اس معاہدے کی تکمیل کے لئے اپنی طرف سے مجاز کیا ہے۔ یہ سارے اس معاہدہ پر اپنی رضا مندی کا اظہار کرتے ہیں معاہدہ اس شرط پر ہوا ہے کہ اہل

Marfat.com

حیرہ (بشمول علماء وزہاد) سے سالانہ ایک لاکھ نواسی ہزار درہم جزیہ کے طور پر وصول کئے جائیں گے وہ لوگ جو جزیہ کی رقم کی ادائیگی سے معذور ہیں جیسے کہ تارک الدنیا راہب وغیرہ وہ اس رقم سے مستثنیٰ ہوں گے۔ جس کے بدلے میں ہم ان کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔ اور اگر ہم حفاظت نہ کریں تو ان سے کچھ وصول نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ لوگ اپنے کسی قول یا فعل سے معاہدہ کی خلاف ورزی کریں گے تو معاہدہ منسوخ سمجھا جائے گا المر قوم ربیع الاول 12 ہجری"

فتح حیرہ کے متعلق ایک عجیب قصہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات مبارک میں ایک شخص شویل نے جب یہ سنا کہ آنحضرت ﷺ لوگوں کو فتح حیرہ کی خوشخبری سناتے رہتے ہیں تو اس نے جا کر خدمت اقدس میں عرض کی کہ حیرہ فتح ہو جانے کے بعد عبدالمسیح کی لڑکی کرامتہ کو مجھے بخش دیا جائے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر حیرہ جنگ وجدل کے بعد فتح کیا گیا تو کرامتہ کا ہاتھ ضرور تیرے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ جس وقت حیرہ حضرت خالدؓ کے ہاتھوں فتح ہو گیا اور اہل حیرہ نے صلح کی درخواست کی تو شویل خالدؓ کی خدمت میں آ کر کہنے لگے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا۔ اسکے ایفاء کا وقت آ گیا ہے مجاہدین سے کچھ لوگوں نے گواہی دی کہ آنحضرت ﷺ نے شویل سے واقعی یہ وعدہ کیا تھا۔ حضرت خالدؓ نے صلح کی شرائط میں یہ بھی شامل کر دیا کہ کرامتہ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے۔ کرامتہ کی قوم کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔ لیکن کرامتہ نے لوگوں سے کہا کہ۔

تم میری پرواہ نہ کرو اور صبر سے کام لو اسی برس کی بڑھیا کے لئے تم کیوں پریشان ہوتے ہو۔ یہ تو بے وقوف معلوم ہوتا ہے۔ اس نے مجھے جوانی میں دیکھا ہے اور نہیں جانتا کہ جوانی ہمیشہ تو رہتی نہیں"

کرامتہ کے کہنے پر انہوں نے اسے خالدؓ کے اور خالدؓ نے شویل کے حوالے کر دیا کرامتہ نے شویل سے کہا۔

"میں بڑھیا تمہارے کس کام کی ہوں بہتر ہے تم مجھ سے فدیہ لے کر چھوڑ دو"

Marfat.com

شویل نے یہ منظور تو کر لیا لیکن اس شرط پر کہ فدیہ کی رقم متعین کرنے کا حق خود اسے حاصل ہوگا کرامتہ نے یہ شرط منظور کر لی اور شویل نے ایک ہزار درہم طلب کئے کرامتہ اس خیال سے کہ کہیں یہ اپنی بات سے پھر نہ جائے کہنے لگی کہ یہ رقم تو بہت زیادہ ہے۔اور پھر رقم لا کر اسے دیدی اور خود اپنے گھر چلی گئی۔لوگوں کو معلوم ہوا تو سب شویل کو برا بھلا کہنے لگے۔وہ کہنے لگا میں تو یہ سمجھ رہا تھا۔کہ ہزار سے اوپر کوئی عدد ہی نہیں ہیں لوگوں نے کہا کہ اب جا کر ان سے جھگڑو شویل حضرت خالدؓ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ ایک ہزار سے میری مراد انتہائی مدد تھی۔لوگ کہتے ہیں کہ ہزار سے اوپر بھی عدد ہوتا ہے خالدؓ کہنے لگے کہ تم کچھ اور چاہتے تھے۔اور اللہ تعالیٰ کچھ اور ہم تو اس پر عمل کرنے کے پابند ہیں جو ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔تم جانو اور تمہاری نیت اس فیصلے میں اب کوئی ردو بدل نہیں ہو سکتا۔

حیرہ فتح ہو گیا تو حضرت خالدؓ نے نماز فتح پڑھی جس میں ایک ہی سلام سے آٹھ رکعتیں ادا کیں اور فارغ ہو کر فرمانے لگے کہ جنگ موتہ میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئی تھیں میں نے اہل فارس سے زیادہ بہادر کوئی قوم نہیں دیکھی اور ان میں بھی الیس کو سب سے بڑھ کر پایا۔

اہل حیرہ سے مصالحت کے بعد صلوبا بن نسطونا جو ناطف کے گرجے کے بڑے پادری کا ہم نشین تھا۔حضرت خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بانقیا اور باروسما کے باشندوں کی طرف سے صلح کی درخواست پیش کی یاقوت اپنی کتاب معجم الادباء میں لکھتا ہے کہ واقعہ یہ نہیں تھا۔ بلکہ حضرت خالدؓ کے مقابلے میں وہ ایک رات تو صبح ہونے تک لڑتے رہے لیکن جب ان کو اندازہ ہوا کہ مقابلہ ناممکن ہے۔تو صبح کے وقت صلح کی درخواست پیش کی یاقوت اس کے ثبوت میں ضرار بن الازدر کا یہ شعر پیش کرتا ہے۔

ادقت بیا نقیا ومن یلق مثل ما لقیت ببا نقیا من
الحرب یارق۔

ترجمہ

میں بانقیا کے مقام پر تمام رات جاگتا رہا جو بھی ایسی لڑائی لڑے گا جیسے کہ میں

Marfat.com

بانقیا میں لڑا تھا۔ تو وہ لامحالہ رات جاگ کر ہی کاٹے گا۔

یہ ہر حال لڑائی ہوئی ہو یا نہیں ہر حالت میں یہ مسلمہ ہے کہ وہاں کے لوگ ڈر کر ہی صلح پر آمادہ ہو گئے تھے۔ یہ دونوں قصبے کوفہ کے نواح میں واقع ہیں حضرت خالدؓ نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ پادری کے ہم نشین نے اپنی ذات اپنے خاندان اور اپنی قوم کی طرف سے دس ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا کسریٰ کے موتی جوان کے پاس تھے۔ وہ اس رقم کے علاوہ تھے۔ یہاں جزیہ چار درہم فی کس کے حساب سے عائد کیا گیا اور اسکی باضابطہ تحریر لکھی گئی۔ جس پر طرفین نے دستخط کر دیئے ساتھ ہی معاہدہ میں اس بات کی بھی تصریح کر دی گئی کہ اگر اہل فارس نے معاہدے کی خلاف ورزی کی تو یہ معاہدہ منسوخ سمجھا جائے گا۔ معاہدہ حسب ذیل ہے۔

"بسم الله الرحمن هذاكتاب من خالدؓ ابن الوليد لصلوبا بن نسطونا وقومه۔ انى هاهد تكم على الجزية والمنعة على كل ذى يد بانقيا وبسما جميعا على عشرة الاف دنيار سوى الخزرا القوى على قدر قوته والمقل على قدر اقلا له فى كل سنة وانك قد نقيت على قومك وان قومك قدر ضوبك وقدقبلت ومن محى من المسلمين ورضيت ورضى قومك فلك الذ مة والمنعة فان منعنا كم فلنا الجزية والا فلا حتى نمنعكم ۔شهد هشام بن وليد والقعقاع بن عمرووجريربن عبدالله الحميرى وحنظلة بن الربيع و كتب سنة ثنتى عشرة فى صفر"۔

بسم الله الرحمن الرحيم

یہ معاہدہ خالدؓ بن الولید کی طرف سے صلوبا بن نسطونا کی معرفت اس کی قوم کے لئے لکھا جاتا ہے میں تم سے جزیہ قبول کرتا ہوں اور اس کے بدلے میں تمہاری دونوں

Marfat.com

بستیوں بانقیا اور باسما کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔ جزیہ کی رقم دس ہزار دینار ہوگی اور موتی اس کے علاوہ ہیں یہ رقم ہر صاحب ثروت اور غریب شخص سے حسب استطاعت سالانہ وصول کی جائے گی تمہیں اپنی قوم کا نقیب مقرر کیا جاتا ہے اس امر پر تمہاری قوم بھی رضا مندی کا اظہار کرتی ہے میں اور میرے ساتھ تمام مسلمان اس معاہدہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ آج سے ہم تمہاری ذمہ داری لیتے ہیں اور تمہاری حفاظت کا بیڑا اٹھاتے ہیں۔ اگر ہم تمہاری حفاظت کرتے رہے تو جزیہ کے مستحق ہوں گے۔ ورنہ نہیں اس معاہدہ پر ہشام بن الولید قعقاع بن عمر جریر بن عبداللہ اور حنظلہ بن الربیع نے بطور گواہ دستخط کئے۔ المرقوم صفر 12 ہجری۔

حیرہ کے آس پاس کے کاشتکار اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں اہل حیرہ مسلمانوں کے مقابلے میں کیا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ جب اہل حیرہ اور خالدؓ کے درمیان معاہدہ ہوگیا اور انہوں نے حضرت خالدؓ کی اطاعت تسلیم کرلی تو وہ کاشتکار بھی خالدؓ کی خدمت میں آئے اور انہوں نے فلالیج سے لے کر ہرمزجرد کے علاقے تک کے لئے بیس لاکھ درہم پر مصالحت کرلی۔ لیکن اس علاقہ میں کسریٰ کے خاندان کے جو املاک تھے ان کو معاہدہ سے خارج قرار دیا گیا۔ اور ان کو مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا گیا۔ ان کے ساتھ جو معاہدہ ہوا وہ درج ذیل ہے۔

"بسم اللہ الرحمن هذا كتاب من خالدؓ ابن الوليد لزاد بن بهيش و صلوبا بن نسطونا ان لكم الذمة وعليكم الجذية وانتم ضامنون لمن نقبتم عليه من اهل البهقباذ الاسفل و الاوسط على الفي الف تقبل في كل سنة عن كل ذي يدسوى ما على بانقيا وبسما وانكم قد ارضعيتموني والمسلمين وانا قد ارضينا كم واهل البهقباذ الاسفل ومن دخل معكم من اهل البهقباذ الاوسط على اموالكم ليس فيها ما كان لال

Marfat.com

كسرى ومن مال ميلم شهدهشام بن الوليد والقعقاع بن عمرو وجرير بن عبدالله الحميرة ويشير بن عبدالله بن الحضا صية وحنظلة بن الربيع وكتب سنة اثنتى عشرة فى صفر

"بسم الله الرحمن الرحيم۔"

یہ تحریر خالدؓ ابن الولید کی طرف سے زادبن بھیش اور صلوبابن نسطونا کے لئے لکھی جاتی ہے۔ ہم تمہاری جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری لیتے ہیں اور تم پر جزیہ عائد کیا جاتا ہے تم بھقباز اسفل اور اوسط کے باشندوں کے نقیب اور ان کے ضامن ہو۔ اس جزیے کی مقدار بیس لاکھ درہم ہوگی۔ جو بانقیا اور بسما کے لوگوں کے علاوہ باقی صاحب مقدرت لوگوں سے سالانہ وصول کی جائے گی۔ اس معاہدہ میں وہ املاک شامل نہیں جو کسریٰ کی اولاد کی ملکیت ہیں یا ان لوگوں کی ملکیت ہیں جو ان کی راہ چلے ہیں اس معاہدے پر ہشام بن الولید قعقاع بن عمرو جریر بن عبداللہ حمیری بشیر بن عبداللہ بن الھصاصیہ اور حنظلہ بن الربیع نے بطور گواہ کے دستخط ثبت کر لئے ہیں۔ المرقوم صفر 12 ہجری"۔

کسی ملک کو فتح کرنے سے زیادہ مشکل کام یہ ہوتا ہے کہ مفتوحہ علاقے کا ایسا انتظام کیا جائے کہ وہ پھر ہاتھ سے نہ نکلے حضرت خالدؓ اس سے بے خبر نہیں تھے حیرہ اور اس کے نواحی علاقوں میں فتح کے ساتھ عراق کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے زیر نگیں آچکا تھا۔ اب خالدؓ اس کے انتظام کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ آپ نے حیرہ کو صدر مقام اور فوجی ہیڈ کوارٹر قرار دیا۔ اور یہیں سے مفتوحہ عراق کا ایسا انتظام کیا کہ اہل فارس کے مسلمانوں کے خلاف محاذ قائم کرنے کے عزائم ختم ہو جائیں اور سرحدات کی حفاظت باقاعدہ ہوتی رہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خالدؓ کے ان انتظامات کا مختصر ذکر کیا جائے۔

حضرت خالدؓ کے افسر

عبداللہ بن وثیمہ نصری کو فلالیج کے بالائی علاقے کی طرف بھیج کر ان کو حکم دیا کہ وہ وہاں کے باشندوں کی حفاظت کرتے رہیں۔ اور جزیہ جمع کرتے رہیں بانقیا اور بسما پر جر بن

Marfat.com

عبداللہ کو، نہر پر بشیر بن حضاصہ کو تستر کے علاقہ پر سوید بن مقرن مزنی کو اور۔ روذستان پر الحہ بن ابی الحہ کو مامور کیا۔ یہ تمام حضرات خراج جمع کرنے کے لئے مامور کئے گئے تھے۔ سرحدی چھاؤنیوں کی حفاظت کے لئے جو اصحاب متعین کئے گئے تھے وہ مندرجہ ذیل تھے۔

ضرار بن الازور ضرار بن الخطاب مثنیٰ بن حارثہ۔ ضرار بن مقرن قعقاع بن عمرو بسر بن ابی اہم اور عتیبہ بن النہاس کوفہ کے قریب ایک مقام سیب ان حضرات کا ہیڈ کوارٹر قرار دیا گیا ان کو حضرت خالدؓ کی طرف سے یہ احکام ملے تھے کہ جب موقع ملے تو دشمن پر حملے کرتے رہو اور اس کو چین نہ لینے دو چنانچہ انہوں نے اپنی سرحد سے دجلہ کے کنارے تک کا تمام علاقہ دشمنوں سے چھین لیا۔ اہل فارس کے ساتھ جتنی سختی کی ضرورت تھی وہ کی جا چکی ہے۔ وہ مسلمانوں کی تلوار کی تیزی اور ان کی شجاعت و مردانگی کے مظاہر دیکھ چکے ہیں۔ ان کو پتہ لگ چکا ہے کہ مسلمانوں کا مقابلہ ناممکن ہے اس لئے حضرت خالدؓ نے ارادہ کیا کہ سختی کی بجائے اب ان سے نرمی کا سلوک کیا جائے ان کو دعوت اسلام دی جائے شاید ان میں سے کوئی ایسا آدمی نکل آئے جو آگے بڑھ کر مصالحت کے لئے تیار ہو جائے اور اہل فارس مزید خون خرابہ سے بچ جائیں اس ارادہ سے انہوں نے دو خط لکھے خطوط میں دھمکی بھی تھی اسی وجہ سے یہ خطوط اہل فارس کو بہت شاق گذرے ان میں سے ایک خط تو عوام کے نام تھا اور دوسرا خاص خاص امراء کے نام آپ نے مرہ حمیری کو یہ خطوط دے کر روانہ کیا اور ان سے کہا۔

”جاؤ! شاید وہ اسلام لائیں یا اطاعت قبول کریں اور چاہیں تو اپنی زندگی خراب کرلیں“

ان میں سے جو خط خاص خاص امراء کے نام تھا۔ اس کا متن یہ ہے۔

”بسم اللہ الرحمن

من خالدؓ ابن الولید الی ملوك فارس اما بعد فالحمد اللہ الذی حل نظامکم وھن کید کم وفرق کلمتکم ولم یفعل ذلك بکم کان شرًا لکم فادخلوا فی امرنا

Marfat.com

فـد مـكـم وارضـكـم ونجوزكم الى غيركم والا كان ذلك

وانتـم كـارھـون فغلب علي ايدى قوم يحبون الـمـوت

كما تحبون الحيوة۔

بسم الله الرحمن الرحيم ۔

خالدؓ ابن الولید کی طرف سے ملوک فارس کے نام اما بعد اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے تمہارے نظام کو درہم برہم کر دیا جس نے تمہاری مکاری ناکام کر دی اور تم میں اختلاف وتفرقہ پیدا کر دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتا تو اس میں تمہارا ہی نقصان تھا۔ اب تم ہماری حکومت تسلیم کرلو ہم تم کو اور تمہاری سرزمین کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائیں گے۔ ورنہ تم چاہو یا نہ چاہو ایک ایسی قوم سے مغلوب ہو کر ہی رہو گے جو موت کو اس سے زیادہ پسند کرتی ہے جتنا کہ تم زندگی سے پیار کرتے ہو۔

آپ نے دوسرا خط ہرقیل کو دے کر سرداران فارس کے پاس بھیجا خط مندرجہ ذیل تھا۔

"بسم الله الرحمن ۔من خالدؓ ابن الوليد الى مرازبة

فارس اما بعد فاسلموا تسلموا والا فاعتقد وامنى

الذمة والا وا الجزية والا نقد جئتكم بقوم يحبون

الموت كاتجلون شرب الخمر"

"بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

خالدؓ ابن الولید کی طرف سے فارس کے سرداروں کے نام اما بعد تم لوگ یا تو اسلام قبول کرلو جس سے سلامتی میں رہو گے اور یا ہمارے ذمی بن جاؤ اور جزیہ ادا کرو اگر یہ بھی نہیں مانو گے تو یاد رکھو کہ میں ایسی قوم کو ساتھ لایا ہوں جو موت کو اس سے زیادہ پسند کرتی ہے جتنی کہ تمہیں شراب سے محبت ہے۔

اس وقت جب کہ مسلمان دجلہ کے اس طرف کے اپنے انتظامات میں مصروف تھے تو اس طرف اہل فارس کی حالت یہ تھی کو اردشیر کی موت کی وجہ سے ان میں پھوٹ پڑ

Marfat.com

چکی تھی ہر شخص سلطنت وحکومت کا دعویدار تھا۔ شیریں نے بہرام گور کے خاندان کو نیست ونابود کر دیا تھا اور بچے بچے کو چن چن کر قتل کر ڈالا تھا۔ کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی حکومت اور بادشاہت پر اہل فارس متفق ہوتے۔ مگر ان تمام اختلافات کے باوجود اس بات پر سب متفق تھے کہ حضرت خالدؓ کا مقابلہ کرنا ضروری ہے لیکن لڑائی کو ایک دوسرے پر ٹال رہے تھے۔ اہل فارس کے انہی اختلافات کی وجہ سے ان کا اقتدار حیرہ سے دجلہ تک کے علاقہ سے اٹھ گیا تھا اور ساتھ ہی یہ کہ اس علاقے کے تمام باشندوں نے ذمی بننا منظور نہیں کیا تھا۔ صرف وہ لوگ ذمی بن گئے تھے جنہوں نے حضرت خالدؓ سے نامہ و پیام کیا تھا۔ اور مسلمانوں کی امان میں آ گئے تھے۔ باقی لوگ کچھ تو جلا وطن ہو چکے تھے کچھ قلعہ بند تھے اور تھوڑے سے وہ بھی تھے جو مصروف پیکار تھے۔

جب حضرت خالدؓ کے وہ خطوط اہل فارس کے پاس پہنچے تو وہ خواب غفلت سے چونکے اور آپس کے اختلافات کو ختم کرنے کا تہیہ کر لیا۔ ایک آدمی کو بادشاہ بنانے کے لئے جمع ہو گئے فیصلہ یہ ہوا کہ جب تک کسریٰ کی اولاد میں سے کسی آدمی پر سب متفق نہیں ہوتے اس وقت تک فرخزاد بن بندوان کو بادشاہ مان لیا جائے۔

حیرہ کی فتح کے بعد ایک سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ حضرت خالدؓ نے اس عرصہ میں مفتوحہ علاقے کے انتظامات مستحکم کر لئے اس پورے عرصہ میں اہل فارس بہر سیر کی حفاظت کرتے رہے۔ جب خالدؓ تمام انتظامات سے فارغ ہو چکے تو آپ عیاض بن غنم کی مدد کے لئے روانہ ہوئے عیاض بن غنم کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حکم دیا تھا کہ تم بالائی عراق سے عراق میں داخل ہو جاؤ۔ اسی طرح حضرت خالدؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ زیریں عراق سے عراق پر حملہ کریں اور فرمایا تھا کہ۔

تم دونوں میں سے جو بھی پہلے حیرہ کو فتح کر لے وہ حیرہ کا حاکم ہوگا۔ اور جب تم دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حیرہ میں اکٹھے ہو جاؤ۔ عرب اور فارس کی درمیانی چوکیوں کو توڑ ڈالو۔ اور تمہیں اطمینان ہو جائے کہ مسلمانوں پر پیچھے سے کوئی حملہ نہیں ہوگا تو اس وقت ایک تو حیرہ میں قیام کرے اور دوسرا دشمن کے علاقے میں گھس کر اس کو بزور شمشیر فتح کرتا ہوا

Marfat.com

آگے بڑھتا جائے اور دونوں کو نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہو۔اس سے مدد مانگتے رہو اور آخرت کے معاملہ کو دنیا پر ترجیح دو۔اس طرح تمہیں دونوں مل جائیں گی۔ دنیا کو کبھی ترجیح نہ دینا ورنہ دونوں ہاتھ سے نکل جائیں گی جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے ان سے ڈرتے رہو گناہوں سے بچتے رہو توبہ میں جلدی کیا کرو۔اور گناہوں پر اصرار نہ کرو۔

چنانچہ اسی حکم کے مطابق جب حضرت خالدؓ نے حیرہ اور اس کے نواحی علاقے کو فتح کر لیا۔حضرت عیاض اس وقت تک حیرہ نہ پہنچ سکے تو آپ نے قعقاع بن عمرو کو حیرہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود عیاض کی مدد کے لئے روانہ ہوئے۔آپ نے اپنے مقدمتہ الجیش پر اقرع بن حابس کو متعین کیا سب سے پہلے اس علاقہ کو فتح کیا جو کھیتی کے قابل تھا۔اور پھر کوفہ کے قریب کربلا کے مقام پر پہنچے یہ وہی مقام ہے جہاں حضرت امام حسینؓ شہید کیے گئے تھے۔کربلا میں آپ نے چند روز قیام فرمایا اور پھر ابنار کی طرف کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔

ابنار۔

فرات کے کنارے بغداد کے مغرب میں ایک شہر واقع ہے جو بغداد سے کوئی دس فرسخ کی مسافت پر واقع ہے اسی کا نام ابنار ہے۔حضرت خالدؓ کی فوجیں کربلا سے اس طرف روانہ ہوئیں۔اہل ابنار کو اسکی اطلاع ملی تو انہوں نے ابنار کے گرد خندق کھودی اور خود قلعہ بند ہو کر اندر بیٹھ گئے حضرت خالدؓ مقدمہ الجیش کے ساتھ ابنار پہنچے اور قلعہ کے گرد چکر کاٹ کر کسی کمزور مقام کی تلاش کرنے لگے جہاں سے وہ کامیابی کے ساتھ حملہ آور ہو سکیں۔ حضرت خالدؓ کی اس عادت کا اندازہ تو گذشتہ واقعات سے ہی لگ گیا ہو گا کہ جب وہ لڑائی کے لئے کوئی میدان دیکھتے تھے تو ان سے خاموش نہیں رہا جاتا تھا۔خندق کے گرد چکر کاٹنے پر کوئی ایسا مقام نظر نہ آیا تو انہوں نے اپنے تیر اندازوں کو حکم دیا کہ تیر برسائیں اور فرمایا۔

"دشمن لڑائی کے اصول سے ناواقف معلوم ہوتا ہے تیر پھینکتے وقت دشمن کی آنکھوں کو نشانہ بناؤ کسی اور جگہ تیر نہ مارو"

تیر اندازوں نے ایک ساتھ تیر اندازی شروع کی اور تھوڑی ہی دیر میں دشمن کے

Marfat.com

تقریباً ایک ہزار آدمیوں کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔ ابنار کا کماندار اس وقت شیراز نامی ایک شخص تھا جو اپنی عقل وفراست کی وجہ سے مشہور تھا۔ اس نے جب اپنی فوج کی یہ حالت دیکھی تو حضرت خالدؓ سے صلح کے لئے خط وکتابت شروع کی لیکن اس کی شرائط صلح کو حضرت خالدؓ نے منظور نہ کیا۔ اور لڑائی جاری رہی تو حضرت خالدؓ نے ایک اور ترکیب پر عمل کیا فوج میں جو دبلی اور کمزور اونٹنیاں تھیں ان کو ذبح کیا اور خندق میں جو تنگ جگہ تھی انہیں وہاں ڈال کر پل بنایا۔ اور اس طرح خندق کو عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اہل انبار نے جب یہ دیکھا تو وہ بھی مقابلہ کے لئے نکل آئے خندق کے کنارے سخت کشت وخون ہوا۔ لیکن حضرت خالدؓ اور ان کے جانباز سپاہیوں کے سامنے ان کی پیش نہ گئی۔ دشمن بھاگ کر دوبارہ قلعہ بند ہو گیا۔ شیراز کو حضرت خالدؓ کی کامیابی کا یقین ہوا تو اس نے پھر صلح کی درخواست کی صلح کی درخواست اس شرط پر منظور کی گئی کہ شیراز اپنے ساتھیوں کو لے کر قلعہ خالی کر دے لیکن اسے صرف یہ اجازت ہو گئی کہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ صرف تین دن کا کھانا لے اس کے علاوہ کوئی چیز ساتھ نہ اٹھائے شیراز نے یہ شرط منظور کر لی اور قلعہ خالی کر کے چلا گیا جب بہمن جاذویہ کے پاس پہنچا اور اسے واقعات سے مطلع کیا تو اس نے شیراز کو سخت سست کہا شیراز نے اپنا عذر پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں وہاں ایسے لوگوں میں گھر ہوا تھا جو عقل سے کورے تھے اور عربوں کی نسل سے تھے میں نے سنا کہ مسلمان ہماری طرف پختہ ارادہ کر کے آرہے ہیں اور یہ بھی سنا کہ ان کی عادت ہے کہ جب ایک دفعہ ارادہ کر لیتے ہیں۔ تو اس کو پورا کر کے ہی دم لیتے ہیں۔ مقابلہ کے ابتدا ہی میں ہمارے ایک ہزار آدمیوں کی آنکھیں پھوٹ گئیں ان حالات کو دیکھ کر میں نے یہی مناسب سمجھا کہ صلح کر کے اپنی جان بچالی جائے۔

جب خالدؓ انبار کو فتح کر کے مطمئن ہو گئے اور اہل انبار کو بھی اطمینان حاصل ہو گیا اور باہر نکل آئے تو حضرت خالدؓ نے دیکھا کہ وہ لوگ عربی زبان لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ آپ نے حیرت سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم عرب ہیں اور یہاں ان عربوں کے پاس آکر آباد ہوئے تھے جو ہم سے پہلے یہاں آئے تھے۔

ابنار کے بعد انبار کے آس پاس کے باشندوں نے آ کر خالدؓ سے صلح کی جس کی ابتداء اہل بواذیج نے کی۔ ان کے بعد اہل مکواذی نے اپنا قاصد بھیج کر درخواست پیش کی کہ ان کے لئے صلح نامہ لکھ دیا جائے۔ حضرت خالدؓ نے صلح نامہ لکھ کر ان کو دے دیا اور اس وقت سے یہ لوگ دجلہ کے اس پار مسلمانوں کی پشت پناہی کرتے رہے۔

یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ ابنار کی لڑائی کو جنگ ذات العیون بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس لڑائی میں دشمن کے سپاہیوں کی آنکھیں پھوڑ ڈالی گئی تھیں۔

اس لڑائی میں حضرت خالدؓ کی عسکری صلاحیتوں کے مظاہر بھی بالکل سامنے آجاتے ہیں مقدمتہ الجیش پر جا کر خندق کے گرد چکر لگانا تیر اندازی کے ذریعے سے دشمنوں کی آنکھوں کو نشانہ بنایا اور پھر خندق کو پار کرنے کے لئے اونٹوں کے پل بنانے کی تجویز سوچنا بہ ظاہر تو معمولی باتیں معلوم ہوتی ہیں لیکن جب ہم اس زمانہ کا تصور کریں جب کہ یہ چیزیں بالکل ابتدائی تھیں اور اس قسم کی کوئی مثال اس سے پہلے پیش نظر نہیں تھی تو اس وقت اس بات کا اندازہ لگایا جاسکے گا کہ ایسی تجویزوں کو زیر عمل لانا حضرت خالدؓ جیسے جرنیل ہی کا کام تھا۔

عین التمر

عین التمر ابنار کے قریب کوفہ کے مغرب میں ایک قصبہ ہے حضرت خالدؓ نے انبار کو فتح کرنے کے بعد عویم بن الکاہل کو وہاں کا حاکم مقرر کیا اور خود عین التمر کی طرف روانہ ہوئے عین التمر میں اس وقت مہران بن بہرام عجمیوں کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ مقیم تھا۔ اس کے ساتھ ہی عرب کے قبائلی لوگ نمر، تغلب زیاد وغیرہ عقہ بن ابی عقہ کی سرکردگی میں امداد کے لئے موجود تھے۔ ان کو حضرت خالدؓ کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو عقہ نے مہران سے کہا کہ ہم عرب ہیں اور عرب کے ساتھ لڑنے کے ڈھنگ ہم تم سے زیادہ سمجھتے ہیں اس لئے حضرت خالدؓ کے مقابلے پر ہم نکلتے ہیں۔ مہران نے مان لیا اور کہا کہ واقعی تمہاری بات صحیح ہے۔ جس طرح ہم عجمیوں کے مقابلے میں طاق ہیں۔ اسی طرح تم عربوں کے مقابلہ میں ماہر ہو۔ مہران کے ساتھی یہ سن کر برافروختہ ہوئے وہ کسی طرح بھی

عربوں کی فوقیت کوتسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ انہوں نے مہران سے کہا کہ تم نے اس کتے سے یہ بات کیوں کہی؟ مہران نے جواب دیا کہ میری باتوں میں دخل نہ دو۔ میں نے جو کچھ کیا ہمارا فائدہ اسی میں ہے عقہ آگے بڑھ کر حضرت خالدؓ کا مقابلہ کرے گا۔ اگر عقہ کو کامیابی حاصل ہوئی تو اس کی کامیابی ہماری ہی کامیابی ہے۔ اور اگر یہ ناکام رہا اور اس کو شکست دے کر خالدؓ آگے بڑھا تو ان کے ساتھ لڑتے لڑتے خالدؓ کی طاقت کمزور ہو چکی ہوگی اور پھر ہم ڈٹ کر ان کا مقابلہ کریں گے چنانچہ عقہ نے آگے بڑھ کر حضرت خالدؓ کا راستہ روک دیا۔ اس کے دائیں بازو پر بجیر بن فلال اور بائیں بازو پر ہذیل بن عمران تھا۔ عقبہ اور مہران کے درمیان ایک دن کی مسافت تھی۔ جب حضرت خالدؓ آئے تو اس وقت عقہ اپنی فوج کی صف آرائی میں مصروف تھا۔ حضرت خالدؓ نے آتے ہی اپنی فوج کو ترتیب دی اور اپنے دونوں بازو والوں سے یہ کہا کہ میں خود حملہ کرتا ہوں تم صرف یہ کرنا کہ دشمن کو ہماری طرف بڑھنے سے روکنا اپنے پیچھے کچھ لوگوں کو بطور محافظ مقرر کیا اور حملہ کر دیا عقہ نے اپنی فوج کی صف بندی بھی نہیں کی تھی کہ حضرت خالدؓ نے اس کو جالیا اور اسے قید کر لیا۔ اس کی فوجیں لڑے بغیر پسپا ہوئیں اور بہت سے لوگ مسلمانوں کی قید میں آئے۔ بجیر اور ہذیل بھاگ گئے لیکن مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔

مہران کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ عقہ کے شکست خوردہ سپاہی قلعہ میں گھس گئے ان کا خیال یہ تھا کہ حضرت خالدؓ بھی پہلے کی طرح مال اور اسباب پر قبضہ کر کے واپس لوٹ جائیں گے۔ لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ وہ قلعہ کے پاس فروکش ہو گئے ہیں اور ان کو چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ امان کے طلب گار ہوئے۔

حضرت خالدؓ کو یقین تھا کہ ان کو امان دی جائے تو وہ دھوکہ دیں گے۔ اس لئے وہ نہ مانے اور ان کو مجبور کر دیا کہ کسی شرط کے بغیر دروازے کھول دیں حضرت خالدؓ کی فوجوں نے اندر گھس کر ان سب کو قید کر لیا۔ حضرت خالدؓ کے حکم سے سب سے پہلے عقہ اور اس کے ساتھیوں کی گردنیں اڑائی گئیں اور پھر دشمن کے اور سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتارا

گیا۔ قلعہ کے اندر ایک گرجے سے چالیس آدمی گرفتار کیے گئے جن میں سید بن ابو محمد سید بن جمران مولی عثمان وغیرہ بھی تھے۔

عین التمر سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ ولید بن عقبہ کے ہاتھ دربار خلافت میں بھیجا اور مفصل واقعات کی اطلاع دی۔ ولید بن عقبہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان کو عیاض کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ ولید حضرت عیاض کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ دشمن کے نرغے میں ہیں۔ ولید نے ان کو مشورہ دیا کہ بہتر یہ ہے کہ قاصد کو بھیج کر حضرت خالدؓ سے امداد طلب کی جائے حضرت عیاض نے ان کے مشورہ کو مانتے ہوئے حضرت خالدؓ کو مدد کے لئے لکھا۔ حضرت خالدؓ نے عیاض کو لکھا۔

لبّث قليلا تاتك الجلائب يحملن اسادا عليها

القاشب كتائب منبعها كتائب

ذرا ٹھہرو! تمہارے پاس ایسی اونٹنیاں آنے والی ہیں جن پر کالے زہریلے ناگ سوار ہیں اور فوجوں کے دستے ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے آئیں گے۔

اور یہ اطلاع دے کر آپ نے عین التمر پر عویم بن الکاہل اسدی کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود اپنی فوج کو ساتھ لے کر اسی ترتیب سے دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہوئے جس طرح وہ عین التمر میں تھی۔

دومتہ الجندل

دمشق سے مدینہ منورہ جائیں تو ساتویں منزل پر دومتہ الجندل واقع ہے حضرت خالدؓ عین التمر سے فارغ ہو کر حضرت عیاض کی امداد کے لئے اس طرف روانہ ہوئے۔ یہاں پر مشرکین قبائل۔ بہرا۔ کلب۔ غسان، تنوخ۔ اور ضجاعم پہلے ہی سے حضرت عیاض کے ساتھ برسر پیکار تھے۔ جب انہیں حضرت خالدؓ کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے قبائل سے مزید لوگوں کو مدد کے لئے بلایا۔ سب سے پہلے ودیعہ کلب اور بہراء کے لوگوں کو لے کر پہنچے اس کے ساتھ ابن وبرہ بن رومانس تھا۔ اس کے بعد ابن الحدرجان ضجاعم

Marfat.com

کے لوگوں کے ساتھ پہنچ گیا اور پھر ابن الدیہم غسان اور تنوخ کے قبائل کے لوگوں کو لے کر آ پہنچا۔ ان سب کے پہنچنے پر لڑائی شدید ہوگئی۔ لیکن حضرت عیاض برابر لڑتے رہے۔

دومتہ الجندل کی ساری فوج کے دو سردار تھے۔ اکیدر اور جودی جب حضرت خالدؓ قریب پہنچے تو ان دونوں میں اختلاف پیدا ہوا اکیدر کہنے لگا کہ میں حضرت خالدؓ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر صاحب اقبال کوئی نہیں نہ اس سے زیادہ کسی میں عسکری قابلیت ہے آج تک جو قوم بھی اس کے مقابلے پر آئی ہے اسے منہ کی کھانی پڑی ہے۔ اس لئے میری بات مان لو اور مسلمانوں سے صلح کر لو کیونکہ موجودہ حالات میں یہی بہتر ہے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں اکیدر حضرت خالدؓ کے مقابلے پر غزوہ تبوک میں آ چکا تھا اور حضرت خالدؓ کے ہاتھوں اس کا بھائی قتل ہوا اور اسے حضرت خالدؓ قید کر کے لے آئے۔ لیکن صلح کے بعد اسے اپنے وطن جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اکیدر چونکہ مسلمانوں سے ٹکر لے چکا تھا۔ اور اس ٹکر کے نتائج اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لئے وہ صلح کے حق میں تھا۔ اکیدر کی اس صحیح رائے کو باقی لوگوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ دیکھ کر اس نے لوگوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر تم نہیں مانتے ہو تو تم جانو اور تمہارا کام۔ میں حضرت خالدؓ کے مقابلہ میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا اور خود اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں سے چل دیا۔ حضرت خالدؓ کو علم ہوا تو آپ نے عاصم بن عمر کو اس کے تعاقب میں بھیجا عاصم اسے گرفتار کر کے حضرت خالدؓ کے پاس لائے۔ حضرت خالدؓ نے اس کی گردن اڑا دی اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کے معاہدہ کر چکنے کے بعد وہ اس پر قائم نہیں رہا اور وعدہ خلافی کر کے مسلمانوں کا مقابلہ کرنا چاہتا تھا۔

حضرت خالدؓ آگے بڑھ کر دومتہ الجندل پہنچے مشرکین کی نئی فوج کی کمان اس وقت جودی بن ربیعہ۔ ودیعہ کلبی۔ ابن رومانس کلبی ابن الایہم اور ابن لحدرجان کر رہے تھے۔ حضرت خالدؓ نے دومتہ الجندل کو گھیرے میں لے لیا ایک طرف حضرت عیاض کی فوجیں تھیں اور دوسری طرف حضرت خالدؓ نے اپنی فوجیں لا کر کھڑی کر دیں عرب کے نصرانی جو دومتہ الجندل والوں کی امداد کے لئے آئے تھے وہ قلعے کے باہر پڑے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ قلعے میں ان کی گنجائش نہیں تھی۔

Marfat.com

حضرت خالدؓ نے اپنی صفوں کو ترتیب دی ادھر دشمن بھی مقابلہ کے لئے تیار ہوا جودی قلعہ سے نکل کر ودیعہ سے آملا اور دونوں مل کر حضرت خالدؓ پر حملہ آور ہوئے، دوسری طرف ابن الحدرجان اور ابن الایہم نے مل کر حضرت عیاض پر حملہ کر دیا طرفین میں شدت کی جنگ ہوئی مگر مشرکین کے پاؤں جم نہ سکے حضرت خالدؓ نے جودی کو اور اقرع بن حابس نے ودیعہ کو گرفتار کر لیا اور باقی لوگ قلعہ کی طرف بھاگ اٹھے مگر قلعہ میں گنجائش ہی نہ تھی۔ جب قلعہ بھر گیا تو اندر والوں نے بہت سے ساتھیوں کو باہر چھوڑ کر قلعہ کے دروازے بند کر دیئے۔ عاصم بن عمرو نے بنوتمیم کو پکار کر کہا بنوتمیم! اپنے حلیف قبیلہ کلب کی مدد کرو۔ امداد کا اس سے بہتر وقت پھر تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔ چنانچہ بنوتمیم نے ان کو امان دے دی۔

حضرت خالدؓ نے قلعہ کی طرف پسپا ہونے والوں کا تعاقب کیا۔ اور اتنے زیادہ لوگوں کو تہ تیغ کر دیا کہ قلعہ کا دروازہ لاشوں کی وجہ سے بند ہو گیا۔ جو قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے ان کو بھی قتل کر دیا گیا۔ صرف قبیلہ کلب کے افراد کو چھوڑ دیا گیا اس لیے کہ بنو تمیم نے اور عاصم بن عمرو نے کہہ دیا کہ ہم نے ان کو امان دے دی ہے۔ حضرت خالدؓ ان کو امان دینے سے ناراض بھی ہوگئے اور کہنے لگے کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اسلام کے احکام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جاہلیت کی رسوم کی حفاظت کرتے ہو۔ عاصم نے ان سے عرض کی کہ آپ ان لوگوں کے صحیح وسلامت بچے رہنے پر تعجب نہ کریں۔ امید ہے کہ شیطان ان کو آئندہ دھوکا نہیں دے گا۔

حضرت خالدؓ قلعہ کے دروازے پر پہنچے اور اس کو توڑ ڈالا۔ مسلمان قلعے میں گھس گئے۔ جو بھی مقابلے کے لیے آیا اسے قتل کر دیا گیا۔ اور نوعمروں کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بنا لیا گیا۔

دومتہ الجندل کے معرکہ میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد حضرت خالدؓ خود تو وہیں ٹھہرے رہے اور اقرع بن حابس کو انبار جانے کا حکم دیا جس وقت آپ دومتہ الجندل میں مقیم تھے اس وقت عجمی آپ کے خلاف سازشیں کرنے میں مصروف تھے۔ ان کو اپنے ملک اور وطن کے چھن جانے کا ڈر تھا۔ دوسری طرف عرب بھی عقہ کے قتل کا انتقام لینے کی فکر

Marfat.com

میں تھے۔ جزیرہ کے عربوں نے ان عجمیوں سے خط وکتابت کی اوران کواس بات پر آمادہ کرلیا کہ دونوں مل کر خالدؓ کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ بغداد سے زرمہر، انبار کی طرف روانہ ہوا اس کے ساتھ روزبہ بھی روانہ ہوا دونوں نے حصید اور خنافس پر آپس میں ملنے کا وعدہ کیا۔ اس وقت انبار کا حاکم زبرقان تھا۔ ان کو جب زرمہر اور روزبہ کی روانگی کی اطلاع ملی تو آپ نے قعقاع بن عمر کو خبر کردی جو حیرہ میں حضرت خالدؓ کے نائب تھے اوران سے مدد کے طالب ہوئے قعقاع نے اعبد بن فدکی السعدی کو فوراً حصید پہنچنے کا حکم دیا اور عروہ بن جعد البارقی کو خنافس روانہ کیا اور دونوں کو ہدایت کی کہ اگر آگے، بڑھنے کا موقعہ ملے تو بڑھتے رہنا۔ یہ دونوں سردار ایسے مقام پر جا کر فروکش ہوئے کہ حصید اور خنافس کا تعلق ریف سے منقطع ہوگیا۔ اور اسکی راہیں بند کردی گئیں۔ زرمہر اور روزبہ ربیعہ کے لوگ ان کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے تھے جن سے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کی خط وکتابت ہوئی تھی۔ حضرت خالدؓ بھی حیرہ واپس پہنچے اوران کو ان واقعات کا علم ہوا تو آپ نے فوراً قعقاع اور ابن ابی لیل کو روزبہ اور زرمہر کے مقابلہ کے لیے عین التمر روانہ کیا۔

اتنے میں حضرت خالدؓ کو امراؤالقیس الکلبی کا خط ملا۔ جس میں آپ کو اطلاع دی گئی تھی کہ ہذیل بن عمران نے مصیخ میں اور ربیعہ بن بشیر نے ثنی اور بشر میں فوجیں جمع کر رکھی ہیں اور وہ عقہ کے انتقام کے جوش میں ہیں اور یہ بھی لکھا وہ زرمہر اور روزبہ کی امداد کے لیے بڑھنے والے ہیں۔ خط ملتے ہی حضرت خالدؓ نے عیاض بن غنم کو حیرہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود دشمن کے مقابلہ کے لے روانہ ہوئے۔ مقدمۃ الجیش کا امیر اقرع بن حابس کو مقرر کیا۔ اور انہیں حصید روانہ کیا ابن ابی لیل کو خنافس بھیجا اور دونوں سے کہا کہ کوشش یہ کرو کہ دشمن کو بھڑکا کر ان کو ایک جگہ پر جمع کرو۔ اگر وہ جمع نہ ہوں تو جہاں بھی موقع ملے ان کو ختم کردینے کی کوشش کرو۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ دشمن مسلمانوں کے اس ارادے کو سمجھ گیا تھا اور وہ باوجود کوشش کے بھی ایک جگہ مجتمع ہونے سے بچتا رہا۔

جب قعقاع نے دیکھا کہ زرمہر اور روزبہ جنبش تک نہیں کرتے تو وہ حصید کی طرف آگے بڑھا۔

Marfat.com

جنگ حصید۔

حصید میں جو عربی اور عجمی افواج جمع تھیں ان کا سردار روزبہ تھا۔ روزبہ کو جب اس کا علم ہوا کہ قعقاع اس کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس نے زرمہر سے امداد طلب کی۔ زرمہر نے اپنی فوجوں کی کمان مہوذان کے حوالے کر دی اور خود روزبہ کی مدد کے لیے آ پہنچا۔ حصید کے مقام پر طرفین کا مقابلہ ہوا۔ بڑی سخت لڑائی لڑی گئی۔ عجمیوں کے ان گنت آدمی قتل ہوئے خود زرمہر قعقاع کے ہاتھوں اور روزبہ عصمت بن عبداللہ الضبی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ ان کے قتل کے ساتھ ہی دشمن کی فوجیں خنافس کی طرف بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

خنافس......

ابولیل فدکی اپنی امدادی فوج کو ساتھ لے کر حصید سے بھاگ ہوئے مشرکین عرب وعجم کے تعاقب میں خنافس تک گئے۔ خنافس میں مہوذان مشرکین کا امیر تھا۔ حصید سے بھاگے ہوئے لوگ جب اس کے پاس پہنچے اور اسے یہ علم ہوا کہ ابولیل اپنی فوج کے ساتھ خنافس پر حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں تو اس نے خنافس کو خالی کر دیا اور راہ فرار اختیار کی۔ مسلمانوں نے کسی لڑائی کے بغیر ہی خنافس پر قبضہ کر لیا اور پھر اپنی کامیابی کی اطلاع حضرت خالدؓ کو بھیج دی۔

مصیّخ......

اس کو مصیخ بنی البرشاء بھی کہتے ہیں۔ یہ حوران اور قلت کے درمیان واقع ہے۔ حضرت خالدؓ کو جب حصید اور خنافس کی کامیابیوں کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے امراء لشکر قعقاع بن عمرو۔ ابولیل فدکی اعبد اور عروہ کو اطلاع دی کہ فلاں رات کو فلاں وقت مصیخ پہنچ جاؤ۔ مقرر کردہ وقت پر حضرت خالدؓ بھی مصیخ پہنچے اور تین طرف سے ہذیل پر حملہ کر دیا جو مصیخ میں ایک بڑی جمیعت کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لے ٹھہرا ہوا تھا۔ ہذیل اور اسکی فوج غافل پڑی تھی خالدؓ نے ایسا اچانک شب خون مارا کہ وہ اپنی جانیں تک بچانے

میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ہذیل چند آدمیوں کے ساتھ بھاگنے میں کامیاب ہوا اور باقی سب لوگ وہیں قتل کر دیئے گئے۔ مصیخ میں ایک شخص حرقوص بن النعمان بھی تھا۔ اس نے ان لوگوں کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہوئے مسلمانوں سے ڈرایا لیکن انہوں نے اس کا کہنا نہ مانا۔ چنانچہ جب وہ مایوس ہو گیا تو اس نے حملہ کی رات کو اپنے اہل وعیال کو جمع کیا۔ شراب کا خم درمیان میں رکھا۔ اور عیش وعشرت میں لگا رہا۔ اس وقت مسلمانوں نے باشندگان مصیخ کا قتل عام شروع کر دیا۔ حرقوص کی گردن بھی وہیں اڑا دی گئی اور اس کا سر تن سے الگ ہو کر شراب کے خم میں جا پڑا۔ اس کے بیٹوں کو بھی قتل کر دیا گیا۔ اور عورتیں گرفتار ہو گئیں۔ اس لڑائی میں جریر بن عبداللہ نے عبدالعزی بن ابی اہم اور لبید بن جریر کو قتل کر دیا۔ ان دونوں کے پاس حضرت صدیق اکبرؓ کا دیا ہوا تصدیق نامہ تھا جس میں اس بات کی تصدیق کی گئی تھی کہ یہ دونوں اسلام لے آئے ہیں۔ عبدالعزی کے قتل کی خبر جب حضرت صدیق اکبرؓ کو ملی تو آپ نے ان دونوں کا خون بہا ادا کر دیا اور ان کی اولاد کی تربیت کا انتظام کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ چونکہ یہ لوگ مشرکین کے ساتھ ان کے وطن میں رہتے تھے اس لیے ان کا خون بہا دینا ہم پر فرض نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس واقعہ کی وجہ سے اور زیادہ حضرت خالدؓ پر طعن وتشنیع کرنے لگے اور مالک بن نویرہ کے قتل کے واقع کو بھی دہرانے لگے۔ صدیق اکبرؓ نے ان کو جواب میں بتایا جو بھی شخص مسلمانوں کے خلاف لڑائی لڑنے والوں کے ساتھ ان کے وطن میں رہے گا۔ اس کو اس قسم کے مصائب سے دوچار ہونا ہی پڑے گا اور حقیقت بھی یہ ہے۔ ان دونوں کے لیے خدا کی وسیع زمین خالی تھی۔ ہجرت کا باقاعدہ عام اعلان تھا۔ اب ان کو کیا ضرورت تھی کہ وہ ایسی جگہ پر قیام کریں جو دشمنان اسلام کی قیام گاہ ہو اور ایسے لوگوں کی صفوں میں وہیں جو دشمن ہوں۔ اس ملک میں رہیں۔ جہاں ہر وقت موت کا خطرہ ہو اور پھر جب انہوں نے ایسی جگہ خود رہنا پسند کیا اور قتل ہو گئے تو اس میں حضرت خالدؓ اس کی فوج کی کیا خطا تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس قتل کی وجہ سے حضرت خالدؓ کو مورد الزام قرار دینا کچھ زیادہ مناسب نہیں تھا۔

کیونکہ..... رموز مملکت خویش خسرواں دانند

Marfat.com

ثنی اورزمیل......

عقہ کے انتقام کے جوش میں ربیعہ بن بجیرا اپنی فوج کو لے کر الثنی اور البشیر میں مقیم تھا اور اس نے روز بہ۔ زرمہر اور ہذیل سے بھی وعدہ لے لیا تھا۔ کہ وہ اسکی مدد کے لیے آئیں گے۔ حضرت خالدؓ نے جب مصیخ کے معرکے کو سر کر لیا تو آپ نے قعقاع اور ابولیل کو آگے روانہ کیا اور پہلے کی طرح ثنی پر حملہ کرنے کے لیے ایک خاص رات اور متعین وقت مقرر کیا۔ ان کے بعد حضرت خالدؓ بھی روانہ ہوئے اور متعین وقت پر انہوں نے مل کر تین طرف سے ثنی میں مقیم ربیعہ کی فوج پر حملہ کر دیا۔ اور ان لوگوں کو جو بہت شان وشوکت سے مقابلہ کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے ایسا جالیا کہ ان کی حالت کی خبر دینے کے لیے بھی کوئی زندہ نہ بچ سکا۔ عورتوں کو قید کر لیا گیا۔ مال غنیمت جمع کر کے پانچواں حصہ نعمان بن عوف شیبانی کے ہاتھ دربار خلافت میں روانہ کیا گیا۔ انہیں گرفتار شدہ عورتوں میں بنت ربیعہ بن بجیرہ تغلبی تھیں جن کو حضرت علیؓ نے خرید لیا تھا اور جس سے آپ کے ہاں عمر اور رقیہ پیدا ہوئے ہذیل نے بھاگ کر عتاب بن فلان کے پاس پناہ لی۔ عتاب بن فلان ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ بشر میں فروکش تھا۔ بشر کو الرجیل بھی کہتے ہیں۔ اور قبل اس کے کہ عتاب اور ہذیل کو ربیعہ کے خاتمہ کی اطلاع ملتی حضرت خالدؓ نے ان کو گھیر لیا۔ یہاں پر بڑی شدت کی جنگ ہوئی طبری لکھتا ہے کہ اس معرکے میں اتنے لوگ قتل ہوئے کہ اس سے قبل کسی معرکے میں اتنی خونریزی نہیں ہوئی تھی۔ آخر کار یہ مقام بھی سخت لڑائی کے بعد فتح ہوا۔ اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ صاح بن فلان المزنی کے ساتھ دربار خلافت میں بھیجدیا گیا۔

حضرت خالدؓ یہاں سے فارغ ہو کر رضاب کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پر ہلال بن عقہ نے کچھ لوگوں کو جمع کیا ہوا تھا۔ لیکن جب لوگوں کو مسلمانوں کی گذشتہ فتوحات کی اطلاع ملی تو انہوں نے لڑائی لڑنے سے صاف انکار کر دیا۔ ہلال بن عقہ نے جب دیکھا کہ میں اکیلا رہ گیا ہوں تو وہ وہاں سے کھسک گیا۔ مسلمانوں نے پہنچ کر بڑی آسانی سے رضاب پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

الفراض۔

الفراض فرات کے مشرق میں عراق۔شام اور جزیرہ کے راستوں کا سنگھم ہے۔

جب عراق اور جزیرہ میں حضرت خالدؓ نے اپنی فتوحات کو مکمل کر لیا۔تو آپ الفراض کی طرف روانہ ہوئے۔مقصد یہ تھا کہ اس آخری سرحد کو فتح کر لیا جائے تو عراق کی فتوحات مکمل ہو جائیں گی اور اس کے بعد اگر فارس کی طرف پیش قدمی کرنی ہوئی تو پیچھے سے حملے کا خطرہ باقی نہیں ہے گا یہ وہ تدبیر تھی جس کی امید حضرت خالدؓ ہی سے ہو سکتی ہے اور یہ اس نصیحت پر عمل تھا جو صدیق اکبرؓ نے خالدؓ اور عیاضؓ کو عراق کی طرف رخصت کرتے وقت کی تھی۔

مسلمان جب الفراض میں جمع ہوئے اور ان کے اجتماع کی خبریں اہل روم تک پہنچیں تو ان کی رگِ حمیت پھڑک اٹھی اور سخت غضب ناک ہوئے۔انہوں نے آس پاس کی چوکیوں میں مقیم ایرانی چوکیوں کو امداد کے لئے بلایا۔ان کے دل میں پہلے ہی مسلمانوں کے خلاف غیظ وغضب بھرا ہوا تھا۔اور وہ ہر اس موقع کی تلاش میں تھے جس میں ان کو مسلمانوں سے۔اور بالخصوص خالدؓ سے بدلہ لینے کا بہانہ مل جائے۔ان کے علاوہ اہل روم نے عرب کے قبائل تغلب ریا و اور نمر کو امداد کیلئے بلایا۔وہ بھی فوراً تیار ہو گئے اس لئے کہ ان کے دل میں بھی ریاست اور سرداری کے ہاتھ سے نکل جانے کا غم ابھی تک تازہ تھا۔اس طرح الفراض میں روم فارس اور عرب کی اجتماعی قوتیں حضرت خالدؓ کے مقابلے پر جمع ہو کر آگے بڑھیں جب بڑھتے بڑھتے ایسے مقام پر پہنچیں کہ صرف دریائے فرات درمیان میں رہ گیا۔تو انہوں نے حضرت خالدؓ سے کہا کہ یا تو تم فرات کو پار کر کے اس طرف مقابلہ کے لئے آؤ۔اور یا دریا ہمیں پار کرنے دو۔حضرت خالدؓ نے مناسب یہ سمجھا کہ دشمن کی فوجیں اس طرح گھر جائیں کہ ایک طرف دریا ہو۔اور دُوسری طرف مسلمان فوجیں اور ان کو بھاگنے کا راستہ نہ ملے اس لئے آپ نے انؔ کو دعوت دی کہ وہ دریا پار کر کے آجائیں۔اس پر وہ کہنے لگے کہ اچھا ہم آتے ہیں تم اپنی فوجوں کو کچھ پیچھے لے جاؤ۔حضرت خالدؓ دریا کا پانی کس طرح چھوڑ سکتے تھے۔اس لئے آپ نے ان سے کہا کہ ہم پیچھے تو نہیں ہٹتے تم ذرا نیچے کی طرف جا کر دریا کو پار کر لو۔چنانچہ سامنے سے کچھ ہٹ کر انہوں ے دریا پار کر لیا۔دریا

Marfat.com

پار کرنے سے پہلے ان کے اندر اختلاف بھی ہو گیا۔ بعض کی رائے یہ تھی کہ ہمیں اپنی سرزمین پر لڑنا چاہیے۔ اس لئے کہ خالدؓ کی ہوشیاری اور اُسکی شجاعت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور اسکی کامیابی یقینی ہے۔ اگر ہم پار جا کر لڑیں گے تو بہت ہی ذلت اور بے حد نقصان اٹھانا پڑیگا۔ لیکن اکثریت نے دریا کو پار کرنے کا ہی فیصلہ کیا تھا۔ اس لئے کہ ان کو اپنی قوت اور طاقت پر گھمنڈ تھا۔ جب یہ لوگ دریا کے پار آ گئے تو اہل روم نے کہا کہ اب الگ الگ ہو جاؤ۔ تا کہ معلوم ہو سکے کہ کونسی قوم لڑائی میں ثابت قدم رہتی ہے اور پتہ چل سکے کہ اچھا یا بُرا انجام کس کی وجہ سے ہے۔

چنانچہ اہل روم۔ کفار فارس۔ اور جاہل عرب سب الگ الگ ہو گئے اور لڑائی شروع ہوئی۔ بہت دیر تک شدید لڑائی اور بہت زیادہ خونریزی ہوتی رہی اور آخر کار مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی اور روم فارس اور عرب کی متحدہ فوجوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ حضرت خالدؓ نے اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہا! کہ ان کا تعاقب کرو اور کسی کو بچ کر نکلنے کا موقع نہ دو۔ کہا جاتا ہے کہ اس لڑائی میں کوئی ایک لاکھ کے قریب افراد قتل ہوئے۔ یہ لڑائی عراق کی سرزمین میں حضرت خالدؓ کی آخری لڑائی تھی۔

حضرت خالدؓ الفراض کی لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد دس دن تک وہاں قیام پذیر رہے اور 25 ذیقعدہ کو آپ نے اپنی فوجوں کو حیرہ جانے کا حکم دے دیا۔ اور فوج کی کمان عاصم بن عمرؓ کو دیدی۔ شجرۃ بن الاغر کو ساقہ پر کماندار مقرر کیا اور خود بظاہر ساقہ میں مل کر چلنے لگے۔ پھر آپ نے فوج کو چھوڑ دیا اور حج کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے۔

حضرت خالدؓ کا حج

25۔ ذیقعدہ کو حضرت خالدؓ چند ساتھیوں سمیت چپکے سے حج کرنے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ آپ نے جاتے ہوئے شہروں اور بستیوں کے راستے کو چھوڑ دیا۔ اور مکہ معظمہ کی سمت سیدھے چل پڑے۔ یہ اہل جزیرہ کا راستہ تھا۔ اور نہایت ہی دشوار گذار اور مشکل تھا۔ اس طرح سیدھی راہ اختیار کرنے کی وجہ سے وہ بہت تھوڑے دن اپنی فوج سے غیر حاضر رہے۔ یہاں تک کہ جب آپ کی فوج حیرہ پہنچی تو آپ بھی ساقہ کے ساتھ جا کر مل

Marfat.com

گئے اور ان کے ساتھ ہی حیرہ میں داخل ہوئے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کو حضرت خالدؓ کے اس حج کا علم ہو گیا۔ ان کو پتہ چل گیا تھا کہ وہ اپنی فوج کو چھوڑ کر چپکے سے چلے گئے تھے۔ خلیفہ اول اچھی طرح جانتے تھے کہ فوج کو تنہا چھوڑ دینے سے مسلمانوں پر کیا اثر ہوا ہوگا۔ اور دشمن کی فوجوں کو اگر علم ہو گیا ہوتا تو وہ اس سے کیا اثر لیتے۔ حضرت خالدؓ کو اپنے متعلق گھمنڈ پیدا ہو چکا ہے۔ جو فتوحات وہ حاصل کر چکے ہیں ان کی وجہ سے آپے سے باہر ہو رہے ہیں۔ اور اپنے آس پاس کے دشمنوں کو کمزور سمجھنے لگے ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت خالدؓ کو خط لکھا جس میں ان کو سخت و نرم دونوں طرح کی باتیں لکھیں۔ ان کو حج کی ادائیگی کی مبارکباد بھی دی اور اس پر ملامت بھی کی اتفاقی طور پر اس وقت حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس ان اُمراء کا پیغام آیا جن کو آپ نے شام فتح کرنے کو بھیجا تھا۔ اس پیغام میں وہ مدد مانگ رہے تھے۔ صدیق اکبرؓ نے سوچا کہ کیوں نہ ایک تیر سے دو شکار کھیلے جائیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ وہ شام کے اُمراء کی امداد کے لئے روانہ ہو جائیں۔ حضرت خالدؓ اس سے یہ سمجھے کہ یہ بلا اجازت فوج چھوڑ دینے کا عتاب ہے۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ عراق کی سرزمین کو باغیوں سے پاک کرنے والا خالدؓ شام کی سرزمین کو بھی جلد از جلد فتح کر لے گا۔ اور وہاں کی سرکش فوجوں کی سرکشی کو ختم کر کے رکھ دے گا۔ آپ نے حضرت خالدؓ کو جو خط لکھا وہ درج ذیل ہے:۔

''یہاں سے روانہ ہو کر یرموک میں مسلمانوں کی جماعت سے مل جاؤ۔ اس لئے کہ وہ دشمن کے ہاتھوں اور دشمن ان کے ہاتھوں زخم اٹھا چکے ہیں۔ اور یہ حرکت جو تم سے سرزد ہوئی ہے۔ خبردار! آئندہ ایسا نہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ تمہارے سامنے دشمن کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ اور تم مسلمانوں کو دشمن کے نرغے سے صاف بچالاتے ہوا ے ابو سلیمان! میں تم کو تمہارے خلوص اور خوش قسمتی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اس مہم کو پایہ تکمیل تک پہنچا دو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ تمہارے دل میں غرور کا شائبہ تک نہیں آنا چاہئے۔ اس لئے کہ غرور کا انجام ذلت اور تباہی ہے اور نہ اپنے کسی عمل پر اتراؤ۔ اس لئے فضل و کرم کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی اجر دینے والا ہے۔''

Marfat.com

حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ خط جس حکمت کا حامل ہے وہ خط کے ایک ایک لفظ سے ظاہر ہے۔ اس خط سے آپ کی رائے کی پختگی اور افراد کی شناخت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے مقرر کردہ افسروں کو کس طرح بروقت انتباہ دیا کرتے تھے اور انتباہ دینے میں وہ کس طرح خلوص اور مصلحت سے کام لیتے تھے۔

خط ملنے پر حضرت خالدؓ شام کو روانہ ہو گئے۔ شام کی روانگی سے پہلے فتوحات عراق پر ایک اجمالی تبصرہ نامناسب نہ ہوگا۔

عراق کی فتوحات پر ایک اجمالی تبصرہ

اہل فارس کا رعب عربوں پر بُری طرح چھا گیا تھا۔ کہ عرب ہر وقت اہل فارس کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھنے پر مجبور تھے۔ اس کو وہ اپنی خوش قسمتی سمجھتے تھے کہ ان کو کسریٰ کے دربار میں جانے اور اس ''شاہنشاہ'' کے سامنے سجدہ کرنے کا موقع ملے۔ اہل فارس کو اپنے اس رعب وجلال کا علم تھا۔ وہ عربوں کو نہایت ہی حقارت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اور ان کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ عرب بھی کبھی ہمارے مقابلہ پر اتر سکتے ہیں اگرچہ حضرت خالدؓ کے ہاتھوں اہل فارس کئی بار شکست کھا چکے تھے۔ لیکن پھر بھی الیس کے مقام پر جب مقابلہ ہونے لگا تو اہل فارس نے اپنی فطرت سے مجبور ہو کر عربوں کے حملے کو خیال میں نہ لاتے ہوئے کھانے کا دسترخوان چن لیا۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ مدتوں کی نخوت اور غرور چند شکستوں سے ختم نہیں ہو سکتا تھا۔

حضرت خالدؓ فارس میں گئے تو ان کو بتایا کہ عرب اب وہ نہیں رہے۔ خدائے قدوس نے اپنا رسول ﷺ بھیج کر ان پر اپنے انعامات واحسانات کی بارش کی ہے اہل عرب نے اس رسول ﷺ کی اطاعت کر کے اور اس کے نقشِ قدم پر چل کر دینوی اور اخروی سعادت کو اپنا لیا ہے۔ اب یہ لوگ اپنا حق لینے آئے ہیں اگر خوشی سے ان کو یہ حق نہیں دیا جائے گا وہ زبردستی لے لیں گے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ وہ کاشتکار اور محنت کش لوگ جن کو انسانیت کے مرتبے سے گرا دیا گیا تھا اپنا صحیح مقام پہچان لیں اور سمجھ جائیں کہ وہ بھی انسان ہیں۔ ان کے بھی کچھ حقوق ہیں اور انہیں بھی زندہ رہنا ہے۔ چنانچہ آپ نے

Marfat.com

اعلان کر دیا:۔

"الناس من ادم و ادم من تراب"

تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔

حضرت خالدؓ کے عراق پر فوج کشی کے ساتھ اسلامی مملکت کی ابتداء ہوئی اور اس زمانے کی بڑی بڑی طاقتوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ لشکر کشی کسریٰ خاندان کی حاکمیت کو ایک چیلنج تھا۔ عراق کی فتوحات سے کسریٰ کی شہنشاہیت کمزور پڑ گئی۔ فرات کے کنارے ابلہ سے لے کر فراض تک کا علاقہ کسریٰ کے زیر نگین تھا۔ اور اس کو فتح کر کے حضرت خالدؓ نے ان سے ایک وسیع خطہ زمین چھین لیا۔

شروع شروع میں تو اہل فارس کا خیال تھا کہ حضرت خالدؓ کا حملہ بھی عرب کے قدیمی دستور کے مطابق صرف مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے ہے ان کو یقین تھا کہ فتوحات کے بعد وہ مال غنیمت لے کر اپنے ملک واپس چلے جائیں گے۔ لیکن حضرت خالدؓ کے پے در پے حملوں نے اور متواتر فتوحات نے ان کو متنبہ کر دیا کہ ان کا خیال غلط تھا۔ اب وہ بڑی حیرت سے اس نئی قوم اور ان کی فتوحات کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ اور ان کو اس بات کا پختہ یقین ہو گیا کہ حضرت خالدؓ کے علم کے نیچے آنے والی عرب فوجوں سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہے یا تو کسریٰ کی قدیم شہنشاہیت کو دفنایا جائے گا۔ یا ان عربوں کے زمام اقتدار کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

حضرت خالدؓ کی کامیابی اور عراق میں اسلامی حکومت کے قیام کی سب سے بڑی وجہ حضرت خالدؓ کی فراست تھی۔ وہ کسی ایک شہر کو فتح کر کے اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک اس کا مکمل انتظام نہ فرماتے۔ اس کی حفاظت کے لئے اپنے قابل اعتماد اور تجربہ کار ساتھیوں میں سے کسی ایک کو وہاں کا امیر مقرر کرتے۔ ان کی ذمہ داری یہ ہوتی کہ وہ اس شہر کی حفاظت کریں وہاں پر امن وامان قائم رکھیں اور اس کے ساتھ ایک اور شخص کو مقرر فرما کر اس کے ذمے صرف خراج کو جمع کرنے کا کام لگایا جاتا۔ اس سے اس شہر کی حفاظت کے علاوہ یہ بھی فائدہ ہوتا تھا کہ حضرت خالدؓ کی پشت محفوظ ہو جاتی تھی اور اس بات

Marfat.com

کا خطرہ نہیں رہتا تھا کہ دشمن کسی اور راستے سے آکر اسلامی فوج پر پیچھے سے حملہ آور ہو جائے گا۔ اور اسی طرح وہ آگے بڑھتے ہوئے پورے طور پر مطمئن ہوتے ان کی کامیابی کی ایک اور وجہ بھی تھی اور وہ یہ کہ آپ جب بھی کسی علاقے کو مکمل طور پر فتح کر لیتے تھے تو اس خطے کے کاشتکاروں کو امان دے دیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرتے اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری لیتے اسی وجہ سے ہر علاقے کے کسان اور کاشتکاران کی آمد سے خوشیاں مناتے۔ ان کو خوش آمدید کہتے اور کہیں بھی ایسا نہیں ہوا کہ غریب کسان ازخود ان کے مقابلے پر آئے ہوں۔ اہل فارس نے تو ان کو ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا تھا اور غلامی کا طوق ان کے گلے میں پہنا دیا تھا۔ چنانچہ غریب کسانوں کو اہل فارس سے سختی اور ظلم کے سوا کسی دوسری چیز کی توقع باقی نہیں رہی تھی اس وجہ سے وہ سب اہل فارس کی غلامی پر مسلمانوں کی حکومت کو ترجیح دیتے تھے۔

لیکن اس کے مقابلے میں حضرت خالدؓ نے دشمن کے سرداروں اور فوجیوں سے کبھی نرمی کا معاملہ نہیں کیا۔ خود حضرت خالدؓ کا طریقہ یہ تھا کہ دشمن کے مقابلے پر آتے ہی وہ سب سے پہلے فوج کے امیر کا کھوج لگاتے اور ان کا سب سے پہلا وار امیر پر ہوتا تھا۔ اور اسی وجہ سے عراق میں بہت کم لڑائیوں نے طول پکڑا اس لئے کہ امیر کی گرفتاری یا اس کے مرنے کے بعد فوج کے قدم اکھڑ جاتے تھے۔ فوج پر قابو پانے کے بعد آپ ان سے کبھی نرمی کا برتاؤ نہیں کرتے تھے۔ کیوں کہ ان کو اپنی فراست سے معلوم تھا کہ یہی نرمی بعد میں مہلک ثابت ہوگی۔ اس کے برعکس ان کو یقین تھا کہ موقع پاتے ہی یہی لوگ دوبارہ پریشانی کا سبب بن سکتے ہیں۔ جب اہل فارس کو حضرت خالدؓ کی فتوحات کا علم ہو گیا اور کئی لڑائیوں میں انہیں حضرت خالدؓ کی تلوار کی خون آشامی کا تجربہ بھی حاصل ہو گیا۔ تو ان کے اُمراء کے لئے لازم تھا کہ ابتدائی معرکوں ہی سے عبرت لیتے اور نصیحت حاصل کرتے اور بار بار ان کے مقابلے پر نہ آتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ ان میں کوئی بھی ایسا نہ تھا۔ جو ان کو راہ راست پر لاتا۔ ان کو صلح پر آمادہ کرتا اور ان کو انسانی خون بہانے سے روکتا۔ اگر ان میں کوئی ایسا آدمی پیدا ہوتا اور ان کو اس بات پر آمادہ کر لیتا تو یہ بات کمزوری یا بزدلی میں شمار نہ ہوتی۔ بلکہ دوسری

Marfat.com

طرف ان کا مقابلے پر آنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف تھا۔

ہاں اگر یہ صورت ہوتی کہ فتح کے بعد حضرت خالدؓ اپنے مخالفوں کو معاف کرتے تو پھر کہا جاسکتا تھا۔ کہ اہل فارس کی پے در پے لڑائیوں کا مقصد یہ ہوا کہ اگر قسمت نے یاوری کی اور کامیابی حاصل ہوئی تو اس سے اچھی بات کونسی ہوگی لیکن اگر شکست کھائیں گے تو معافی مانگ لیں گے اور اس طرح جانیں بچ جائیں گی۔ لیکن حضرت خالدؓ کا دستور دوسرا تھا۔ انہوں نے شروع ہی میں واضح کر دیا تھا کہ مقابلے پر آنے والے شخص کو کسی صورت معاف نہیں کیا جائے گا۔ اس صورت میں اہل فارس کی شکستوں سے یہی واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو خود ہلاکت میں ڈالا۔ اور ان کی ان تمام حماقتوں کی وجہ صرف یہی تھی کہ ان کو اپنے اوپر غلط اعتماد تھا۔ وہ عربوں کو ذلت کی نظر سے دیکھتے۔ اور ان کو حقیر سمجھتے تھے۔ خالدؓ اور اس کی فوج آخر عرب ہی تھے اور یہ ان کی حد برداشت سے باہر تھا کہ اہل عرب کی فوقیت کو تسلیم کر لیں۔ اور اپنے آپ کو عربوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔

حضرت خالدؓ کی ان فتوحات میں بے شمار مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا۔ اس کے علاوہ ایک قابل قدر فائدہ یہ حاصل ہوا کہ مسلمانوں کے دلوں سے اہل فارس کا خوف اور ان کی عظمت کا رعب جاتا رہا۔ چنانچہ اہل فارس کو عراق کی سرزمین میں پے در پے شکستیں دینے کا اثر یہ ہوا کہ جب مسلمانوں کی فوجیں اور آگے بڑھیں تو ان کے حوصلے بلند تھے۔ اور دوسرے ممالک کو فتح کرتے چلے گئے۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ اسلامی تاریخ لکھتے وقت حضرت خالدؓ کی اس شاندار کامیابی کو سنہرے حروف سے لکھا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔

ان تمام فوائد کے علاوہ حضرت خالدؓ کی سپہ سالاری میں مسلمان فوج کو لڑائی کے نت نئے طریقوں کا تجربہ حاصل ہوا۔ مسلمان اس سے قبل کسی منظم اور باقاعدہ فوج کے مقابلہ پر بہت کم نکلے تھے۔ لیکن فتوحات عراق کی تفصیل سے یہ ظاہر ہوگیا کہ اہل فارس کا مقابلہ کرتے وقت مسلمان کبھی تو کسی قلعہ بند فوج کے مقابلہ پر آتے۔ کبھی دریا کے آر پار لڑائی لڑنے کا موقع ملتا۔ کبھی دست بدست نیزوں اور تلواروں سے لڑائی شروع ہوتی۔

Marfat.com

اور کبھی دشمن پر شب خون مارنے میں فائدہ نظر آتا۔ مسلمان فوج نے حضرت خالدؓ کی سرکردگی میں لڑائی کے یہ تمام طریقے اور مختلف چالوں سے دشمن کی مدافعت اور اپنی پیش قدمی جاری رکھنے کے ڈھنگ سیکھے اور ان کی وجہ سے مسلمانوں میں تجربہ کار سپاہیوں اور مدبر سپہ سالاروں کی کمی نہ رہی۔ ان میں سے ایک ایک خالدؓ کی تجربہ کاری سے فائدہ اٹھا کر دشمن کے مقابلہ کے لئے بڑھتا گیا اور فتح پر فتح حاصل ہوتی گئی۔

حضرت خالدؓ محرم 12ھ سے صفر 13ھ تک ایک سال دو ماہ عراق میں رہے اور اس عرصہ میں آپ نے کوئی پندرہ لڑائیاں لڑیں۔ اور ان تمام لڑائیوں میں ایسا کہیں نہیں ہوا کہ دشمن کی فوجیں آپ کی فوج سے تعداد میں کم ہوں یا برابر ہوں۔ بلکہ ان تمام لڑائیوں میں آپ کو اپنے سے دُگنی تگنی بلکہ اس سے بھی زیادہ سپاہ کا مقابلہ کرنا پڑا لیکن اس کے باوجود تمام لڑائیوں میں ہر موقع پر آپ نے دشمن کو شکست فاش دی۔ ان کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا اور ہر لڑائی سے کامیاب واپس آئے۔ اس ایک سال کے قلیل عرصہ میں آپ نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو کسی بڑے سے بڑے سپہ سالار سے آج تک نہیں ہو سکے۔ جس مقام پر جانے کا ارادہ کرتے آپ کا نام آپ سے پہلے وہاں پہنچتا۔ مسلمان فوج میں آپ کی موجودگی مسلمانوں کے لئے پشت پناہی کا کام دیتی۔ آپ کی وجہ سے ان کے حوصلے بلند رہتے اور بالکل اسی طرح لڑائی کے میدان میں آپ کی آمد دشمن کی صفوں میں انتشار اور بزدلی پھیلانے کا باعث ہوتی۔

Marfat.com

حضرت خالدؓ شام میں

Marfat.com

فتوحاتِ شام کے ابتدائی حالات

شام میں حضرت خالدؓ کے کارناموں کو بیان کرنے سے پہلے سلسلہ کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ فتوحات شام کے ابتدائی حالات کو لکھا جائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے 13ھ میں خالدؓ بن سعید کو ایک فوج کا کماندار مقرر کر کے شام کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے مشورہ سے آپ نے خالدؓ بن سعید کو روانگی سے پہلے ہی معزول کر دیا۔ اس کے بعد آپ دوبارہ شام کی طرف متوجہ ہوئے اور لوگوں کو جہاد کے لئے اسلامی فوج میں بھرتی ہونے کی دعوت دی۔ اور چار مختلف کمانداروں کے ماتحت چار فوجیں روانہ فرمائیں۔ یزید بن ابوسفیان کو دمشق کی طرف شرجیل بن حسنہ کو شرق اُردن کی طرف۔ ابوعبیدہ بن الجراح کو حمص کی طرف اور عمر بن العاصؓ کو فلسطین کی طرف بڑھنے پر مامور فرمایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو اللہ تعالیٰ کی امداد اور مسلمانوں کی فتح کا اس حد تک یقین تھا کہ آپ نے ان چاروں حضرات کو کامیابی کے بعد بالترتیب ان علاقوں کا گورنر مقرر فرمایا۔

چاروں کماندار مدینہ منوہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے۔ حضرت یزید بلقاء میں حضرت شرجیل اُردن میں حضرت ابوعبیدہ جابیہ میں اور حضرت عمرو بن العاص عربہ میں خیمہ زن ہوئے۔ رومیوں کو مسلمان افواج کے آنے کا علم ہوا تو انہوں نے فوراً ہرقل کو اس کی اطلاع دی۔ ہرقل ان دنوں قدس میں مقیم تھا۔ اس کو اطلاع ملی تو وہ خود چل پڑا۔ حمص میں قیام کیا اور فوجیں جمع کرنی شروع کیں۔ ہرقل کا ارادہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے ہر کماندار کے مقابلے میں الگ فوجیں اس طرح بھیج دے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔ اس کو اپنی اس تجویز کی کامیابی کا پورا یقین اس وجہ سے تھا کہ اس کی سپاہ تعداد میں زیادہ تھی چنانچہ اس نے مسلمان کے ہر لشکر کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ فوج روانہ کی۔ مسلمان ہرقل کے اس اراہ کو بھانپ گئے اور انہوں نے عمرو بن العاص اور حضرت صدیق اکبرؓ سے مشورہ طلب

Marfat.com

کیا۔ حضرت عمرو بن العاص کا جواب ان کو حضرت صدیقؓ کے جواب سے پہلے ملا ان کا مشورہ یہ تھا کہ "ہماری سب فوج کو آپس میں مل جانا چاہیے۔ اس لئے کہ اگر ہم علیحدہ علیحدہ رہے تو ہماری تعداد اتنی کم ہوگی کہ شاید ہم میں سے کوئی بھی اپنے دشمن کے مقابلے میں کامیاب لڑائی نہ لڑ سکے" چنانچہ سب کا متفقہ یہ فیصلہ ہوا کہ یرموک کی طرف بڑھیں اور وہاں آپس میں مل جائیں اور اسی وقت ان کو حضرت صدیق اکبرؓ کا خط بھی ملا۔ ان کا مشورہ بھی وہی تھا جو حضرت عمرؓ کی رائے تھی آپ نے لکھا تھا:۔

"چاروں فوجوں کو ملا کر سب کو ایک ہی فوج میں بدل دو اور سب مل کر مشرکین کا مقابلہ کرو۔ یقین رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار رہو اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کے مددگاروں کو بے یار و مددگار کبھی نہیں چھوڑتا۔ یقین رکھو کہ تمہاری تعداد اتنی کم نہیں کہ جس کی وجہ سے تم ناکامی کا منہ دیکھو۔ اگر دس ہزار بلکہ اس زیادہ لوگ بھی گناہ کے مددگار ہو کر مقابلہ کریں تو وہ یقیناً شکست کھائیں گے۔ اس لئے گناہوں سے بچتے رہو۔ یرموک میں جمع ہو کر مقابلہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک کمانڈر اپنی فوج کے ساتھ نماز ادا کرے۔"

غور کیجئے کہ اس سخت موقع پر بھی نماز کی کتنی تاکید کی جاتی ہے۔

ہرقل کو جب اطلاع ملی کہ مسلمانوں کی فوجیں یرموک میں جمع ہو رہی ہیں تو اس نے اپنے مشہور سرداروں کے ذریعہ روم کے پادریوں کے نام احکام جاری کر دیئے کہ وہ رومیوں کے پاس جمع ہو جائیں اور ان کو ساتھ لے کر ایسے مقام پر فروکش ہو جائیں جو کافی کشادہ اور وسیع ہو اور ساتھ ہی وہاں سے بھاگنے کا راستہ تنگ ہو۔ ہرقل نے اس بات کی پرواہ نہ کی کہ مسلمانوں کی فوجیں اپنی پوری قوت اور طاقت سے مقابلہ کے لئے آتی ہیں۔ مسلمانوں کے چیدہ چیدہ بہادروں کو فوجوں کا کمانڈر مقرر کیا گیا ہے۔ اور یہ لڑائی رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن لڑائی کی حیثیت رکھے گی۔ اسی وجہ سے اس کا خیال تھا۔ کہ اگر رومی کامیاب ہو گئے تو اس کے بعد عرب بچ کر جا نہیں سکیں گے۔ اور پھر کبھی روم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکیں گے اور ایسا نہ ہوا اور مسلمان کامیاب ہو گئے تو اس کا پختہ ارادہ تھا کہ شام کو خیر باد کہہ دے گا۔ اس وجہ سے اس نے اس دفعہ مسلمانوں کے مقابلہ

Marfat.com

میں جو فوج روانہ کی اسکی تیاری میں اپنی پوری قوت صرف کردی۔ چیدہ چیدہ سرداروں کو متعین کیا اور ساتھ ہی پادریوں کو بھی بھیج دیا تاکہ وہ لوگوں کو لڑنے کی ترغیب دیتے رہیں اوران کی ہمت وشجاعت کو بیدار کرتے رہیں۔ یہ فوج پورے سازوسامان کے ساتھ چل کر واقوصہ میں خیمہ زن ہوئی جو یرموک کے کنارے پرایک وادی کا نام ہے اس وادی نے ان کو خندق کا کام دیا۔ اوراس وجہ سے وہ ایک ناقابل تسخیر گھاٹی بن گئی۔ رومیوں کے سرداروں کی کوشش یہ تھی کہ رومیوں کو مسلمان فوج کی تعداد بتلا کران کو ڈھارس دی جائے اوران کے دلوں سے مسلمانوں کا ڈر نکال دیا جائے۔

مسلمان بھی اپنی جگہ چھوڑ کر رومیون کے مقابلہ میں خیمہ زن ہوئے۔ مسلمانوں کی فوج ایسی جگہ اتری جو رومیوں کا راستہ تھا۔ اور جس کے علاوہ رومیوں کو اور کوئی راستہ مل نہیں سکتا تھا۔ حضرت عمرؓ یہ موقع دیکھ کر پکار اٹھے:۔

"مسلمانو! لو تمہیں خوشخبری سناتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم رومی گھر گئے ہیں۔ اور محصور جماعت کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتی۔"

مسلمان صفر سے لے کر ربیع الثانی 13ھ متواتر تین ماہ تک ان کا راستہ روکے رہے نہ تو وہ رومیوں کو کوئی نقصان پہنچا سکتے تھے اور نہ ہی رومی ان کی طرف بڑھتے تھے۔ ہاں جب کبھی بھی وہ نکلتے مسلمان ان کو جالیتے تھے۔

ابتداہی میں ____ یعنی صفر کے مہینے میں جب مسلمانوں نے رومیوں کی یہ تعداد کثیران کی شان دیکھی تو انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کو تمام حالات سے مطلع کیا اور مدد طلب کی۔ جب حضرت صدیق اکبرؓ کو اطلاع ملی تو آپ کہہ اٹھے کہ یہاں خالدؓ کی ضرورت ہے اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں خالدؓ بن الولید کے ذریعے ان شیطانی وساوس کا خیال رومیوں کے دلوں سے نکال کر چھوڑوں گا۔" چنانچہ آپ نے حضرت خالدؓ کو فوراً شام کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور لکھا کہ عراق میں مثنی بن حارثہ کو نصف فوج کے ساتھ چھوڑ دو اور بقیہ نصف فوج لے کر فوراً شام میں مسلمانوں کی مدد کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ جب شام میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح دیدے تو پھر واپس عراق آکر اپنا کام شروع کردو۔

حضرت خالدؓ نے روانہ ہوتے وقت تمام صحابہ کرامؓ کو جوان کی فوج میں تھے اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ حضرت مثنی اس بات پر اصرار کرنے لگے کہ فوج کو آدھوں آدھ تقسیم کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ کی برکت سے وہ اپنے آپ کو محروم کرنا نہیں چاہتے تھے۔ آخر کار حضرت خالدؓ نے مثنی کو راضی کرنے کے لئے کچھ صحابہؓ کو مثنی کی فوج میں رہنے دیا اور اس کے بدلے میں چیدہ چیدہ بہادروں کو ساتھ لیا اور حضرت خالدؓ عراق سے شام کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت خالدؓ حیرہ سے چل کر قبیلہ کلب کے ایک چشمے قراقر پہنچے۔ قراقر سے آپ کا ارادہ سوی کی طرف جانے کا تھا سوی کو قراقر سے دو راستے جاتے تھے ایک راستہ لق دوق صحرا میں سے ہو کر جاتا تھا دوسرا راستہ صحرا کے گرد گھوم کر جاتا تھا۔ پہلے راستہ کو اختیار کرنا بہت ہی خطرناک تھا اور دوسرے راستے سے جاتے تو شام میں مسلمان مجاہدین تک پہنچنے میں دیر لگنے کا احتمال تھا اس وجہ سے آپ نے صحرا کو قطع کرنے کے خطرہ کو سر لے لیا۔ آپ ایسے لوگوں کی تلاش کرنے لگے جو اس صحرا کے راستوں سے واقف ہوں اور راہبر کا کام دے سکیں۔ لوگوں نے بتلایا کہ رافع بن عمیرة الطائی اس فرض کو بخوبی سرانجام دے سکیں گے۔ حضرت خالدؓ نے ان کو بلا کر اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ رافع کہنے لگے:۔

"اس صحرا کو گھوڑوں پر چڑھ کر اور سامان ساتھ لے کر قطع نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالیٰ کی قسم اس راہ پر تو اگر سوار بالکل خالی بھی چل پڑتا ہے تو اس کو زندہ نکلنے کی امید نہیں ہوتی ہے۔ وہ شخص اس راستہ سے جانے کی ہمت کرتا ہے جو اپنے متعلق غلط فہمی کا شکار ہو۔ یہ پورے پانچ دن رات کا فاصلہ ہے اور ساتھ ہی یہ بھی احتمال ہے کہ راستہ بھول جائیں تو پھر سارے راستے میں پانی کا نام و نشان تک نہیں۔"

حضرت خالدؓ ان کی یہ ساری باتیں سن کر فرمانے لگے:۔

"تیرا بھلا ہو مجھے ان باتوں کے سننے کی ضرورت تھی۔ مجھے تو امیر کا حکم ملا ہے کہ میں جلد از جلد شام میں برسرپیکار مسلمانوں کی مدد کو پہنچوں میں تم سے صرف یہ پوچھتا ہوں کہ اس صحرا کو قطع کرنے کے لیے جن جن تیاریوں کی ضرورت ہے وہ جلد از جلد بتلا دو۔"

Marfat.com

فوجیوں نے رافع کی باتیں سنیں تو ان کے قدم بھی اس دشواز گذرار رراستہ کو اختیار کرنے سے لڑکھڑانے لگے۔ حضرت خالدؓ نے سب کے سامنے ایک تقریر کی اور فرمایا:۔

تم میں اختلاف اور ایمان کی کمزوری پیدا نہیں ہونی چاہئے یاد رکھو انسان کو اپنی نیت کے اندازہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد ملتی ہے۔ اور ہر ایک خلوص کے مقدار سے اجر ملتا ہے۔ مسلمان کا یہ شیوہ نہیں کہ وہ دشواریوں میں پھنس کر پریشانی کو اپنے دل میں جگہ دے اس لئے مسلمان کا اعتقاد ہر وقت یہ ہوا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد اس کے ساتھ ہے" خالدؓ کی اس تقریر کا خاطر خواہ اثر ہوا اور سب کہنے لگے" آپ ایسے آدمی ہیں کہ کامیابی اور بہتری کے راستے آپ کے سامنے کھل گئے ہیں۔ اس لئے آپ جو چاہیں کریں۔ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔" اور سب نے اپنے دلوں میں خلوص صدق نیت کا وہ جذبہ پیدا کر لیا جو خالدؓ کے دل میں موجزن تھا۔ حضرت خالدؓ پھر رافع کی طرف متوجہ ہوئے اور رافع کی تجویز کے مطابق سب مجاہدین پانچ دن تک خوب جی کھول کر سیراب ہوتے رہے۔ تمام مجاہدین نے اپنے گھوڑوں اور اونٹنیوں کو بھی خوب پانی پلایا۔ رافع کی تجویز کے مطابق بیس بڑی اور موٹی تازی اونٹنیوں کو خوب پیاسا رکھا۔ اور پھر ان کو اتنا پانی پلایا جتنا وہ پی سکتی تھیں۔ پھر ان کے کانوں کو بند کر دیا گیا اور حضرت خالدؓ کی خدمت میں عرض کی کہ فوج کو روانگی کا حکم دیا جائے حضرت خالدؓ نے کوچ کا حکم دے دیا۔ اور مجاہدین کی فوج اس لق ودق صحرا میں چلنے لگی۔ ہر منزل پر چار اونٹنیوں کا پیٹ چاک کر دیا جاتا تھا۔ اور جو پانی نکلتا۔ وہ گھوڑوں کو پلا دیا جاتا اور خود مشکیزوں سے پانی لے کر پی لیتے تھے اور چل پڑتے تھے۔ محرز بن حریش المحاربی نے حضرت خالدؓ سے کہا کہ آپ صبح کے تارے کو اپنی دائیں ابرو کی سیدھ پر رکھ کر چلتے رہیں۔ وہ آپ کو سوٰی پہنچا دیگا۔ چنانچہ یہ ترکیب واقعی بہت مفید ثابت ہوئی چوتھے دن جو سفر کا آخری دن تھا ___ حضرت خالدؓ کو خطرہ لاحق ہوا کہ پیاس کی وجہ سے کہیں ساتھیوں کی ہمت جواب نہ دے دے۔ انہوں نے رافع سے پوچھا:۔

"رافع! کچھ بتلاؤ۔ کیا خبر ہے؟"۔

Marfat.com

''انشاء اللہ ہم پانی پر پہنچ گئے ہیں۔'' اورلوگوں سے کہنے لگے کہ یہاں پر کہیں دو ٹیلے تلاش کرلو۔

رافع کی آنکھیں خود کمزور تھیں۔ لوگوں نے ان کو ٹیلوں کے پاس لاکر کھڑا کر دیا۔ پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ اب دیکھو یہاں چھوٹی سی جھاڑی ہوگی۔ انکو بظاہر کوئی جھاڑی نظر نہ آئی اور کہنے لگے کہ یہاں تو کوئی جھاڑی نہیں۔ رافع پریشان ہو کر کہنے لگے کہ اگر جھاڑی کا پتہ نہ لگا تو یقین رکھو کہ ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔ مجاہدین میں سے ہر ایک پھر تلاش کرنے میں مصروف ہو گیا۔ آخر انہوں نے جھاڑی کی جڑوں کو پالیا۔ یہ دیکھ کر سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ رافع نے ان سے کہا کہ اب اس جگہ کو کھود لو۔ کھودنے پر وہاں پانی کا چشمہ نکل آیا اور سب نے خوب سیر ہو کر پانی پی لیا۔ رافع نے حضرت خالدؓ کو بتایا۔ کہ وہ آج سے تیس سال پہلے اپنے والد کے ساتھ بچپن میں یہاں آئے تھے۔ پانی پینے اور تازہ دم ہونے کے بعد مسلمانوں کی فوج چل پڑی۔ یہاں تک کہ حضرت خالدؓ اپنی فوج کے ساتھ سوٰی پہنچ گئے۔ وہ اتفاقاً ایک ایسی جماعت کے سر پر جا پہنچے۔ جو مست ہو کر شراب پی رہے تھے۔ اور رقص وسرود کا بازار گرم تھا۔ اس وقت مغنی یہ شعر گا رہا تھا:۔

لاعللانی قبل جیش ابی بکر   لعل منایا ناقریب ومااندری

اظن خیول المسلمین وخالدؓ   سیطرقکم قبل الصباح من البشر

ترجمہ:۔ دوستو! مجھے ابوبکرؓ کی فوج کی آمد سے پہلے شراب سے سیراب کر دو۔ شاید ہمیں علم نہ ہو اور ہماری موت قریب ہو۔

میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کے گھوڑے اور خالدؓ صبح سے پہلے پہلے راتوں رات تمہارے سر پر بشر کی طرف سے پہنچ جائیں گے۔

سازندہ ابھی ان اشعار کو پورا نہیں کرنے پایا تھا کہ خالدؓ ان کے سر پر پہنچ گئے۔ ان میں سے کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس صحرا کو قطع کر کے بھی کوئی انسان ہم پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ مجاہدین میں سے ایک شخص ظفر کہتے ہیں کہ ''میں نے سازندے کی گردن اڑا دی۔ اس کا سر شراب کے مٹکے میں گر پڑا۔'' مسلمانوں نے ان کو موت کے

Marfat.com

گھاٹ اُتار دیا۔ اور مال غنیمت لے کر آگے بڑھے۔ اور حلب کی طرف روانہ ہوئے۔ ارک ایک چھوٹے سے قصبے کے لوگوں نے مصالحت کی درخواست کی۔ اور حضرت خالدؓ ان سے صلح کر کے تدمر پہنچے۔ تدمر شام کی سرزمین میں حلب سے پانچ دن کی مسافت پر ایک بہت قدیم اور مشہور شہر ہے۔ یہاں لوگ پہلے تو مقابلہ کے ارادہ سے قلعہ بند گئے لیکن جلد ہی وہ بھی صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ ان سے صلح کرنے کے بعد حضرت خالدؓ آگے بڑے اور قریتین پہنچے جو حمص کے حدود میں واقع ہے ان سے لڑائی ہوئی اور انہیں شکست دے کر اور مال غنیمت لے کر یہاں سے حوارین پہنچے۔ یہ حلب کے اعمال میں واقع تھا۔ ان سے بھی لڑائی ہوئی اور ان کو شکست دے کر ان میں سے کئی ایک کو قیدی بنا لیا گیا اور آگے بڑھ کر قصم پہنچے اس مقام پر عرب کے مشہور قبیلہ قضاعہ کی ایک شاخ بنو مشجعہ کے افراد سکونت پذیر تھے انہوں نے صلح کر لی۔ یہاں سے چل کر ثنیۃ العقاب پہنچے۔ یہ دمشق سے حمص جانے والی راہ پر واقع ہے۔ یہاں آپ نے رسول اللہ ﷺ کے سیاہ علم کو کھول دیا۔ جس کا نام عقاب تھا۔ یہاں سے آگے "مرج راہط" پہنچے۔ یہاں پر قبیلہ غسان کا قبضہ تھا۔ آپ نے ان کو شکست دی۔ اور بہتوں کو قید کر لیا۔ اور یہاں سے چل کر آپ بصریٰ پہنچے۔ بصریٰ کے باشندے پہلے تو لڑنے لگے لیکن جب دیکھا کہ ان کی کوئی پیش نہیں جا سکتی تو وہ صلح پر آمادہ ہو گئے یہ شام کی سرزمین میں پہلا شہر تھا۔ جس کو حضرت خالدؓ نے صلح سے فتح کر لیا۔ یہاں پر آپ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر ربیع الآخر میں آپ مسلمان فوج سے جا ملے۔ اتفاق یہ ہوا کہ جس وقت باہان اپنی فوج کے ساتھ رومیوں کی امداد کو پہنچا۔ باہان کی فوج میں عیسائیوں کے مذہبی پیشوا بھی شریک تھے جن کا کام یہ تھا کہ وہ رومیوں کو لڑائی کے لیے برانگیختہ کرتے رہیں۔ طرفین کی فوجیں اپنی اپنی کمک پہنچنے پر خوشیاں منانے لگیں۔

شام کی لڑائیوں کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے یہ جاننا خارج از بحث نہ ہوگا کہ شام کی افواج میں حضرت خالدؓ کی حیثیت کیا تھی؟ کیا آپ شام کی ساری فوجوں کے امیر یا دوسرے الفاظ میں کمانڈر انچیف تھے۔ یا یہ کہ آپ صرف اپنی اس فوج کے امیر تھے جو آپ

عراق سے اپنے ساتھ لائے تھے۔

کیا حضرت خالدؓ شام میں کمانڈر انچیف تھے

مؤرخین کا آپس میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ طبری ایک جگہ لکھتا ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کو سارے جیوش شام کی قیادت دیدی تھی۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے خالدؓ کو ان تمام امراء اسلام کا امیر بنا کر بھیجا جو شام میں تھے"۔ دوسری جگہ یہی مؤرخ لکھتا ہے؟" شام میں اس وقت ابوعبیدہ شرجیل یزید اور عمرو مختلف فوجی جماعتوں کے کماندار تھے۔ ان سب کے امیر خالدؓ تھے۔" مقدسی لکھتا ہے !" پھر حضرت صدیق اکبرؓ نے خالدؓ کو شام روانہ کیا اور ان کو تمام مسلمانوں کا امیر مقرر کیا۔

لیکن ان چند روایات پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس کے مخالف آراء بھی بکثرت ہیں۔ درست یہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت خالدؓ شام میں فوج کے صرف اس حصہ کے کماندار تھے جو عراق سے وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس بات کو صحیح سمجھنے کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

(1) حضرت خالدؓ عراق سے شام کے متعینہ امراء لشکر کی امداد کے لئے بھیجے گئے تھے۔ ان کا امیر مقرر کر کے نہیں بھیجے گئے۔

(2) مورخ طبرح ہی دوسری جگہ لکھتا ہے کہ جب مسلمان فوج رومیوں کے ساتھ لڑنے کے لئے میدان میں جمع ہوئی۔ تو حضرت صدیق اکبرؓ کے ارشاد کے مطابق ان میں سے ہر ایک امیر اپنے اپنے حصہ فوج کو نماز پڑھانے لگا۔ جب حضرت خالدؓ پہنچے تو انہوں نے ایک طرف کو کھڑے ہو کر اپنے حصہ فوج کو نماز پڑھائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت خالدؓ تمام فوج کے امیر ہوتے تو وہ ساری فوج کے امام بنتے نہ کہ صرف اس جماعت کے جو عراق سے ان کے ساتھ آئی۔

(3) حضرت خالدؓ نے شام میں امراء اسلام کو جمع کر کے فرمایا کہ وہ باری باری قیادت کی زمام ایک ایک آدمی کو سپرد کرتے رہیں اور کل کے لئے انہیں خود امیر متعین

کر دیا جائے ، اس سے معلوم ہوتا ہے وہ تمام افواج کے امیر نہیں تھے اگر ایسا ہوتا تو باری باری امیر مقرر کئے جانے اور ایک خاص دن کے لئے اپنی امارت کی طرف دعوت دینے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔

(4) بلاذری کہتا ہے۔ کہ جب خالدؓ بن الولید مسلمان فوج کے پاس پہنچے تو ان سب نے مل کر اس وقت لڑائی کے لئے ، خالدؓ کو اپنا امیر مقرر کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شام کی لڑائی میں حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف تمام افواج کے امیر مقرر کر کے نہیں بھیجے گئے تھے۔ بلکہ وہاں کے مسلمان امیر چونکہ ان کی قدر و منزلت اور قائدانہ صلاحیتوں سے آشنا تھے اس لئے وہ ان کو خاص خاص مواقع پر اپنا امیر منتخب کر لیا کرتے تھے۔

جنگ یرموک

یرموک شام میں ایک وادی کا نام ہے۔

ابتداء میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت صدیقؓ نے مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کو مختلف امراء کی سرکردگی میں الگ الگ شہروں کی طرف روانہ کیا تھا۔ ان میں سے ہر امیر صرف اسی فوج کا مقابلہ کرتا جو اس کے مقابلے پر آتی۔ مسلمان فوج کی تعداد کو دیکھتے ہوئے یہ ایک بہت بڑی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس طریقہ سے مسلمانوں کی کامیابی کی کوئی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے کہ مسلمانوں میں سے کسی امیر لشکر کے پاس بھی اتنی فوج نہیں تھی کہ وہ اپنے مقابل مشرک فوج کا مقابلہ کر سکیں۔ رومیوں کے لشکر کی مجموعی تعداد طبری کی روایت کے مطابق دو لاکھ چالیس ہزار تھی اور اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد چھیالیس ہزار اور ایک روایت کے مطابق صرف چھتیس ہزار تھی۔

حضرت خالدؓ پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ مسلمان امراء الگ الگ منتشر ہیں ہر امیر اپنی جماعت لے کر لڑتا ہے اور اپنی جماعت کو لے کر نماز پڑھتا ہے ان میں سے ایک امیر دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کا روادار نہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت خالدؓ بھی ایک طرف الگ ہو کر لڑنے لگے اور اپنی جماعت کو نماز پڑھائی انہوں نے دیکھا کہ مسلمان مصائب میں گھر

رہے ہیں۔ رومیوں کی امداد کے لئے باہان پہنچ گیا تھا۔ اور وہ اس کی وجہ سے خوشیاں منا رہے تھے۔ حضرت خالدؓ کے آنے پر مسلمان فوج کی بھی ہمت بندھی اور رومیوں سے جھڑپیں شروع ہو گئیں پہلی جھڑپ میں بہت سے رومی میدان جنگ میں کھیت رہے اور وہ مجبور ہو کر اپنی خندقوں میں گھس گئے واقوصہ ان خندقوں کی آخری حد تھی۔ رومی ایک ماہ تک ان خندقوں میں گھسے رہے۔ اس عرصہ میں راہب اور پادری ان کو لڑنے کی ترغیب دیتے رہے اور ان سے کہتے رہے کہ اگر اس لڑائی میں بزدلی دکھائی تو یاد رکھو کہ نصرانیت کا نام و نشان دنیا سے مٹ جائے گا۔ ان کا وعظ و تلقین بے کار نہیں گیا۔ اور ایک ماہ بعد جمادی الآخر میں وہ ایسی تیاری اور شان و شوکت کے ساتھ میدان جنگ میں نکلے کہ اس طرح کی تیاری کبھی نہیں دیکھی گئی تھی۔

مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ رومی میدان جنگ کی طرف نکل آئے ہیں۔ وہ بھی تیاری کرنے لگے اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ اپنے پرانے دستور کے مطابق آزادانہ لڑتے رہیں حضرت خالدؓ کو یہ طریقہ پسند نہیں تھا۔ انہیں یقین تھا کہ اس طرح مسلمان کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور وہ جانتے تھے کہ رومیوں کو سب سے بڑا فائدہ یہی ہے کہ ہم اس طریقہ سے لڑیں وہ سوچتے تھے کہ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو منظم اور ہر طرح تیار فوج کی کثیر جماعت ہو۔ اور دوسری طرف مسلمان ان کے مقابلے میں بکھرے ہوئے اور منتشر ہوں۔ ان کو علم تھا کہ اس انتشار ہی کی وجہ سے مسلمان فوج میں کمزوری پیدا ہو گی۔ اور ان کی قوت منقسم ہو کر رہ جائے گی۔ رومی جس نظم اور جس تیاری سے میدان جنگ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ خالدؓ کو اس کا علم تھا۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ ان کے مقابلہ کے لئے مسلمان پورے حزم و احتیاط سے کام لیں۔ ان کی قوت مجتمع ہو۔ فوج کی زمام اختیار مضبوط ہاتھوں میں ہو۔ فوج کو رومیوں کے مقابلہ کے لئے ایک نئی ترتیب سے مرتب کیا جائے۔ ان حالات و واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت خالدؓ نے مسلمان امراء کو جمع کر کے ان کے سامنے ایک تقریر کی آپ نے اللہ پاک کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا!

آج کا دن اللہ تعالیٰ کے اہم ترین دنوں میں سے ہے۔ آج کسی کے لئے یہ

Marfat.com

مناسب نہیں کہ وہ غرور تکبر اور خود رائی سے کام لے۔ مسلمانو! جہاد کے لئے اپنی نیتوں کو صاف کر لو۔ اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو مقدم رکھو۔ آج کی کامیابی دائمی کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ دیکھو! ایک منظم اور مرتب فوج کے ساتھ متفرق طور پر لڑنا کسی طرح درست نہیں۔ اگر ان کو جو تم سے دور ہیں (یعنی دربار خلافت) ان حالات کا علم ہوتا تو وہ کبھی بھی تم کو اس طرح لڑنے کی اجازت نہ دیتے۔ جس معاملے میں تمہیں کوئی خاص حکم نہیں دیا گیا۔ اس کو آپس کے مشورہ سے فیصلہ کر لو۔ اور پھر اس فیصلہ پر اس طرح عمل پیرا ہو جاؤ۔ جیسے وہ تمہارے امیر کا حکم ہو۔"

لوگوں نے یہ تقریر سن کر کہا کہ اچھا! بتلاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت خالدؓ کہنے لگے۔

صدیق اکبرؓ نے جب ہمیں بھیجا تو ان کا خیال تھا کہ ہم آسانی سے اس مہم کو سر کر لیں گے۔ اگر ان کو ان حالات اور ان واقعات کا علم ہوتا جو یہاں پیش آ رہے ہیں تو وہ کبھی تم کو الگ الگ لڑنے کی اجازت نہ دیتے بلکہ تم کو اکٹھا کر دیتے۔ مسلمانوں کے لئے یہ موقع ان تمام مواقع کی بہ نسبت بہت سخت ہے جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور مشرکین کو چونکہ کافی کمک پہنچ چکی ہے اس لئے ان کے لئے یہ زیادہ سود مند ثابت ہو رہا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا نے تمہیں آپس میں متفرق کر دیا ہے۔ اللہ اکبر! تم میں سے ہر شخص الگ الگ شہر کے لئے نامزد کر دیا گیا ہے۔ اگر تم دوسرے سرداروں میں سے کسی ایک کی اطاعت اختیار کر لو۔ تو اس سے نہ تو تمہاری شان میں کوئی فرق آ سکتا ہے اور نہ ہی اس امیر کو دوسروں پر کوئی فوقیت حاصل ہوگی۔ مسلمان کی نظر میں تو اللہ تعالیٰ۔ اس کے رسول ﷺ اور خلیفہ کی خوشنودی ہوتی ہے۔ تم اگر کسی ایک کو اپنا امیر مقرر کر دو گے تو اللہ تعالیٰ اور خلیفہ رسول اللہ ﷺ کی نگاہوں میں تمہاری عزت گھٹے گی نہیں۔ بلکہ بڑھ جائے گی۔ دیکھو! دشمن کتنی عظیم الشان تیاری کر چکا ہے۔ آج کا دن یہ فیصلہ کا دن ہے اگر آج ہم نے ان کو دوبارہ ان کے خندقوں کی طرف دھکیل دیا۔ تو یقین رکھو کہ ہم ان کو آئندہ پیچھے کی طرف دھکیلتے چلے جائیں گے اور اگر خدانخواستہ ہم نے آج شکست کھائی تو پھر ہماری کامیابی کی کوئی امید

Marfat.com

نہیں۔ آؤ ایسا کریں کہ باری باری ایک ایک کو امیر مقرر کرتے جائیں۔ اسی طرح ایک باری باری امیر مقرر ہو جائیگا اور میرا مشورہ ہے آج کے دن مجھے اپنا امیر مان لو۔''

ان سب نے خالدؓ کی رائے کو تسلیم کر لیا۔ اور ان کی امارت پر رضا مند ہو گئے۔ مسلمانوں کا خیال یہ تھا کہ رومیوں کی آج کی یورش بھی گذشتہ جھڑپوں کی طرح ہو گی اور لڑائی ابھی اور طول کھینچے گی۔ مگر اب کی دفعہ رومیوں کی صف بندی ایسی باضابطہ تھی کہ اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔

حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کو ایک نئی ترتیب دی۔ یہ ترتیب عربوں کے لئے بالکل نئی تھی۔ آپ نے اپنی فوج کو اڑتیس دستوں میں منقسم کر دیا۔ اور کہا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ اپنی کثرت پر اترایا ہوا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ایسی ترتیب سے دشمن کے مقابلے میں آئیں کہ ہماری تعداد زیادہ نظر آئے اور اس کی صورت یہی ہے کہ ہم بہت سے دستوں میں منقسم ہو جائیں۔ آپ نے قلب لشکر کے 18 دستے بنائے اور سب کا کماندار ابو عبیدہ بن الجراح کو متعین کیا۔ دائیں بائیں بازو کو دس دس دستوں میں تقسیم کر کے عمرو بن العاص اور یزید بن ابی سفیان کو ان کا کماندار مقرر کیا۔ ہر دستے کی کمان ایک ایک سردار کے سپرد تھی۔ اور یہ اپنے متعلقہ امیر کے ہدایت کا تابع رہتا تھا دستوں کی کمان ان لوگوں کے ہاتھ میں دی گئی۔ جن کی شجاعت اور بہادری مسلم تھی۔ ان میں قعقاع بن عمرو۔ عکرمہ بن ابی جہل عیاض بن غنم و ہاشم بن عتبہ اور عبدالرحمٰن بن سیف اللہ جیسے بہادر لوگ شامل تھے۔ جنگ بدر کے بعد رسول کریم ﷺ نے یہ سنت جاری فرمائی تھی کہ جہاد کے وقت فوج کا ایک قاری متعین کر دیا گیا۔ جو سورت انفال کی تلاوت کرتا رہتا تھا مسلمان بعد میں بھی اس پر عمل پیرا رہے چنانچہ اس موقع پر بھی حضرت مقداد کو فوج کا قاری متعین کر دیا گیا۔ اسی طرح ابوالدرداء کو قاضی اور ابو سفیان کو واعظ مقرر کیا۔

غیاث بن الاشیم کی کمان میں ایک دستہ ترتیب دیا گیا جو فوج کے آگے آگے پیشرو دستے کے طور پر جاتا تھا۔ عبادہ اور خالدؓ کے بیان کے مطابق یرموک کی جنگ میں ایک ہزار صحابہؓ شریک تھے جن میں ان صحابہ کی تعداد ایک سو تھی جن کو غزوہ بدر میں شرکت

کی سعادت حاصل ہو چکی تھی۔ ابوسفیان کچھ دور چلتے اور پھر دستوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔اور کہتے جاتے:۔

"اللہ اللہ! تم حامیانِ عرب اور اسلام کے انصار ہو۔ تمہارے دشمن روم کے حامی اور شرک کے انصار ہیں۔اے اللہ! آج کی لڑائی تیرے نام کے لئے ہے۔ پس اللہ! اپنے بندوں کو اپنی مدد سے نواز دے۔" ایک شخص نے خالدؓ سے کہا کہ اوہو! رومی کتنے زیادہ اور مسلمان کتنے کم ہیں۔ حضرت خالدؓ نے سن کر فرمایا کہ اوہو مسلمان کتنے زیادہ اور رومی کتنے کم ہیں۔ پھر فرمانے لگے فوجیں آدمیوں کی تعداد سے کم اور زیادہ نہیں ہوتیں۔ بلکہ کمی اور زیادتی کا دارومدار فتح اور ناکامی پر ہے۔ کاش میرے کیت کا پاؤں اچھا ہوتا۔ پھر چاہے دشمن کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہوتی (خالدؓ کے گھوڑے کا پاؤں چلتے چلتے زخمی ہو گیا تھا)۔

الغرض حضرت خالدؓ نے فوج کی کمان ہاتھ میں لے کر مسلمانوں کی قوت بڑھانے۔ ان کی شجاعت کو ابھارنے۔ اور دشمن کے مقابلے کے لئے ان کو تیار رکھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اور اسی طرح قدرتی طور پر دشمن کے دل کو مرعوب کر دیا۔

تمام انتظامات سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ نے عکرمہ اور قعقاع کو حکم دیا کہ لڑائی شروع کر دیں۔ یہ دونوں حضرات قلب کے دونوں بازوؤں پر متعین تھے۔ ان دونوں نے رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے حملہ کیا۔ لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی اور دونوں طرف کے سوار ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ تلوار کی جھنکار اور گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازوں کے سوا اور کوئی آواز کانوں میں نہیں پڑتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد رومی فوج کے قلب کا سردار لشکر جرجہ باہر نکلا۔ اور دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر خالدؓ کو باہر نکلنے کے لئے بلایا۔ حضرت خالدؓ ابوعبیدہ کو اپنی جگہ پر متعین کر کے خود آگے بڑھے اور دونوں صفوں کے درمیان وہ آپس میں مل کر کھڑے ہو گئے جرجہ نے کہا:۔

خالدؓ دیکھو جو کچھ میں پوچھتا ہوں اس کا جواب ٹھیک ٹھیک دو۔ غلط بیانی سے کام نہ لینا۔ اس لئے کہ کوئی شریف اور شجاع مرد جھوٹ نہیں بولا کرتا نہ ہی مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کرو۔ اس لئے کہ شریف آدمی دھوکہ نہیں دیا کرتے۔ میں تمہیں خدا کی قسم دیکر

Marfat.com

پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کے ہاتھ میں کوئی تلوار دی ہے جو انہوں نے تمہارے حوالے کردی ہے اور جس کی وجہ سے تم جس قوم کے مقابلے میں جاتے ہو۔ ان کو شکست دے کر چھوڑتے ہو۔ (کچھ لوگوں نے شام میں یہ مشہور کر دیا تھا کہ خالدؓ کے ہاتھ میں ایسی تلوار ہے جو آسمان سے اتری ہے اور جس کو ہاتھ میں لے کر وہ دشمن کو شکست دے دیا کرتے ہیں۔ اور تلوار آپ کو رسول کریم ﷺ نے دی ہے)

حضرت خالدؓ نے جواب میں فرمایا "نہیں یہ غلط ہے۔ جرجہ کہنے لگا کہ پھر تمہارا نام سیف اللہ کیوں رکھا گیا؟ حضرت خالدؓ نے جواب میں کہا۔" اللہ تعالیٰ نے ہم میں اپنا نبی معبوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے ہمیں اپنی طرف بلایا۔ ہم نے ان کی آواز پر کان نہیں دھرا اور ہم ان سے دور دور بھاگنے لگے۔ پھر ہم میں سے کچھ لوگوں نے ان کی تصدیق کی اور ان کی پیروی اختیار کی۔ کچھ ایسے بھی تھے جو ان سے پھر بھی دور دور بھاگنے لگے اور ان کو جھٹلایا ۔ میں اس جماعت میں تھا۔ جنہوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا۔ اور آپ ﷺ کے مقابلہ میں تلوار لے کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیدھی راہ دکھا دی۔ اور ہم نے نبی کریم ﷺ کی متابعت اختیار کی ۔ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مشرکین کے مقابلہ کے لئے بھیجا ہے اور آپ ﷺ نے مجھے فتح ونصرت کی دعا دی۔ اس دن سے مجھے سیف اللہ کہا جانے لگا اور میں تمام مسلمانوں میں مشرکین کا مقابلہ کرنے میں سب سے زیادہ سخت ہوں۔ جرجہ نے کہا "ٹھیک ہے تم نے مجھ سے سچ کہا۔" پھر جرجہ کہنے لگا۔ "خالدؓ تم ہمیں کس بات کی دعوت دیتے ہو۔"

خالدؓ کہنے لگے۔ "ہم اس بات کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں اور یہ محمد ﷺ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں اور اس بات کا اقرار کرلو کہ رسول کے پاس جو بھی اترتا ہے وہ اللہ ہی کی جانب سے ہے۔"

جرجہ نے کہا کہ ان باتوں کو اگر کوئی تسلیم نہ کرے تو پھر کیا ہوگا؟"

Marfat.com

حضرت خالدؓ نے فرمایا۔ کہ پھر ہم ان سے جزیہ طلب کرتے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں ہم ان کی حفاظت کی ذمہ داری لیتے ہیں"۔

جرجہ نے کہا کہ جو شخص تمہاری دعوت مان لے۔ اور اسلام لے آئے تو اس کا پایہ تمہاری جماعت میں کیا ہوتا ہے! حضرت خالدؓ نے فرمایا۔ ہم میں فرق مراتب کوئی نہیں۔ جو جو چیزیں ہم پر فرض قرار دی گئی ہیں ان میں شریف و ذلیل یا پہلے اسلام لانے والے اور بعد میں اسلام لانے والے کا کوئی امتیاز نہیں جرجہ اس پر کہنے لگا کہ! کیا جو شخص آج ایمان لائے وہ بالکل تمہارے مساوی حقوق رکھے گا۔ اور اس کو تمہارے ہی جتنا اجر ملے گا۔

حضرت خالدؓ کہنے لگے کہ ہاں! بلکہ ممکن ہے کہ اس کو ہم سے بھی زیادہ اجر ملے۔

جرجہ نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ بعد میں ایمان لانے والے ابتداء میں ایمان لانے والوں سے بھی زیادہ اجر کے مستحق ہوں۔ وہ تو ان کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔

حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ "ہم اس وقت اس دین میں داخل ہوئے۔ جب نبی کریم ﷺ زندہ تھے۔ ہم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی وہ ہم میں زندہ موجود تھے۔ ان کے پاس آسمان کی خبریں آتی رہتی تھیں۔ اور وہ ہمیں بتلاتے رہتے تھے۔ وہ ہمیں اسلام کی حقانیت کے متعلق معجزات دکھلاتے رہے۔ تو جو کچھ ہم نے دیکھا اور سنا اگر کوئی اور وہی دیکھتا اور سنتا تو اسلام لانے کے سوا اس کے لئے اور چارۂ کار ہی کیا تھا۔؟ لیکن تم نے وہ کچھ نہیں دیکھا جو ہم نے دیکھا ہے اور نہ تم نے وہ سنا جو ہم سن چکے ہیں وہ دلائل و براہین جو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اپنے کانوں سے سنے وہ تمہارے تصور میں بھی نہیں آ سکتے۔ تو آج اگر تم میں سے کوئی شخص اسلام لاتا ہے تو وہ یقیناً ہم سے افضل ہے۔"

جرجہ یہ سن کر کہنے لگا۔ "اچھا! تم قسم کھا کر کہہ سکتے ہو کر تم نے مجھ سے جو کچھ بھی کہا ہے وہ سب حقیقت ہے۔ تم نے مجھے خوش کرنے کے لئے تو یہ باتیں نہیں کیں؟ تم مجھے دھوکہ تو نہیں دے رہے۔"

حضرت خالدؓ کہنے لگے۔ اللہ کی قسم! میں نے جو کچھ کہا وہ ٹھیک کہا۔ مجھے تم سے

Marfat.com

یا تیری جماعت میں سے کسی سے بھی کوئی خوف نہیں تم نے جو کچھ مجھ سے پوچھا اللہ گواہ ہے کہ میں نے ان سوالات کے جوابات بالکل ٹھیک اور درست دے دیئے ہیں۔" یہ سن کر جرجہ نے کہا۔"سن! مجھے یقین آ گیا کہ تم نے مجھ سے سچ کہا۔"

اور یہ کہہ کر اپنی ڈھال کو الٹا لیا۔ اور خالدؓ کے اور قریب ہو کر ان سے کہنے لگا مجھے اسلام کی ابتدائی تعلیم دو۔ حضرت خالدؓ اسے اپنے ساتھ اپنے خیمہ میں لے گئے۔ اور اسے پانی کا ڈھول دیا کہ غسل کرے اور پھر اسے دو رکعت نماز پڑھائی۔

جب جرجہ حضرت خالدؓ کی طرف بڑھنے لگا تو رومی یہ سمجھے کہ وہ حضرت خالدؓ پر حملہ کرنے لگا ہے۔ اور یہ سمجھ کر رومیوں نے یکبارگی ہلہ بول دیا۔ اور مسلمانوں کو اپنی جگہ سے ہٹا گئے۔ حضرت عکرمہ کے ماتحت جو دستہ تھا وہ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہا۔ رومی مسلمانوں کی صفوں میں گھس گئے تھے۔ اور لڑائی جاری تھی کہ حضرت خالدؓ اور جرجہ دونوں ایک ساتھ خیمہ سے باہر نکلے۔ انہوں نے جب یہ حالت دیکھی تو حضرت خالدؓ نے لوگوں کو زور سے پکارا۔ قائد کی آواز سن کر مسلمان واپس لوٹے۔ اور رومی مرعوب ہو کر پھر اپنے مورچوں کی طرف چلے گئے۔ مسلمان پوری تندہی اور زور شور سے لڑنے لگے۔ حضرت خالدؓ ایک جماعت کو لے کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے اور تلواریں میانوں سے نکل کر خون کی پیاس بجھانے لگیں۔ دوپہر سے لے کر دن ڈھلنے تک خالدؓ اور جرجہ کی تلواریں رومیوں کے سر دھڑوں سے جدا کرتی رہیں اور بڑے بڑے بہادروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اور اس طرح لڑتے لڑتے جرجہ شہید ہو گئے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بس وہی دو رکعت نماز پڑھی جو اسلام لاتے وقت پڑھی تھی۔ مسلمانوں نے ظہر اور عصر کی نمازیں میدان جنگ میں اشاروں سے پڑھیں۔ اب رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔ حضرت خالدؓ دشمن کی فوج کے اندر گھس گئے۔ دشمنوں کا یہ میدان لڑنے کے لئے تو کافی وسیع تھا۔ لیکن بھاگنے کے لئے راستہ بالکل تنگ تھا۔ خالدؓ کے آگے بڑھنے سے دشمن کے سواروں کو بھاگ نکلنے کا موقع مل گیا۔ اور وہ اپنی پیدل فوج کو میدان میں چھوڑ کر بھاگ اٹھے بھاگنے والوں کو ان کے گھوڑے ادھر اُدھر جنگل میں لئے پھرنے لگے۔ مسلمانوں نے بھی ان کو بھاگ نکلنے کا راستہ دے

دیا۔ اوران کا راستہ نہیں روکا۔ اس طرح رومی سوار مختلف شہروں میں پھیل گئے۔ اور حضرت خالدؓ اور مسلمان مجاہدین پیدل دشمن کی طرف متوجہ ہوئے اوران کو قتل کرنا شروع کر دیا ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے ایک عظیم الشان دیوار کو منہدم کیا جارہا ہے۔ رومیوں نے بھاگ کر اپنی خندق میں پناہ لینی چاہی۔ لیکن خالدؓ نے ان کو وہاں بھی نہ چھوڑا۔ یہ دیکھ کر وہ واقوصہ کی گھاٹی کی طرف بھاگنے لگے۔ جن لوگوں کے پاؤں میں بیڑیاں اور زنجیریں تھیں وہ اس گھاٹی میں دھڑا دھڑ گرنے لگے۔ ان میں سے اگر کوئی ہمت کر کے لڑنے کے ارادے سے ٹھہر بھی جاتا تو بھاگنے والے اسے لے مرتے اس طرح ایک کے گرنے سے دس کی جان پر آبنتی۔ طبری کی روایت کے مطابق ایک لاکھ بیس ہزار رومی واقوصہ کی گھاٹی کی نذر ہو گئے۔ ان میں سے اسی ہزار وہ تھے جن کے پاؤں میں زنجیریں تھیں اور چالیس ہزار کھلے ہاتھ پاؤں والے تھے۔ یہ تعداد ان سواروں اور پیادوں کے علاوہ ہے جو لڑائی میں مارے گئے۔ لڑائی میں بیشمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہر مجاہد سوار کے حصہ میں پندرہ سو درہم آئے۔ (ایک لاکھ بیس ہزار افراد کا اس طرح ختم ہو جانا بظاہر حیرت معلوم ہوتا ہے لیکن طبری کے علاوہ بعض دوسرے مورخین نے بھی کم وبیش یہی تعداد لکھی ہے اس لئے ہم اس کی صحت یا عدم صحت کا فیصلہ کئے بغیر یہ تعداد نقل کر رہے ہیں۔ (مؤلف)

حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد یہ پہلی فتح تھی جس کی خوشخبری صدیق اکبرؓ کی وفات کے بیس دن بعد حضرت عمرؓ کو دی گئی۔ فتح اگرچہ حضرت عمر کے ایام خلافت میں ہوئی لیکن چونکہ اس کی ابتداء حضرت صدیقؓ کے عہد خلافت میں ہوئی تھی اس وجہ سے ہم نے اس کا ذکر حضرت صدیقؓ ہی کے عہد میں کیا ہے معزز رومی سردار شرم و غیرت کی وجہ سے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے تھے انہوں نے اپنی ٹوپیوں سے اپنے منہ چھپا لئے اور کہنے لگے کہ جب ہم فتح اور مسرت کا دن نہ دیکھ سکے تو ہم شکست وندامت کا دن دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔

اس لڑائی میں مسلمانوں نے جو شاندار کارنامے سرانجام دیئے اور مسلمان بہادر

Marfat.com

جس بے جگری سے لڑے وہ یادر کھنے کے قابل ہیں حضرت عکرمہ بن ابی جہل نے جوش میں آکر کہا:۔

میں ہر لڑائی میں رسول کریم ﷺ کے مقابلے میں لڑا تو کیا اب اسلام کی خاطر لڑتے وقت میدان کو پیٹھ دکھادوں اور بھاگ جاؤں:

پھر پکار اٹھے کہ کون ہے جو موت کے لئے بیعت کرنے پر تیار ہو؟۔ یہ سنتے ہی حارث بن ہشام، ضرار بن الدردا اور چار سو مزید مسلمان مجاہد آگے بڑھے۔ اور عکرمہ کے ہاتھ پر موت کے لئے بیعت کی۔ یہ سب حضرت خالدؓ کے خیمے کے سامنے لڑتے رہے یہاں تک کہ سب کے سب زخموں سے چور ہو گئے۔ کچھ تھوڑے سے بعد میں تندرست ہو گئے جن میں ضرار بن الدور بھی تھے۔

صبح ہوئی تو لوگ عکرمہ کو زخمی حالت میں حضرت خالدؓ کے پاس لائے۔ خالدؓ نے ان کے سر کو اپنے رانو پر رکھا اس کے بعد ان کے بیٹے عمرو بن عکرمہ کو بھی ایسی ہی حالت میں ان کے پاس لے آئے۔ خالدؓ نے ان کا سر اپنی پنڈلی پر رکھا۔ آپ ان دونوں بہادر باپ بیٹے کے منہ سے خون پونچھتے جاتے تھے۔ ان کے حلق میں پانی کے قطرے ٹپکاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ بن الختمہ (یعنی عمر بن الخطابؓ) نے غلط کہا کہ ہم شہادت سے بھاگ جائیں گے۔

جس طرح مسلمان مجاہدین اور شہسواروں نے اس لڑائی میں قابل رشک کارنامے سرانجام دیئے، مسلمان عورتوں نے بھی اسی طرح داد شجاعت دی۔ مجاہدین کو پانی پلانے۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور مجاہدین کے دلوں میں شجاعت کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے علاوہ بعض ایسی بھی تھیں جو میدان جنگ میں مردوں کے دوش بدوش لڑتی رہیں چنانچہ ان میں ابو سفیان کی لڑکی جویریہ کا نام قابل ذکر ہے جو میدان جنگ میں ہی جام شہادت نوش کر چکی تھیں۔

اس لڑائی میں کوئی تین ہزار مسلمان شہید ہوئے جن میں بہادروں کے علاوہ بہت سے صحابہؓ بھی تھے۔

Marfat.com

عین لڑائی کے وقت دربار خلافت سے ایک قاصد پہنچا جو حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کی خبر کے ساتھ ساتھ یہ احکام بھی لایا تھا کہ حضرت خالدؓ کو معزول کر دیا جائے اور ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو امیر بنا دیا جائے۔ لوگوں نے حضرت عمر کا قاصد دیکھا تو وہ ان سے پوچھنے لگے کہ خیریت تو ہے؟ قاصد نے ان کو اطمینان دلایا اور باقی اصل کوئی بات نہیں بتائی۔ بلکہ ان سے کہا کہ دربار خلافت کی طرف سے امدادی فوج پہنچ رہی ہے۔

اس نے حضرت خالدؓ کو تمام اطلاع خاموشی سے پہنچا دی اور یہ بھی بتا دیا کہ اس نے مجاہدین کی فوج سے کیا کہا ہے۔ حضرت خالدؓ نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس کی رائے کو بہ نظر استحسان دیکھا۔ اور حضرت عمرؓ کا خط اس سے لے کر اپنے ترکش میں رکھا اور خاموش رہے ان کو ڈر یہ تھا کہ اگر عین لڑائی کے وقت یہ خبر سنا دی گئی تو ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی۔ اور لڑائی ختم ہو گئی تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ تک خط پہنچا دیا۔ اور امارت کے فرائض بھی ان کے حوالے کر دیئے۔

شکست کی خبر ہرقل کو پہنچی۔ وہ اس وقت حمص سے اِس طرف ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ حمص سے بھی آگے نکل گیا۔ اور حمص پر کسی اور کو امیر مقرر کر دیا۔ جس طرح کہ دمشق میں کیا تھا۔ رخصت ہوتے وقت یہ الفاظ اس کی زبان پر تھے:۔

سلام علیك یا سوریا سلام لا لقاء بعدہ"

شام تجھ پر ایسا سلام ہو جس کے بعد پھر ملاقات کی امید نہ ہو۔

یرموک کی لڑائی مشرق کی تاریخ میں ایک فیصلہ کن لڑائی کی حیثیت رکھتی ہے۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان یہ لڑائی فیصلہ کن لڑائی تھی۔ اس لڑائی کے ساتھ روم کے قیصر خاندان کی حکومت ایک وسیع سرزمین سے ختم ہو گئی اور اسکی جگہ اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور اس کے بعد مسلمانوں کی فتوحات نے اور تیزی اختیار کر لی۔

اس لڑائی میں جو تجربات حاصل ہوئے وہ فنون حرب اور فوجی قیادت کے عملی درس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دشمن کے مقابلہ کے لئے اس سے بہتر عملی سبق کی اور کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ خالدؓ ایسے وقت میں شام پہنچے۔ جب مسلمان

اپنے دشمن کا مقابلہ الگ الگ جماعتوں کی شکل میں کر رہے تھے۔ حالانکہ دشمن کی قوت تعداد اور ساز و سامان دونوں اعتبار سے مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔ وہ مسلمانوں کی نسبت زیادہ منظم تھا اور اس لحاظ سے مسلمانوں کا ان سے کوئی مقابلہ ہی نہ تھا۔ خالدؓ کے پہنچ جانے پر ان کی فطری استعداد کو بروئے کار لایا گیا۔ اور ان کی جنگی قابلیت ظاہر ہونے لگی جو ان کو اپنے خاندان سے ورثہ میں ملی تھی اور عرصہ کے تجربات اور لڑائیوں کے بعد وہ حاصل کر چکے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو پکارا۔ ان کے سامنے تقریر کی ان کی غلطی پر ان کو آگاہ کیا اور ان کو بتایا کہ جن حالات سے وہ گزر رہے ہیں ان حالات میں ان کو تشتت و افتراق چھوڑ دینا چاہیئے ان کے قلب کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی آواز اپنا اثر کر گئی۔ مسلمان عوام کا تو ذکر ہی کیا تجربہ کار جرنیلوں نے بھی ان کی آواز پر لبیک کہی۔ اور اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان کامیاب و کامران ہوئے

یہی وہ سبق ہے جس پر آج کل کے ترقی یافتہ ممالک بھی عمل کر رہے ہیں پچھلی اور موجودہ جنگ عظیم میں جب تک اتحادیوں کی فوجیں الگ الگ کمانڈروں کی قیادت میں لڑتی رہیں محوری ان کو شکست پر شکست دیتے رہے لیکن جب بھی ان کو اپنی اس غلطی کا احساس ہوا اور کمان کسی ایک کمانڈر کے ہاتھ میں دی گئی تو ان کی شکست فتح میں بدلتی گئی۔ فرق یہ ہے کہ خالدؓ اس قسم کی تجویزوں کو بروئے کار لانے میں تنہا تھے۔ وہ خود جنگ کا نقشہ بناتے تھے خود ہی فوج کو ترتیب دیتے تھے اور پھر خود ہی میدان جنگ میں گھوڑا ڈال کر حملہ کرتے تھے۔ لیکن یہاں آج کل ہر تجویز کے لئے فوجی حکام کی کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں۔ نقشے سامنے لائے جاتے ہیں۔ تجویزیں سوچی جاتی ہیں اور اس کے بعد عملی اقدام کی باری آتی ہے۔

حضرت خالدؓ کا یہ مقولہ پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ایک شخص نے جب یہ کہا "رومیوں کی تعداد کتنی زیادہ ہے اور مسلمان کتنے کم ہیں" تو خالدؓ فرمانے لگے کہ غلط ہے۔ مسلمان کتنے زیادہ ہیں اور رومی کتنے کم ہیں۔ کمی اور زیادتی کا معیار تعداد نہیں بلکہ فتح و شکست ہے" خالدؓ کے اس مقولے پر غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان کو سخت سے سخت،

Marfat.com

مواقع پر بھی اپنی کامیابی کا کتنا پختہ یقین تھا۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی فوج کی تعداد دشمن کی فوج سے کئی گناہ کم ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ دشمن کتنا منظم ہے اور کتنی تیاری کر کے آیا ہے، لیکن اس کے باوجود شکست کا خیال بھی ان کے دل میں نہیں گذرتا۔ یہ یقین اور یہ اطمینان صرف نور ایمانی اور ہدایت اسلام کی برکت سے حاصل ہوسکتا ہے۔

لیکن ان تمام سے زیادہ جو چیز دل پر اثر کرنے والی ہے وہ ان کا ایثار واطاعت کا جذبہ ہے۔ غور کیجیے لوگ تو اس انتظار میں ہیں کہ خالدؓ کو ان کی گرانقدر خدمات کی وجہ سے کوئی بڑا انعام ملے گا ناگاہ ان کی معزولی کے احکام ان کو ملتے ہیں۔ یہ احکام ایسے وقت میں ملتے ہیں۔ کہ لڑائی پورے زور شور سے جاری ہے احکام ملنے پر خالدؓ نہ ناراض ہوتے ہیں۔ نہ ان کے دل میں حسد اور بغض کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اخلاص اور حمیت کا جو جذبہ دین کی خاطر ان کے دل میں موجزن تھا۔ وہ اسی حالت میں باقی رہتا ہے۔ ان کے جذبات پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ وہ فوج کے قائد ہیں۔ یا ایک معمولی سپاہی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اب مجاہدین کی فوج کے قائد نہیں رہے وہ اپنی رائے اور اپنی تدبیر سے فوج کی قیادت میں مصروف رہتے ہیں اور رومیوں کے مقابلے میں حیرت انگیز نمایاں کارنامے انجام دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ دشمن کو شکست فاش ہوتی ہے۔

غور کیجیے اگر ایسے حالات ہمارے زمانے میں کسی کے ساتھ پیش آتے۔ اور اس زمانے کے کسی جرنیل کو ایسے حالات میں معزول کر دیا جاتا تو کیا یہی حالت باقی رہتی۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ بغاوت اور سرکشی پر آمادہ ہوتا۔ اور وہ ایسی سازشوں میں لگا رہتا کہ معزولی کے احکام صادر کرنے والے کو معزول کر دے عام انسان میں ہمیں اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ خالدؓ ہی ہیں کہ وہ مسلمان ہونے کے بعد کبھی بھی ایک عام فوجی سپاہی کی طرح جنگ میں شریک نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ قائد ہی رہے۔ ان کو حضرت عمر بن الخطابؓ معزول کر دیتے ہیں اور وہ ایک جرنیل کی بجائے صرف ایک عام سپاہی بن جاتے ہیں۔ لیکن ان میں نہ تو بددلی پیدا ہوتی ہے نہ وہ بددیانتی پر آمادہ ہوتے ہیں۔ اور نہ ان کے ارادوں میں کمزوری یا تبدیلی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کا تصور ابوبکرؓ کی محبت یا عمر کی بظاہر عداوت

Marfat.com

کی طرف نہیں جاتا۔ بلکہ وہ دیکھتے ہیں کہ مجھے میرا دین کیا حکم دیتا ہے اور اس وقت میرا امام کون ہے۔ اور اسی وجہ سے معزولی کے احکام پڑھتے ہی ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوتے ہیں:۔

"الحمدللہ الذی قضی علی ابی بکر الموت وکان احب
الی من عمر و الحمدللہ الذی ولی عمرو وکان ابغض
الی منی ابی بکر ثم الزمنی حبہ"

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ابوبکرؓ پر موت کا حکم جاری کر دیا۔ وہ مجھے عمرؓ سے زیادہ محبوب تھے۔ اور تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے عمر کو حاکم بنایا۔ وہ مجھے ابوبکرؓ کے مقابلہ میں ناپسند تھے مگر پھر مجھ سے جبراً ان کی محبت کرائی۔"

سچ یہ ہے کہ ایسے ہی نفوس اس قابل ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضامندی کے امیدوار رہیں۔ جن کے اخلاص و شجاعت کا کوئی جواب نہ مل سکے اور جن کی کم نفسی کا عالم یہ ہو کہ ان کو اس بات کی پرواہ ہی نہیں ہوتی کہ لڑائی کا پرچم ان کے ہاتھوں میں ہے یا وہ کسی اور کے پرچم کے نیچے لڑ رہے ہیں۔ وہ امیر ہیں یا کوئی معمولی فوجی سپاہی یہی وہ نفس مطمئنہ ہے جس کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔"

(میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ۔ اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ)

جنگ یرموک کے اختتام کے ساتھ ان عظیم الشان کارناموں اور فتوحات کا خاتمہ ہو جاتا ہے جو حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد مبارک میں خالدؓ بن الولید کے ہاتھوں انجام پائے۔ اس تمام عرصہ میں وہ خلیفہ اول کے معتمد علیہ رہے۔ صدیق اکبرؓ کی وفات پر حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں خالدؓ کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے۔ اب خالدؓ ایک امیر کی جگہ صرف ایک سپاہی کی حیثیت سے زندگی گذار رہے ہیں۔ لیکن جذبہ وہی کارفرما ہے۔ کہ موت و حیات کو دین و امت کے لیے وقف رکھنا مسلمان کا شیوہ ہے۔

Marfat.com

خالدؓ کے کارنامے

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں

Marfat.com

دمشق......

یرموک کی لڑائی ختم ہوئی۔ رومیوں کو شکست ہوئی۔ واقوصہ میں وہ ہلاک وتباہ ہوگئے۔ حضرت خالدؓ معزول کر دیئے گئے اور ان کی جگہ فوج کی کمان حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے ہاتھ میں آ گئی۔ ابوعبیدہ نے یرموک سے مکمل طور فراغت پا کر مال غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم کیا۔ اور پانچواں حصہ دربار خلافت میں بھجوا دیا۔ مال غنیمت کے ساتھ دربار خلافت میں حالات کی مکمل اطلاع بھی دے دی۔ ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے اس خیال سے یرموک پر بشیر بن کعب بن ابی الحمیر ی کو اپنا نائب مقرر کیا۔ کہ کہیں مرتدین یرموک پر حملہ نہ کر بیٹھیں اور ہماری رسد کے راستے بند نہ کر دیں اور خود صفر کی طرف آگے بڑھے وہ بھاگنے والے رومیوں کا تعاقب کرنا چاہتے تھے۔ آپ کو اس کا کوئی علم نہیں تھا کہ رومی کہیں جم کر لڑنا چاہتے ہیں یا منتشر ہونا چاہتے ہیں۔ صفر کے مقام پر ان کو اطلاع ملی کہ دشمن مخل کے مقام پر جمع ہو رہا ہے اور یہ بھی خبر دی گئی کہ اہل دمشق کی امداد کے لیے حمص سے کمک پہنچنے والی ہے۔ ابوعبیدہ متردد ہوئے کہ پہلے مخل کی طرف پیش قدمی کریں یا دمشق کی جانب بڑھیں۔ آپ نے حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا۔ ان کو حالات سے مطلع فرمایا۔ اور صفر میں ٹھہر کر ان کے احکام کا انتظار کرنے لگے حضرت عمرؓ نے جواب میں ان کو ہدایت دی کہ دمشق سے ابتداء کرو۔ اس لیے کہ وہ شام کا مضبوط قلعہ اور صدر مقام ہے۔ ہاں مخل سے بھی بالکل غافل نہیں رہنا چاہیے ان کے مقابلے کے لیے کچھ تھوڑے سے شہسوار بھیجو جو ان کو دمشق کی طرف بڑھنے سے روکے رکھیں۔

ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے اپنا دستہ مخل والوں کے مقابلے کے لیے چھوڑ دیا۔ ذوالکلاع کو دمشق اور حمص کے ایک درمیانی مقام پر متعین کر دیا تا کہ حمص کی طرف سے دمشق کو مدد نہ پہنچ سکے اور اسی طرح علقمہ بن حکیم اور مسروق کو ایسے مقام پر متعین کیا کہ وہ فلسطین سے دمشق کی طرف آنے والی کمک کو روک سکیں۔ اس طرح دمشق کی طرف آسکنے والی امداد کے تمام راستوں کو مسدود کر کے مجاہدین کو ساتھ لے کر دمشق

کا محاصرہ کرلیا۔ دمشق کے مختلف دروازوں پر مختلف سرداروں کو متعین کیا جن کی تفصیل یہ ہے۔ باب الفردوس پر عمرو بن العاص۔ باب توما پر شرجیل۔ باب فرج پر قیس بن ہبیرہ۔ باب الجابیہ پر ابو عبیدہ اور باب الشرقی پر خالدؓ بن الولید۔ مسلمانوں نے بڑی سختی سے محاصرہ کیا اور دو ماہ سے زیادہ عرصہ تک محاصرہ جاری رہا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں نے ہر طرح کی کوشش کی کہ محصورین کو دروازے کھولنے پر مجبور کردیں لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اجتماعی حملے کیے گئے۔ تیر پھینکے گئے۔ منجنیقوں کو استعمال میں لا گیا۔ لیکن ان سب حربوں کو استعمال کرنے کے باوجود محصورین کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ بلکہ وہ اطمینان سے بیٹھے تھے ان کو یقین تھا کہ ہرقل ہماری مدد کے لیے ضرور فوج بھیجے گا۔ لیکن جب لمبا عرصہ گذر جانے پر بھی کوئی امداد نہ پہنچی تو مایوس ہو گئے۔ اور ان کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ ان کو یقین ہو گیا کہ ہماری مدد کے لیے کوئی بھی باہر سے نہیں آئے گا۔ ان کا خیال یہ بھی تھا کہ سردی کے ایام آنے پر مسلمانوں میں کوئی ہلچل نہیں اور وہ اسی ثابت قدمی سے محاصرے میں مصروف ہیں تو وہ اور بھی گھبرا اٹھے۔ اس تمام عرصے میں حضرت خالدؓ آرام سے کبھی نہیں سوئے۔ وہ ہر وقت.... دن اور رات...... چوکس رہتے تھے۔ اور ہر وقت اس کا خیال رکھتے تھے کہ ایسا نہ ہو دشمن کوئی سازش کرے جس کا علم ہمیں نہ ہو۔ اس کڑی نگرانی سے یہ فائدہ ہوا کہ ایک دن حضرت خالدؓ کو یہ پتہ چلا کہ دمشق کے لاٹ پادری کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور اس خوشی میں اس نے دمشق کے لوگوں کی عام دعوت کی ہے۔ اور وہ کھانے پینے میں اتنے مصروف ہو چکے ہیں کہ اپنے اپنے مورچوں کی حفاظت سے غافل ہو گئے ہیں۔ حضرت خالدؓ پہلے سے ایسے موقع کی تاک میں تھے۔ آپ نے پہلے ہی کمند اور رسوں کی سیڑھیاں تیار کرلی تھیں اس موقع کو آپ نے غنیمت سمجھا۔ ان ساتھیوں کو اپنے ساتھ لیا جو عراق سے ان کے ساتھ آئے تھے۔ یہ سب لوگ جب بالکل شہر پناہ کے پاس پہنچے۔ تو حضرت خالدؓ، قعقاع بن عمرو، مذعور بن عدی اور اس طرح کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر باقی ساتھیوں سے آگے بڑھے اور ان سے کہا کہ جب تم شہر پناہ پر ہمارا نعرہ تکبیر سنو۔ تو کچھ ہماری طرف چڑھ آؤ۔ اور کچھ فوراً دروازہ پر حملہ کردو۔ جب آپ دروازے کے قریب پہنچے تو کمندوں اور رسوں کو اوپر پھینکا اس

Marfat.com

وقت ان کی کمروں پر وہ مشکیں بندھی ہوئی تھیں جن کے ذریعے سے وہ خندق کو تیر کر پار کر گئے تھے۔ جب کمندیں اچھی طرح دروازے کے کنگروں کے ساتھ اٹک گئیں۔ قعقاع اور مذعوران کو پکڑ کر اوپر گئے۔ اوران دونوں نے باقی تمام رسیاں اوپر کنگروں کے ساتھ باندھ کر نیچے پھینک دیں۔

شہر پناہ کے جس حصہ پر مسلمانوں نے پیش قدمی کی تھی وہ نہایت مستحکم تھا۔ اس حصے کے باہر خندق میں پانی زیادہ تھا۔ اوراس طرف سے شہر کو فتح کرنا نہایت ہی مشکل تھا۔ لیکن حضرت خالدؓ نے اسی حصہ کا انتخاب کیا۔ جب حضرت خالدؓ کے بہت سے ساتھی رسیوں کے ذریعہ سے شہر پناہ کے اوپر پہنچ گئے تو آپ نے اپنی جماعت میں سے چند آدمیوں کو تو اس جگہ چھوڑ دیا تا کہ نیچے سے اوپر آنے والوں کی حفاظت کر سکیں اور اکثر سرفروشوں کو ساتھ لے کر شہر کے اندر اتر پڑے اور اوپر والوں کو زور سے نعرۂ تکبیر بلند کرنے کا حکم دیا۔ تکبیر کی آواز سنتے ہی کچھ مسلمان تو شہر کے دروازے کی طرف لپکے۔ اور کچھ رسیوں کی طرف دوڑ کر چھلانگیں لگاتے ہوئے شہر پناہ کے اوپر چڑھ گئے۔ حضرت خالدؓ نے اپنے قریب کے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اوران کو تہ تیغ کر کے دروازے پر پہنچ گئے اور دربانوں کو موت کی نیند سُلا دیا۔

اس اچانک اور ناگہانی حملہ سے شہر کے اندر تمام مشرکین سراسیمہ ہو گئے۔ پریشانی کی حالت میں وہ پہلے تو اِدھر اُدھر دوڑتے رہے اور پھر اپنی اپنی جگہ پر پہنچ گئے۔ لیکن ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ واقعہ کیا ہے؟ مسلمان ہر طرف اپنے سامنے آنے والے دشمنوں کو تہ تیغ کرنے میں مصروف تھے۔ خالدؓ اوران کے ساتھیوں نے دروازے کی زنجیروں کو تلواریں مار مار کر کاٹ دیا اور اسلامی لشکر کیلئے دروازہ کھول دیا اس پر مسلمان اندر گھس گئے اب جس دروازہ کو خالدؓ نے کھول دیا تھا اس کے قریب دشمن کا کوئی بھی جنگجو سپاہی باقی نہیں بچا۔ اور جو چند ایک زندہ بچ گئے تھے وہ مجبور ہو کر شہر کے دوسرے دروازوں کی طرف بھاگ گئے۔

مسلمانوں نے اہل دمشق کو دعوت دی تھی کہ آدھوں آدھ تقسیم پر مصالحت کر لی جائے لیکن انہوں نے مسلمانوں کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔ اب جبکہ حضرت خالدؓ کے

Marfat.com

اچانک حملے کی تاب وہ نہ لا سکے اور ان کو یقین ہو گیا کہ اب تو مسلمان جس طرح چاہیں گے ہم سے وہی منوالیں گے۔ تو انہوں نے یہ چالاکی کی کہ شہر کے دوسرے دروازوں کے پاس جو مسلمان شہر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے ان سے صلح کی درخواست کی۔ ان کو حالات کا علم نہیں تھا۔ انہوں نے دشمن کی درخواست صلح منظور کرلی۔ رومیوں نے مسلمانوں کیلئے شہر کے دروازے کھول دیئے اور ان سے جلد اندر آنے اور حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں سے بچانے کی درخواست کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت خالدؓ تو شہر میں زبردستی داخل ہوئے تھے اور باقی تمام مسلمان صلح کے ساتھ داخل ہوئے خالدؓ اور دوسرے مسلمان سردارانِ لشکر شہر کے وسط میں اس طرح آپس میں ملے کہ ایک جماعت تو قتل کرنے اور مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف تھی اور دوسری جماعت صلح اور امن کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی لیکن مسلمانوں نے حضرت خالدؓ کے مفتوحہ حصہ کو بھی صلح سے حاصل کئے ہوئے علاقہ میں شامل کردیا۔ دمشق کی مصالحت زر نقد اور زمینوں کی تقسیم کرنے اور ایک دینار فی کس سالانہ جزیہ ادا کرنے پر طے ہوئی مقتولین کا سامان مسلمانوں نے آپس میں تقسیم کرلیا۔ اور اس میں مسلمان فوج کے تمام مجاہد برابر کے شریک ہوئے۔ حضرت خالدؓ کے ساتھیوں سے امتیازی سلوک نہیں کیا گیا۔ ملک کا باقی حصہ بھی اس صلح میں شامل تھا۔ اور زمین پر فی جریب اس کی پیداوار کا محصول لگایا گیا۔ لیکن شاہی خاندان اور ان کے ساتھ جانے والے لوگوں کے تمام املاک ____ منقولہ اور غیر منقولہ ____ کو مال غنیمت قرار دیا گیا۔ اس فتح کی خوشخبری فوراً حضرت عمرؓ کو دی گئی۔ کامیابی کا سہرا حضرت خالدؓ ہی کے سر ہے۔ اگرچہ امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن الجزاحؓ ہی تھے۔

جنگِ فحل

دمشق فتح ہو جانے کے بعد ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے پاس حضرت عمرؓ کے احکام پہنچے کہ عراق کی فوجوں کو واپس عراق بھیج دیا جائے اور ان کو حکم دیا جائے کہ وہ سعد بن مالک سے مل جائیں۔ ابوعبیدہ نے تعمیل احکام کرتے ہوئے عراق کی فوج کا حاکم امیر ہاشم بن عتبہ کو مقرر کیا اور یہ لوگ سعد بن مالک کی طرف روانہ ہوئے اسکی وجہ یہ تھی کہ اگر مسلمان

دمشق کے بعد حمص یا روم کے کسی اور حصہ کی طرف بڑھتے تو خطرہ تھا کہ فخل سے مسلمانوں پر پیچھے کی طرف سے حملہ نہ ہو۔ مؤرخین کے بیان کے مطابق فخل میں رومیوں کی اسّی ہزار سے زیادہ جمعیت موجود تھی۔ اس موقع پر بھی مسلمان فوج کے سپہ سالار شرجیل بن حسنہ مقرر کئے گئے۔ شرجیل بن حسنہ اس سے پہلے حضرت خالدؓ کے ماتحت مختلف جہادوں میں شریک ہو چکے تھے۔ ان کو حضرت خالدؓ کی آزمودہ کاری اور ان کے جنگی کارناموں کا ذاتی تجربہ تھا۔ اس وجہ سے انہوں نے مقدمتہ الجیش کی کمان حضرت خالدؓ کے ہاتھ میں دے دی۔ فوج کے دونوں بازوؤں پر حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ اور عمرؓ کو متعین کیا۔ سواروں کی کمان ضرار بن الذرور اور پیادوں کی کمان حضرت عیاض کے ہاتھ میں دی۔

مسلمانوں کی فوجوں کو جب یرموک کی لڑائی میں فتح حاصل ہوئی تھی۔ تو حضرت ابوعبیدہ نے کچھ سرداروں کو فخل کی طرف احتیاطاً روانہ کیا تھا۔ اور خود عمرؓ کے احکام کا انتظار کرنے لگے تھے۔

فخل میں مقیم مشرکین کو اس کا یقین ہوگیا کہ مسلمان ہم پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے فخل کے اطراف کی ندیوں کے بند توڑ دیئے جس سے تمام زمین میں پانی پھیل گیا۔ اور فخل کے گردونواح دلدل اور کیچڑ سے بھر گئے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت پریشانی ہوئی۔ لیکن درحقیقت یہ ایک غیبی امداد ثابت ہوئی اس لئے کہ اس طرح فخل میں مقیم اسی ہزار فوج خود بخود محصور ہوگئی جب مسلمانوں نے خلیفہ ثانی کے احکام کے مطابق فخل کو چھوڑ کر اپنی فوجوں کا رخ دمشق کی طرف پھیر دیا۔ دمشق کا محاصرہ کیا اور دمشق میں محصور مشرکین پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹنے لگے تو فخل میں مقیم اسی ہزار فوجوں میں سے ایک آدمی بھی ان کی امداد کے لئے نہ پہنچ سکا۔

دمشق کے بعد مسلمانوں نے فخل کا محاصرہ کیا تو کیچڑ اور دلدل اسی طرح موجود تھا۔ اگرچہ اس میں کمی آ گئی تھی۔ لیکن پھر بھی حملہ کے ارادہ سے پیش قدمی ناممکن تھی۔ مسلمانوں نے محاذ جنگ کی پوری کیفیت کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دے دی۔ خلیفہ کی ہدایات آنے تک فخل کے اردگرد ڈیرے ڈال دیئے ان کا ارادہ ویسے بھی یہ نہیں تھا کہ خلیفہ کے احکام

Marfat.com

آنے سے پہلے حملہ کردیں۔ یہاں کے قیام کے زمانے میں مسلمانوں کو علاقہ اُردن کی بہترین پیداوار سے اچھی طرح مستفید ہونے کا موقع ملا۔ ان کا سلسلہ برابر قائم رہا۔ چونکہ مشرکین کی عادت خود یہ تھی کہ جب ان کو لڑائی کے وقت اس طرح آرام کا موقع مل جاتا تھا تو وہ بالکل غافل ہو جاتے تھے۔ اپنی عادات کی وجہ سے ان کو خیال ہوا کہ شاید مسلمان بھی اس طرح غافل ہو چکے ہوں گے رومیوں کا سپہ سالار سقلاء بن مخراق تھا۔ اس کو یہ توقع تھی کہ ہم مسلمانوں کو اچانک جالیں گے اور وہ ہمارے اچانک حملہکی تاب نہ لاکر بھاگ اٹھیں گے چنانچہ ایک رات انہوں نے اچانک شب خون مارا۔ لیکن مسلمان عیش و آرام میں بھی اپنے فرائض منصبی سے غافل نہیں ہوا کرتے تھے۔ وہ محاصرہ کے وقت ہر وقت ہوشیار اور چوکنے رہنے کے عادی تھے۔ اور وہ کبھی بھی اپنے دشمن کو کمزور نہیں سمجھتے تھے اگرچہ ان کو فتح خداوندی کا یقین ہوتا تھا۔ ان کا ایمان تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرنے کے اصول پر عمل پیرا ہوں۔ چنانچہ اس موقع پر بھی مسلمان غافل نہیں تھے۔ سپہ سالار افواج شرجیل بن حسنہ رات دن صف آرائی میں مصروف رہتے تھے۔ جب رومیوں نے حملہ کیا تو مسلمانوں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا۔ انہوں نے یک دم مشرکین کو اپنی تلواروں اور نیزوں پر لے لیا۔ ان کو ذرہ بھر مہلت بھی نہ لینے دی۔ رات بھر شدت کی جنگ جاری رہی دوسرے دن بھی زور شور کی لڑائی ہوتی رہی۔ دن گذرنے پر مشرکین نے شکست فاش کھائی اور وہ پسپا ہو کر بھاگنے لگے۔ پریشانی میں وہ راستہ بھول گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ مسلمانوں کا خیال تھا کہ وہ پھر کسی جگہ ٹھہر کر لڑیں گے ۔ لیکن وہ تو اتنے پریشان تھے کہ راستہ بھول کر دلدل میں پھنس گئے۔ ان کا سردار سقلاء بن مخراق اور دوسرے بڑے بڑے سردار میدان جنگ میں کام آئے۔ دشمن کے بے شمار لوگ مارے گئے۔ بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مال غنیمت تقسیم کرنے کے بعد ابو عبیدہؓ اور خالدؓ محل سے حمص کو واپس ہو گئے اور شرجیل بن حسنہ کو پیچھے چھوڑ گئے۔

جنگ مرج الروم

جب ہرقل کو اطلاع ملی کہ دمشق میں اسکی فوجوں کو منہ کی کھانی پڑی اور اسلامی

Marfat.com

پرچم لہرانے لگا ہے۔ اور اب مسلمان حمص کی طرف بڑھ رہے ہیں تو اس نے توذر کی سرکردگی میں مسلمانوں کے مقابلے میں ایک فوج روانہ کی توذر کے بعد اتنی ہی فوج دے کر شنس رومی کو اس کی امداد کے لئے بھیجا اور تاکید کی کہ وہ حمص کے لوگوں کو پوری امداد دیں۔

مسلمان دمشق کے مغرب میں مرج الروم کے مقام پر ان دونوں فوجوں کے سامنے آئے۔ ابوعبیدہؓ تو شنس اور اسکی فوج کا مقابلہ کرنے لگے اور خالدؓ اپنے دستہ کے ساتھ توذر کے مقابلہ پر آئے لیکن معلوم ہوا کہ میدان میں صرف شنس ہی باقی رہا اور توذر مقابلہ چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ دراصل ہوا یہ کہ رومیوں نے حیلہ سے کام لینا چاہا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کی ساری فوج تو دمشق چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ تو توذر راستہ چھوڑ کر دمشق کی طرف روانہ ہوگیا ہے۔

حضرت خالدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ مشورہ کیا اور دونوں کی رائے یہ ہوئی کہ خالدؓ توذر کے تعاقب میں جائے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ توذر کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ توذر کو یہ یقین تھا کہ وہ اچانک دمشق کے مٹھی بھر محافظ دستوں کو جالے گا۔ اور اس طرح وہ رومیوں کا بدلہ مسلمانوں سے لے سکے گا۔ اور دمشق پر دوبارہ اپنا تسلط جمالے گا۔ اس کو یہ علم نہیں تھا کہ خالدؓ اس کے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔ دمشق کی حفاظت کے لئے۔ یزید بن ابی سفیان چھوڑ دیئے گئے تھے۔ ان کو توذر کی پیش قدمی کا علم ہوا تو وہ اس کے مقابلہ کیلئے آگے بڑھے اور دونوں فوجوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ ان میں لڑائی جارہی تھی کہ عین لڑائی کے وقت خالدؓ نے پیچھے سے توذر پر حملہ کردیا۔ اب یزید نے تو مشرکین کو آگے سے اپنے نیزوں پر لیا اور خالدؓ کی تلوار پیچھے سے ان کی گردنیں اڑانے لگی۔ ان میں سے چند ایک کے سوا کوئی بھی بچ کر نہ نکل سکا۔ توذر حضرت خالدؓ کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچا۔ چنانچہ اس موقعہ کے متعلق خود حضرت خالدؓ کے مندرجہ ذیل شعر ذکر کیے جاتے ہیں:۔

نحن قتلنا توزرا وشوذرا
وقبله ما قد قتلنا حيدرا

Marfat.com

نحن از رنا الغیضۃ الاکیدرا

ترجمہ:۔ ہم ہی نے توذرا اور شوذر کو قتل کیا اور اس سے پہلے ہم حیدر کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں۔ اور ہم نے اکیدر کے مقام پر غیضہ کو ختم کیا۔

اس موقع پر جو مال غنیمت حاصل ہوا وہ حضرت خالدؓ اور یزید کی فوجوں میں تقسیم کیا گیا اور یہاں سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ ابوعبیدہؓ سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے۔

حضرت خالدؓ جب توذر کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے تو اسی وقت ابوعبیدہؓ نے شنس کا مقابلہ شروع کیا۔ اور سخت لڑائی کے بعد شنس ابوعبیدہؓ کے ہاتھوں قتل ہوا اور مرج کی زمین مشرکین کی لاشوں سے بھر گئی۔

حمص

حمص شام کا ایک مشہور اور بڑا شہر تھا۔ اس کی شہر پناہ کی مضبوطی بہت شہرت رکھتی تھی۔ یہ دمشق اور حلب کے عین درمیان واقع تھا۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں پر حضرت خالدؓ ان کی اہلیہ اور ان کے صاحبزادے عبدالرحمان کے مزار واقع ہیں۔

جب ہرقل کو اطلاع ملی کہ اس کی بھیجی ہوئی فوجیں مرج الروم اور دمشق کے مقامات پر شکست کھا چکیں اور فوجوں کے دونوں سردار توذرا اور شنس قتل کئے گئے اور اسے یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں کو حمص تک پہنچنے سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ تو اسے اپنی جان بچانے کی فکر لاحق ہوئی اور حمص پر اپنا ایک گورنر مقرر کر کے خود وہاں سے چلا گیا۔ اس نے اپنے نائب سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عربوں کا کھانا پینا اونٹنیوں کا گوشت اور دودھ ہے۔ یہ موسم سردی کا ہے۔ اس لئے تم ان کے ساتھ ایسے دن لڑنے کی کوشش کرو جب سخت سردی ہو۔ سردی کی وجہ سے وہ اچھی طرح لڑ نہیں سکیں گے اور سردی کا موسم ختم ہوتے ہوتے وہ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

حضرت ابوعبیدہؓ بعلبک کے راستے سے حمص کی طرف روانہ ہوئے۔ سمط بن الاسود کندی بھی ان سے آملے۔ حضرت خالدؓ ابوعبیدہؓ کے احکام کے مطابق بقاع کی طرف چلے۔ ابوعبیدہؓ حمص پہنچے اور جلد ہی خالدؓ بھی بقاع کو فتح کر کے ان سے آملے۔

Marfat.com

رومی شہر میں محصور ہو گئے۔ جس دن سخت سردی ہوتی تھی اس دن صبح اور شام کے وقت معمولی معمولی جھڑپیں ہو جاتی تھیں۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ اہل حمص آپس میں کہتے رہتے تھے۔ کہ کچھ دن اگر ہم نے ثابت قدمی دکھائی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ چونکہ مسلمان پاؤں سے ننگے ہیں۔ اس لئے ان کے پاؤں بے کار ہو جائیں گے۔ اور جب ان کے پاؤں بے کار ہوں گے۔ تو کھانا پینا ان کے کسی کام نہیں آسکے گا۔ لیکن ہوا یہ کہ کئی جھڑپوں میں رومیوں کے بعض سپاہیوں کے پاؤں تو باوجود گرم موزوں کے بے کار ہو گئے لیکن مسلمان فوجیوں میں سے کسی کی ایک انگلی بھی ضائع نہ ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کو سردی کی وجہ سے سخت تکلیف اٹھانی پڑی۔ اور باوجود سخت شدائد اور مصائب کے بھی انہوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔

آخر سردی کا موسم گذر گیا۔ سردی کا موسم گذر جانے پر رومیوں کے ایک بوڑھے آدمی نے اپنی قوم کو جمع کیا۔ اور ان کو مسلمانوں کے ساتھ مصالحت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن لوگوں نے اس کے مشورہ کو نہ مانا۔ ایک اور بوڑھے نے کھڑے ہو کر کہا کہ دیکھو! سردی کا موسم تو گزر گیا۔ ہماری کامیابی کی ساری امیدیں اب ختم ہو گئی ہیں۔ اب تم لوگ کس برتے پر اکڑ رہے ہو۔ لوگوں نے جواب دیا کہ ہمیں اپنے دیوتا بیر سام کی امداد کی پوری امید ہے سردی میں وہ آرام کرتا ہے۔ اور گرمیوں میں وہ ظاہر ہوا کرتا ہے۔ اس بوڑھے نے کہا دیکھو! مسلمانوں کی فتح یقینی ہے۔ بعد میں جب تمہیں زبردستی پکڑا جائے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ تم خود ان کے پاس صلح کا پیغام لے کر جاؤ۔ لیکن لوگوں نے اس کی بات بھی نہ مانی اور الٹا اس کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ اور اس کو لڑائی کا تجربہ نہ رکھنے کا الزام دینے لگے۔

لیکن کچھ دن گذر جانے کے بعد عام لوگوں کو بھی یقین ہو گیا کہ ہماری کامیابی ناممکن ہے۔ اس لئے انہوں نے صلح پر آمادگی ظاہر کی۔ اور اس طرح حمص بھی مسلمانوں کا باجگذار بن گیا۔

الحاضر

حمص کے فتح ہو جانے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے خالدؓ کو قنسرین کی طرف

Marfat.com

روانہ کیا۔ قنسرین تک پہنچنے سے پہلے حاضر کے مقام پر حضرت خالدؓ کا مقابلہ رومیوں کی ایک فوج سے ہوا۔ اس فوج کی کمان میناس کر رہا تھا۔ جو ہرقل کے بعد رومیوں کا سب سے بڑا آدمی تھا۔ رومیوں کی اس فوج نے بہت سخت مقابلہ کیا۔ شدید لڑائی ہوئی۔ میناس مارا گیا۔ اور اس کے تمام ساتھی بھی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

میناس اور اس کی فوج کے خاتمے پر اہل حاضر نے اپنا وفد حضرت خالدؓ کی خدمت میں بھیجا اور پیغام دیا کہ ہم عرب ہیں۔ آپ کے مقابلے پر آنا ہرگز نہیں چاہتے تھے۔ لیکن رومیوں نے ہمیں آپ سے لڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ حضرت خالدؓ نے ان کو معافی دے دی۔ اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمرؓ کو ملی تو آپ نے اس کو از حد پسند کیا۔

قنسرین

حاضر سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ آگے بڑھے اور قنسرین پہنچے قنسرین کے لوگوں نے شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے۔ اور قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنے لگے۔ حضرت خالدؓ نے ان کو پیغام دیا'' کہ اگر تم بادلوں میں بھی چھپ جاؤ تو بھی مجھے یقین ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اوپر اٹھا کر تمہارے پاس پہنچا دے گا اور یا تمہیں بادلوں کی بلندی سے نیچے اتار دے گا۔'' حضرت خالدؓ کا یہ پیغام جب ان کے پاس پہنچا۔ تو وہ دوبارہ اپنے حالات کا جائزہ لینے لگے۔ حمص اور اس کے علاوہ دوسرے شہروں کے حالات ان کے پیش نظر تھے۔ اور ان کو یقین ہو گیا۔ کہ ہماری کامیابی ناممکن ہے۔ اس لئے عقلمندی سے کام لیتے ہوئے انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ لیکن آپ نے درخواست کو رد کر کے حملہ کر دیا۔ اور شہر کو تباہ کر ڈالا۔

قنسرین کے فتح ہو جانے پر ہرقل کو شام کی حکومت کے خاتمہ کا یقین ہو گیا۔ اور وہ نہایت ہی حزن و ملال سے شام چھوڑ کر چلا گیا چنانچہ اس کے متعلق مشہور ہے کہ شام سے جاتے وقت یہ الفاظ اس کی زبان پر تھے:۔

''شام! تم پر آخری سلام ہو۔ ایسا سلام جس کے بعد نہ تو ملنے کی کوئی امید ہے اور نہ ہی کوئی رومی آئندہ یہاں آسکے گا''۔

Marfat.com

حاضر اور قنسرین کے مقامات پر رومیوں کے ساتھ حضرت خالدؓ کے مقابلے کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اپنی رائے بدل دی اور حضرت خالدؓ کے متعلق وہ بات فرمائی جو کافی مشہور ہے:۔

''خدا تعالیٰ حضرت ابو بکرؓ پر رحم فرمائے وہ سب سے زیادہ مردم شناس تھے''۔

مرعش

قنسرین کو فتح کرنے کے بعد حضرت خالدؓ مرعش گئے اور اسے فتح کر لیا مرعش کے فتح ہو جانے پر حضرت خالدؓ کی فتوحات کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت خالدؓ کے متعلق چند دیگر مباحث سے پہلے ضروری ہے کہ بعض ان باتوں کا ذکر کیا جائے جو ان لوگوں کی زبان سے سنی جاتی ہیں۔ جن کو مسلمانوں کی گذشتہ کامیابیاں ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔ اور وہ مسلمانوں کے شاندار ماضی کو بھی کسی نہ کسی طرح بدنام کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اتنے قلیل عرصے میں روم و فارس جیسی عظیم الشان سلطنتوں کا خاتمہ کرنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ حضرت خالدؓ اور اس کی مٹھی بھر جماعت کو اللہ تعالیٰ کی امداد پر بھروسہ تھا۔ یا یہ کہ وہ دنیا کی زندگی پر اسلام کی راہ میں شہید ہونے کو ترجیح دیتے تھے۔ نہ ہی اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار غیر معمولی قابلیت کے مالک تھے۔ اور ان کی فوج سر فروش اور جفاکش تھی بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ روم و فارس کی سلطنتیں اندرونی خلفشار میں مبتلا تھیں۔ اور ان کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے قلبی اطمینان نصیب نہیں تھا۔ یہ بات صرف ان لوگوں کی نگاہ میں صحیح ہو سکتی ہے جو تاریخی حقائق سے آنکھیں بند کرنے اور آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھنے کی عادت رکھتے ہیں۔ گذشتہ واقعات میں ہم نے بالتفصیل بیان کر دیا ہے کہ کس طرح روم اور فارس کی دونوں حکومتیں مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنی بہترین اور جرار فوجیں بھیجتی رہی ہیں۔ اور ان فوجوں کو کس طرح لگاتار مدد پہنچتی رہی ہے۔ اور اس کے علاوہ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ فوجی سامان میں وہ مسلمانوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ فوجوں کی ترتیب دہی میں مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بعض مواقع پر ان کو اپنی تعداد، ساز و سامان اور اپنے جنگی تجربے پر اتنا اعتماد ہوتا ہے کہ وہ مسلمان فوج کو درخور

اعتنا ہی نہیں سمجھتے۔ اور ان کو اپنی کامیابی کا سوفی صد یقین ہوتا ہے۔ وہ پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ لڑائی شروع ہوتے ہی مسلمانوں کی فوجیں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگیں گی۔ اور اپنے ریگستان میں ہی جا کر پناہ لیں گی۔

یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جن میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی ان کو پرکھنے کے لئے صرف یرموک کی جنگ پر نظر ڈالنا ہی کافی ہے۔

رومیوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں جو فوج بھیجی اس کی تعداد کو دیکھنے ہی سے حقیقت کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ ان حقائق سے کسی کو انکار کی تو گنجائش ہی نہیں۔ لیکن جب بعض لوگوں نے دیکھا کہ ان حقائق کو جھٹلایا تو جا نہیں سکتا۔ تو اس بات کو چھپانے کے لئے کہ مسلمان حق پر تھے۔ اسلام سچا مذہب تھا اور خدا مسلمانوں کی مدد کر رہا تھا۔ وہ روم وفارس کی شکست کے لئے مختلف تاویلیں ڈھونڈھنے لگے لیکن

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

اب ایک بات اور رہ جاتی ہے۔ وہ یہ کہ اس پر تو سب مؤرخین متفق ہیں کہ رومیوں کا مقابلہ مسلمانوں سے شام ہی کی سرزمین میں ہوا لیکن ان مختلف لڑائیوں کی ترتیب میں اختلاف ہے۔ ہم یہاں پر ان واقعات کی ترتیب کو مؤرخین کے حوالوں کے ساتھ نقل کرتے ہوئے اپنی دی ہوئی ترتیب کی ترجیح کی وجہ بتلانے کی کوشش کریں گے۔

واقعات کی ترتیب اور ان کے سال

بلاذری لکھتا ہے کہ حضرت خالدؓ مسلمانوں سے بصری میں ملے۔ اور مسلمانوں نے ان کو لڑائی میں امیر مقرر کیا۔ اور بصری کے بعد بلاذری نے اجنادین کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ اجنادین کا واقعہ جمادی الاول یا جمادی الآخر 13 ہجری میں ہوا۔ اس لڑائی کے مقتولین میں بلاذری، عکرمہ بن ابی جہل۔ ہبار بن ابی سفیان۔ سلمہ بن ہشام عمرو بن سعید بن العاص۔ اس کے بھائی ابان اور جندب بن عمرو الدوسی کے نام لیتا ہے۔ اور اجنادین کے بعد وہ یاقوصہ کی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :-

Marfat.com

اسی لڑائی کے دوران میں مسلمانوں کو حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کی اطلاع ملی۔اور اسکے بعد 28 ذوالقعدہ 13 ہجری کو فحل اور محرم 14 ھ میں مرج الصفر کی لڑائیں لڑی گئیں۔اس کے کہنے کے مطابق دمشق رجب 16 ھ فتح ہوا۔حمص کی لڑائی دمشق کے بعد واقع ہوئی اور یرموک کا معرکہ رجب 15 ھ میں وقوع پذیر ہوا۔

یعقوبی ان لڑائیوں کی ترتیب یوں دیتا ہے:۔

حضرت خالدؓ مسلمانوں سے ملے انہوں نے پہلے بطری فتح کیا۔پھر فحل اور پھر فلسطین کی طرف اجنادین میں دشمن کا مقابلہ کیا۔

اجنادین کا واقعہ یعقوبی کی روایت کے مطابق یوم شنبہ 28 جمادی الاول 13 ھ کو ہوا۔

اجنادین کے بعد مرج الصفر کی لڑائی واقع ہوئی۔

رجب 14 ھ میں دمشق فتح ہوا۔اس کے بعد فحل اور پھر حمص کے مقامات پر مقابلہ ہوا۔ابوعبیدہ کو جب اطلاع ملی کہ ہرقل مسلمانوں کے مقابلے کے لئے فوجیں روانہ کر رہا ہے تو وہ حمص سے یرموک آئے اور 15 ھ میں یرموک کا معرکہ سر کیا گیا۔اور یہاں سے وہ پھر حمص گئے۔

طبری نے جو ترتیب دی ہے وہ تقریباً وہی ہے جو ہم پیش کر چکے ہیں اس ترتیب کو کیوں اختیار کیا گیا ہے۔اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:۔

1۔ بلاذری نے اگرچہ جنگ فحل کا فتح دمشق سے پہلے ذکر کیا ہے لیکن یہ امر حضرت عمرؓ کے اس خط کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔جس میں آپ نے حضرت ابوعبیدہ کو حکم دیا ہے کہ پہلے دمشق پر حملہ کر دیں۔اس لئے کہ وہاں رومیوں کی بہت بڑی طاقت موجود ہے۔اس خط کی عبارت پہلے نقل ہو چکی ہے۔

یعقوبی تو کوئی فیصلہ ہی نہیں کر سکا۔وہ جنگ فحل کو کبھی تو اجنادین سے پہلے ذکر کرتا ہے اور کبھی دمشق کے بعد۔

طبری جنگ فحل کو فتح دمشق کے بعد بتاتا ہے۔یعقوبی بھی ایک جگہ ____ دمشق کو

پہلے ہی کا واقعہ بتلاتا ہے۔اس طرح طبری اور یعقوبی کی رائیں آپس میں مل جاتی ہیں اور یہ حضرت عمرؓ کے خط سے بھی مطابقت رکھتی ہیں جس کا ذکر ابھی ہو چکا۔ یہ رائے اس اعتبار سے بھی زیادہ معتبر معلوم ہوتی ہے کہ اصول حرب کے مطابق پہلے اسی مقام کو نشانہ بنانا چاہیئے تھا۔ جہاں دشمنوں کی قوت مجتمع ہو۔تا کہ وہاں سے امداد کا سلسلہ منقطع ہو سکے اور یہ مقام دمشق ہی تھا۔

2۔ بلاذری نے دو لڑائیوں کا ذکر کیا ہے ایک کو وہ جنگ یاقوصہ کے نام سے موسوم کرتا ہے۔اور لکھتا ہے کہ مسلمانوں کو حضرت صدیقؓ کی وفات کی خبر اسی مقام پر دی گئی۔ اور دوسری لڑائی کو جنگ یرموک کے نام سے پکارتا ہے۔معجم البلدان اور دیگر کتب تاریخ کو دیکھنے کے بعد یہی معلوم ہوسکا ہے کہ ان دونوں مقامات میں کچھ زیادہ فرق نہیں۔یاقوصہ یرموک ہی کا ایک حصہ ہے اور کوئی مؤرخ بھی یہ نہیں لکھتا۔کہ یرموک میں دو مرتبہ لڑائی ہوئی ہے بعض جدید مؤرخین لکھتے ہیں کہ یرموک نام رکھنے والے مقامات دو ہیں۔اگر ان کی بات تسلیم کر لی جائے۔تو پھر اس کا امکان ہے کہ دونوں مقامات میں الگ الگ لڑائیاں ہوئی ہوں۔لیکن جدید مؤرخین کی یہ رائے کچھ زیادہ وقیع معلوم نہیں ہوتی۔

3۔ بلاذری، یعقوبی اور طبری۔ابن اسحاق سے روایت کرتے ہوئے اجنادین کی لڑائی کو فتح دمشق سے پہلے قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ جنگ اجنادین جمادی الاول یا جمادی الآخر 13ھ میں اور جنگ یرموک 15ھ میں ہوئی۔طبری کی ان دونوں روایتوں میں سے کسی ایک کو راجح قرار دینے سے پہلے اس کو پرکھنے کی ضرورت ہے۔

الف۔ بلاذری نے اجنادین کے میدان میں جن مقتولین کے نام لئے ہیں۔ وہ بعینہ وہی ہیں جن کو طبری نے یرموک کے مقتولین میں شمار کیا ہے یعقوبی اور بلاذری یرموک میں مسلمانوں کے اجتماع کا جو سبب بتلاتے ہیں وہ وہی ہے۔جو طبری کی رائے میں اجنادین میں مسلمانوں کے اجتماع کا سبب بنا۔

ب۔ مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ ان دونوں لڑائیوں میں سے ایک فتح دمشق سے پہلے واقع ہوئی اور دوسری بعد میں۔

ج۔ یرموک اور اجنادین دو مختلف مقام ہیں۔

ہماری رائے یہ ہے کہ یرموک کا واقعہ فتح دمشق سے پہلے ہوا۔ اور اجنادین بعد میں۔ ہم اپنی رائے کی تائید میں مندرجہ ذیل وجوہات پیش کرتے ہیں:۔

1۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت خالدؓ کو جو خط لکھا جس میں آپ کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ شام میں مسلمانوں کی مدد کو پہنچو اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ: "مسلمانوں کی جماعت سے یرموک میں مل جاؤ"

2۔ یاقوت بھی اپنی معجم البلدان کی جلد 8 ص 504 پر اسی کی تصریح کرتا ہے۔

3۔ شام میں مسلمانوں کی امداد کے لیے عراق سے جو فوجیں روانہ ہوئیں اس وقت قعقاع بن عمرو نے جو اشعار کہے ان میں بھی اس کی تصریح ہے۔ اور ان میں وہ صاف طور پر کہتا ہے کہ عراق کی یہ فوجیں مسلمانوں سے یرموک میں ملیں۔

4۔ خود طبری بھی ابن اسحاق کی روایت کے علاوہ باقی تمام روایات میں یہی لکھتا ہے کہ یرموک کا واقعہ دمشق سے پہلے ہوا۔

5۔ طبری واقدی کی اس روایت کو ضعیف قرار دیتا ہے جس میں وہ لکھتا ہے کہ یرموک کا واقعہ 15 ھ میں ہوا طبری لکھتا ہے واقدی کا خیال ہے کہ یرموک کا واقعہ 15 ہجری میں ہوا" طبری ابن اسحاق سے جو روایت کرتا ہے اس میں وہ لکھتا ہے کہ اجنادین کا واقعہ 13 ہجری میں، دمشق 14 ہجری میں اور یرموک 15 ہجری میں ہوا۔ لیکن اس کے ذکر کرنے سے کچھ ہی پہلے طبری لکھتا ہے کہ حضرت خالدؓ کو اس وقت معزول کر دیا گیا۔ جب مسلمان 14 ہجری میں دمشق میں لڑ رہے تھے۔ اور اس کے آخر میں لکھتا ہے حضرت عمرؓ ہمیشہ حضرت خالدؓ سے ناراض رہے اور حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں ان کے ہر کام کو بری نظروں سے دیکھتے رہے اور اس کی وجہ یہ تھی کے آپ نے ابن نویرہ کو قتل کیا تھا۔ اور لڑائیوں میں وہ اپنی رائے پر ہی عمل کرتے رہے اس وجہ سے جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو سب سے پہلے جو کام کیا وہ حضرت خالدؓ کی معزولی کے احکام تھے"۔

اس سے اس کی تصریح ہو جاتی ہے کہ حضرت خالدؓ کی معزولی کا واقعہ حضرت

Marfat.com

فاروقؓ کے عہد خلافت کے بالکل ابتداء میں وقوع پذیر ہوا۔ یعنی 13 ہجری کے درمیان میں لیکن وہ اپنی اس روایت کے ابتدا میں لکھتا ہے کہ حضرت خالدؓ کی معزولی 14 ہجری میں دمشق کی لڑائی کے وقت ہوئی۔

6۔ ابن برہان الدین سیرۃ حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ ایسے وقت میں وفات پا گئے جب مسلمان یرموک پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔

7۔ یرموک شرق اردن میں واقع ہے اور اجنادین فلسطین کا ایک حصہ فلسطین ہے فلسطین میں بہت سے متبرک مقامات جیسے بیت المقدس وغیرہ رومیوں کے قبضے میں تھے۔

اور وہاں رومیوں کی بہت سی فوجیں موجود تھیں۔ مسلمان جب تک اس کو فتح نہ کرتے اس وقت تک وہ کسی اور اطراف توجہ کیوں کر دے سکتے تھے۔ نیز رومیوں کے نکتہ نگاہ سے بھی یہ صورت معقول معلوم ہوتی ہے کہ وہ ایسی جگہ پر مسلمانوں کا مقابلہ کریں جو ان کے زیر نگیں ہو۔ جہاں اس کی مضبوط فوجی طاقت موجود ہو۔ اور جہاں کے لوگوں پر ان کو اعتماد ہو کہ وہ رومی افواج کی مدد کریں گے رومیوں کے جنگی تجربوں کو دیکھتے ہوئے یہ بات ٹھیک معلوم نہیں ہوتی کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے فلسطین کو چھوڑ کر اردن کی سرزمین کا رخ کریں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مقابلہ اجنادین میں ہوا نہ کہ یرموک میں۔

ان وجوہات کی بنا پر ہم نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے کہ یرموک کا معرکہ دمشق سے پہلے ہوا۔ اور دمشق کے بعد اجنادین کی لڑائی ہوئی یہ بھی بعید از قیاس نہیں کہ اجنادین کے مقام پر دوبارہ لڑائی ہوئی ہو ایک تو یرموک سے پہلے اور دوسری 15 ہجری میں دمشق کے بعد۔ بلاذری اور یعقوبی نے پہلی لڑائی کا تو تذکرہ کر دیا لیکن وہ نظر انداز کر گئے باوجود اس کے کہ یہ نہایت اہم لڑائی تھی۔ اس بنا پر طبری نے یرموک کے معرکہ سے پہلے اجنادین کی لڑائی کا ذکر کیا ہے اور بعد میں فتح دمشق کے بعد ایک مستقل باب میں اس نے اجنادین کا پھر ذکر کیا ہے۔

مؤرخین کے اس اختلاف کی وجوہات کئی ہو سکتی ہیں سب سے بڑی وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ 13 ہجری، 14 ہجری، 15 ہجری میں غزوات کا سلسلہ اس طرح یکے بعد

Marfat.com

دیگرے واقع ہوا کہ اس ترتیب کو مؤرخین باقی نہ رکھ سکے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دو واقعات ایک ہی وقت میں ہوتے ہوں۔ایک راوی نے ایک واقعہ کو پہلے ذکر کیا اور دوسرے نے اسی واقعہ کا بعد میں ذکر کیا۔انہوں نے ذکر کرتے وقت ترتیب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔لیکن بعد کے مؤرخین نے اس کو ترتیب دیا۔اور اس طرح ترتیب میں اختلاف واقع ہوا۔

ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ایک شہر کو ایک بار فتح کرنے کے بعد اس پر قبضہ باقی نہ رہا ہو۔اور مسلمانوں نے اس کو دوبارہ فتح کر لیا ایک راوی پہلی فتح پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا ذکر کر دیتا ہے اور دوسرا راوی پہلی فتح کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے صرف آخری بار فتح کرنے کا ذکر کرتا ہے اور اس طرح ترتیب میں اختلاف پیدا ہوا۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ حضرت خالدؓ کا اختلاف

اسباب۔ خالدؓ کی معزولی۔ معزولی کا اثر حضرت عمرؓ پر۔ معزولی کا اثر حضرت خالدؓ پر۔ معزولی کا اثر سرداران فوج پر۔ معزولی کا اثر فوج پر۔ اختلاف کا نتیجہ۔

Marfat.com

اختلاف کے اسباب۔

حضرت عمرؓ اور حضرت خالدؓ کے اختلاف کے اسباب پر تفصیلی بحث کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ان دونوں کے اخلاق و عادات پر مختصر سی روشنی ڈالی جائے۔ اس لیے کہ اختلاف کے ساتھ ان دونوں کے اخلاق و عادات کا گہرا تعلق ہے اور جتنی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ان کے اخلاق و عادات کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔

حضرت عمرؓ کے اوصاف۔

حضرت عمرؓ کے اخلاق و اوصاف میں موٹی موٹی باتیں درج ذیل ہیں۔

1۔ وہ حق کو ہمیشہ محبوب رکھتے تھے۔ یہ محبت صرف اس وجہ سے ہوئی تھی کہ حق حق ہے اور باطل باطل۔ حق کی یہ محبت ہر حالت میں باقی رہتی تھی۔ بڑی سے بڑی مصلحت کے لئے بھی وہ اپنے اس وصف کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔

2۔ ہر کام میں ان کی نظر سب سے پہلے عام مسلمانوں کی مصلحت پر پڑتی تھی ان کے نزدیک سب سے اہم بات یہ تھی کہ عوام کے دلوں میں رنج پیدا نہ ہو وہ اس بات کی پرواہ نہیں رکھتے تھے کہ عوام کے دلوں کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے ان کے مقرر کردہ عمال خوش ہوتے ہیں یا ناراض۔

3۔ وہ اپنے مقرر کردہ عمال پر بہت زیادہ سختی کرنے کے عادی تھے۔ اور ان کی بہت کڑی نگرانی رکھتے تھے۔ اور ان کی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی ان سے پوشیدہ نہیں رہتی تھی۔

4۔ ان کی رائے تھی کہ ان کے مقرر کردہ عمال کو اس بات کا حق نہیں ہے۔ کہ ان کی اجازت کے بغیر کسی چیز میں اپنی رائے سے تصرف کریں۔ بالخصوص وہ امور جن کا تعلق مالیات سے ہوا کرتا تھا۔ ان میں تو وہ معمولی سے معمولی تصرف کو بھی

Marfat.com

برداشت نہیں کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ میں ''مسلمانوں کا تاجر ہوں''۔اور جس طرح تاجر ہر بات اور ہر معاملے میں مالی تجارت میں نفع کمانے کی تجویزیں سوچتا رہتا ہے اس طرح وہ ہر معاملہ میں اس کا خیال رکھتے تھے کہ مسلمانوں کے مال کو نقصان نہ پہنچے۔

5۔ حضرت عمرؓ خود بہت زیادہ تنگی سے زندگی گذارنے کے عادی تھے اور وہ اپنے عمال سے بھی اس بات کی توقع رکھتے تھے کہ وہ انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا کے عیش وعشرت سے کنارہ کش رہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ تو چاہتے تھے کہ عرب کی ساری قوم اس طرح کی زندگی گزارنے ان کا نظریہ یہ تھا.... جو بالکل صحیح تھا..... کہ اگر مسلمان دنیا کے عیش وآرام کی زندگی اختیار کرلیں گے اور آرام وآرائش کے عادی ہوجائیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اور قوموں کی طرح ان پر بھی زوال شروع ہوجائے گا۔

حضرت خالدؓ کے اوصاف.....

حضرت خالدؓ کے اہم اوصاف مندرجہ ذیل تھے:۔

1۔ حضرت فاروقؓ کی طرح وہ بھی حق ہی کی خاطر حق کو عزیز رکھتے تھے لیکن فرق صرف یہ تھا کہ لڑائی کے وقت اگر کبھی بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ایسی سامنے آجاتی تھیں کہ اس میں عامہ مسلمین کی کوئی اہم مصلحت ہوا کرتی تھی تو وہ اس وقت اس مصلحت کے منشاء کے مطابق عمل کرلیا کرتے تھے۔ یہ تساہل ایسا تھا کہ جس کی اجازت شریعت اسلامیہ نے بھی دی ہے۔ اس لیے اس کی وجہ سے حضرت خالدؓ کو مطعون نہیں کیا جاسکتا۔

2۔ حضرت خالدؓ کی رائے یہ تھی کہ خلیفہ کی طرف سے اس کے عمال کو یہ اجازت ہونی چاہیے کہ بعض امور وہ اپنی صوابدید کے مطابق اپنی رائے سے طے کرلیا کریں دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیے کہ ان کا خیال تھا کہ ہر چھوٹے بڑے کام میں خلیفہ کے احکام کا انتظار اور اس کی رائے معلوم کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ بعض امور

Marfat.com

ایسے بھی ہوا کرتے ہیں کہ جن میں خلیفہ کے احکام اور اس کی رائے معلوم کرنے کے انتظار کی فرصت نہیں ہوا کرتی۔

3۔ شریعت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے دنیا کے عیش و تنعم سے بہرہ اندوز ہونے کو وہ برا نہیں سمجھتے تھے۔

4۔ وہ ایک فوجی آدمی تھے۔ اس لیے ان کی طبیعت میں فطری طور پر سختی اور درشتگی تھی اور ان کا منتہائے مقصود دشمن پر کامیابی حاصل کرنا ہوا کرتا تھا کامیابی کے لیے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ اس کے لیے کون سا طریقہ استعمال ہو رہا ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ دونوں حق کے شیدائی تھے اور عام مسلمانوں کی مصالح ہمیشہ دونوں کے پیش نظر رہتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود دونوں کے نظریات میں کچھ تضاد ضرور پایا جاتا تھا اور دونوں کی طبیعتوں میں سختی بھی موجود تھی۔ اس لیے یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ دونوں میں اپنے نظریات کے مطابق اختلاف پیدا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دونوں کے اختلاف کا کوئی اثر اس لیے ظاہر نہیں ہوا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کی ذات کے سوا اور کوئی شخصیت ایسی نہیں تھی اپنی رائے کو درخور اعتنا سمجھے۔ بڑے سے بڑا آدمی بھی صرف یہ کرتا تھا کہ جن باتوں کا اس کو علم نہ ہو اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا تو ممتاز اور صاحب فہم صحابہؓ بعض امور میں اپنی اپنی رائے کے مطابق دلائل پیش کرنے لگے۔ ان کے عہد خلافت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبرؓ کے وزیر کی حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت صدیقؓ اہم امور میں ان سے مشورہ لیا کرتے اور اکثر ان کی رائے پر عمل کیا کرتے تھے۔ اسی زمانے سے حضرت عمرؓ اور حضرت خالدؓ کے درمیان اختلاف پیدا ہوا۔ اور جب کوئی واقعہ پیش آتا تو اس میں ان کا اختلاف ظاہر ہو جایا کرتا۔ لیکن حضرت صدیق اکبرؓ چونکہ نرم طبیعت کے انسان تھے وہ

Marfat.com

اپنے عمال پر زیادہ سختی کے روادار نہ تھے۔ عوام ہی کی مصلحت کے پیش نظر بعض امور میں عفو ودرگزر اور چشم پوشی کو بہتر سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے اُن کے عہد خلافت میں حضرت عمرؓ حضرت خالدؓ کو معزول کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضرت خالدؓ کی تلوار کی ضرورت تھی۔ اس لیے کہ یہ حضرت خالدؓ ہی تھے جنہوں نے ارتداد کے فتنے کے قلع وقمع کرنے میں نمایاں کارنامے سرانجام دیئے۔ جنہوں نے قیصر وکسریٰ کے ایوانوں کو ہلا دیا۔ اور ان عظیم الشان فتوحات کے لیے راستہ صاف کر دیا جن کی تکمیل بعد میں ہوئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی زندگی میں.... بلکہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں بھی.... سیاسی مصلحت اس کا تقاضا کرتی تھی کہ حضرت خالدؓ کو معزول کرنے سے احتراز کیا جاتا۔ حضرت عمرؓ کو بھی اس بات کا احساس تھا چنانچہ حضرت خالدؓ ہی کے بارے میں حضرت عمرؓ کا مقولہ مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم کرے۔ وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس تھے۔''

خلیفہ اول کے عہد خلافت کے بعد حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ چنے گئے۔ تو انہوں نے حضرت خالدؓ کو معزول کر دیا۔ مؤرخین نے ان کی معزولی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (جنکا تعلق حضرت خالدؓ کی معزولی کے ساتھ ہے) ہم آگے ان کی کچھ تھوڑی سی تفصیل بتائیں گے۔

حضرت عمرؓ اور حضرت خالدؓ کی اصلی رنجش......

ابن عساکر اور ابن برہان الدین لکھتے ہیں کہ ان دونوں کی رنجش کا اصل سبب آپس کی وہ کشتی ہے جو بچپن میں ان دونوں کے درمیان لڑی گئی تھی، اور جس میں حضرت عمرؓ کا بازو ٹوٹ گیا تھا (اس کا ذکر کتاب کے بالکل ابتداء میں ہم کر چکے ہیں) یہ دونوں مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ مخالفت بچپن سے حضرت عمرؓ کے دل میں جاگزین رہی۔ اور اس کا انتقام لینے کی کوشش انہوں نے کئی بار کی۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور آپ ﷺ کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے میں ان کو کامیابی نہیں ہوئی۔ جب آپ خود خلیفہ بنے تو آپ نے اسی مخالفت کی وجہ سے حضرت خالدؓ کو معزول کر دیا۔

Marfat.com

ہم یہ تو مانتے ہیں کہ بچپن میں آپ دونوں کے درمیان میں کشتی ہوئی ۔ اوز حضرت عمرؓ کا بازو ٹوٹ گیا۔ لیکن ہم اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ۔ کہ بچپن میں اگر اس کشتی کی وجہ سے معمولی سی رنجش ان دونوں کے دلوں میں پیدا ہوئی تو وہ رنجش کا زمانہ گذر جانے کے بعد بھی باقی رہی ۔ لیکن بالفرض اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ بچپن کا زمانہ گذر جانے کے بعد یہ رنجش باقی رہی تو پھر بھی یہ تو ناممکن ہے اسلام کے بعد یہ معمولی رنجش باقی رہ گئی ہو۔ کوئی بھی عقلمند انسان جو اسلام کی تعلیمات سے واقف ہو اور صحابہؓ کے قلوب میں اسلام کا جو اثر تھا۔ اس کا معمولی سا احساس رکھتا ہو۔ وہ ہرگز اس کا تصور نہیں کرسکتا کہ ایسے معمولی سے واقعہ کا اثر اسلام کے بعد بھی باقی رہے۔ اسلام نے تو جاہلیت کی ان بڑی بڑی عداوتوں کا بھی قلع وقمع کردیا جو افراد نہیں بلکہ قبائل میں سینکڑوں برس سے چلی آتی تھیں ۔ وہ قبیلے جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے چلے آتے تھے وہ آپس میں شیر وشکر ہو گئے ۔ اسی کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے:۔

اذکنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخواناً

اور جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت کا بیج بویا۔ اور تم اس کے فیض نعمت سے بھائی بھائی بن گئے ۔

اسلام لانے کے بعد وہ شخص جو اپنے باپ کے قاتل سے ملتا ہے۔ لیکن اس کے دل میں اس قاتل کے لیے بھی کوئی بغض وعداوت باقی نہیں رہتی ۔ تو کیونکر ہوسکتا ہے کہ اپنے ماموں زاد بھائی خالدؓ کے لیے اس معمولی سے واقعہ کے بعد کوئی بغض وعداوت باقی ہو۔ پھر خصوصیت سے جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت خالدؓ کو معزول کرنے کے بعد جب وہ قنسرین سے انکے پاس مدینے آئے ہیں تو حضرت عمرؓ خالدؓ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:۔

خالدؓ! اللہ تعالیٰ کی قسم تم مجھے بہت زیادہ محبوب ہو۔"

ان کا یہ قول صاف بتلاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے دل میں حضرت خالدؓ کے لیے بغض وحسد کا کوئی شبہ باقی نہیں تھا۔

Marfat.com

حقیقی اسباب جن کی تائید تاریخی واقعات سے ہوتی ہے اور دونوں کی اخلاقی حالت ان پر پورے طور پر منطبق ہوتی ہے۔ ہمارے خیال میں مندرجہ ذیل ہیں:۔

1۔ حضرت خالدؓ نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا اور اس کی بیوی سے شادی کی۔ اس واقعہ کا اثر حضرت عمرؓ کے دل پر یہ ہوا کہ انہوں نے صدیق اکبرؓ سے درخواست کی کہ وہ حضرت خالدؓ کو قید کر دیں یا معزول کر دیں۔ اس واقعہ سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب حضرت خالدؓ نے بنو جذیمہ کے لوگوں کو قتل کیا۔ اس کا بھی تھوڑا بہت اثر حضرت عمرؓ کے دل پر تھا اور پھر جب حضرت خالدؓ نے مصیخ کی لڑائی میں ان دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ جن کے پاس حضرت صدیقؓ کا لکھا ہوا اسلام لانے کا پروانہ موجود تھا۔ تو اس واقعہ نے حضرت عمرؓ کے دل میں ان کی مخالفت کو اور بڑھا دیا۔

2۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے کے دل میں حضرت خالدؓ کو ایک مقام حاصل تھا اور وہ بہت سے کام ان کی رائے کے خلاف کر لیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت صدیق اکبرؓ اپنی عادت کے مطابق ان سے درگذر کیا کرتے تھے۔ لیکن جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا۔ تو حضرت عمر کے عادات حضرت صدیقؓ سے مختلف تھیں اور وہ اس کو برداشت نہ کر سکے۔

3۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت خالدؓ مال غنیمت کا حساب وغیرہ بہت باقاعدگی سے حضرت صدیقؓ کو نہیں بھیجا کرتے تھے۔ اور اس مال کو بسا اوقات اس طرح بھی خرچ کر لیا کرتے تھے جو حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے کے خلاف ہوتا تھا۔ لیکن خلیفہ اول چشم پوشی سے کام لیتے۔ لیکن حضرت عمر اپنے اصول کے مطابق اس کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

4۔ حضرت خالدؓ کے جھنڈے کے نیچے جہاد کرنے کا شوق عوام الناس کے اندر روز بروز بڑھ رہا تھا اور وہ یہ سمجھنے لگے تھے کہ یہ صرف حضرت خالدؓ ہی ہیں کہ جس طرف رخ کرتے ہیں کامیابی ان کے قدم چومتی ہے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عمرؓ کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں لوگوں میں خود اعتمادی کا جذبہ مفقود نہ ہو جائے۔ اس لیے آپ نے ان کو معزول کر دیا۔ تا کہ لوگ یہ سمجھ جائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد ہر حال میں کرے گا۔ قائد چاہے خالدؓ ہوں یا کوئی اور۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس بات کی تصریح بھی کر دی تھی اور مختلف شہروں کو لکھ

Marfat.com

کر بھیجا تھا کہ :۔

''میں نے خالدؓ کو ناراضگی یا بددیانتی کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ معزول کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ خالدؓ کی وجہ سے فتنے میں پڑنے لگے ہیں۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں لوگ صرف خالدؓ ہی پر اعتماد نہ کرنے لگ جائیں۔ اس لئے میں چاہتا تھا کہ لوگ جان جائیں کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ کرنے والا ہے''

معزولی کب ہوئی

مؤرخین کو اس میں اختلاف ہے کہ خالدؓ کو کب معزول کیا گیا؟ بعض تو کہتے ہیں کہ خالدؓ اس وقت معزول کر دیئے گئے جب مسلمان دمشق کے محاصرہ میں مصروف تھے اور بعض کہتے ہیں۔ کہ ان کو اس وقت معزول کیا گیا جب یرموک کی لڑائی ہو رہی تھی۔

جو مؤرخ یہ کہتے ہیں کہ ان کو دمشق کے محاصرے کے وقت معزول کیا گیا۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ دمشق کی لڑائی میں خالدؓ امیر تھے۔ اس لئے کہ صلح نامہ پر ان کے دستخط ہونا ثابت ہے۔ لیکن اگر یہ مان بھی لیا جائے تو بھی یہ کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ ان کی تجربہ کاری کو دیکھتے ہوئے لڑائی کے وقت فوج کی کمان ان کے ہاتھ میں دے دی گئی ہو۔ اور حقیقی امیر کوئی اور ہو۔ اور ان کو لڑائی کے وقت میں فوج کا کمانڈر مقرر کر دینے کی وجہ صلح نامہ پر ان کے دستخط ہو گئے ہوں۔ اس کے علاوہ مورخین کی اسی جماعت میں بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات سے چار دن پہلے دمشق کا محاصرہ کیا۔ حالانکہ یہ ایک نا قابل اعتماد روایت ہے۔ اور اسی جماعت میں سے خود بلاذری جب معزول ہونے کی روایت کو ذکر کرتا ہے تو وہ خود اس کو ایسے الفاظ سے ذکر کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود بالاذری کو بھی اس روایت پر اعتماد نہیں۔ پھر اسی جماعت میں ایسے مؤرخین بھی ہیں جو کبھی تو ایک بات ذکر کرتے ہیں۔ لیکن آگے جا کر کوئی اور ایسی بات کا ذکر کرتے ہیں جو پہلے کی منافی ہوتی ہے۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس جماعت کی رائے قابل اعتماد نہیں۔

دوسری جماعت جو اس بات کی قائل ہے کہ خالدؓ کو اس وقت معزول کیا گیا۔

Marfat.com

جب مسلمان یرموک کی لڑائی میں مصروف تھے ایسی ہے جن کی بات کو قابل اعتماد کہا جا سکتا ہے۔ ان کی بات کو قابلِ اعتماد سمجھنے کے وجوہات دو ہیں۔ پہلے تاریخی نصوص اور دوسرے تاریخی اعتبار سے عقلی دلائل:۔

1 تاریخی نصوص!

(ا) طبری مختلف روایات میں ذکر کرتا ہے۔ کہ مسلمان یاقوصہ میں مصروف پیکار تھے کہ ابو عبیدہؓ کو صدیق اکبرؓ کی وفات اور ان کو شام کی لڑائیوں کا امیر مقرر کئے جانے کی اطلاع دی گئی۔ مسلمانوں کے تمام سرداران لشکر کو ان کے ماتحت کر دیا گیا۔ اور حضرت خالدؓ کو معزول کر دیا گیا۔

(ب) ابن الاثیر یرموک کی لڑائی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ اسی وقت قاصد حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات اور ابو عبیدہ کے امیر مقرر کئے جانے کی اطلاع لے کر آیا۔

(ج) صاحب معجم البلدان یرموک کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ اس دن قاصد حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات اور ابو عبیدہ کے امیر مقرر کئے جانے کی اطلاع لے کر آیا۔

(د) صاحب سیرۃ حلبیہ لکھتا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسے وقت میں وفات پائی کہ مسلمان یرموک کی لڑائی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ تو آپ نے حضرت خالدؓ کو معزول کر دینے اور ابو عبیدہ الجراح کو سردار مقرر کئے جانے کی اطلاع ایک قاصد کے ذریعہ بھیجی۔

2۔ تاریخی اعتبار سے عقلی دلائل:۔

(ا) اکثر مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عمرؓ نے خلافت کے بعد جلد ہی حضرت خالدؓ کی معزولی کے احکام جاری کر دیئے۔ اور ان کی جگہ حضرت ابو عبیدہ کو امیر مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں سب سے پہلی لڑائی یرموک ہی کی لڑی گئی۔ اس لئے معلوم یہی ہوتا ہے کہ حضرت خالدؓ کی معزولی اسی لڑائی کے اثنا میں ہوئی۔

Marfat.com

(ب) یعقوبی لکھتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کی اطلاع اپنے غلام ''یرفاء'' کے ذریعے ابوعبیدہ کو دی۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کو لکھا کہ تمہیں خالدؓ کی جگہ شام کی لڑائیوں کا امیر مقرر کیا جاتا ہے۔ اور خالدؓ کو تمہاری جگہ تعینات کیا جاتا ہے اور یعقوبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ لڑائی جس کی تیاری حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں شروع ہوئی اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں وہ تکمیل کو پہنچی وہ یرموک کی لڑائی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خالدؓ کی معزولی بھی اسی لڑائی کے اثناء میں ہوئی۔

(ج) مؤرخ ابن الاثیر لکھتا ہے! ''حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے جو خط لکھا۔ وہ ابو عبیدہ کو لکھا جس میں خالدؓ کی معزولی کے احکام تھے۔ اور سب سے پہلی اہم بات جو حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں کی وہ حضرت خالدؓ کی معزولی تھی۔

(د) حضرت صدیق اکبرؓ کے اس خط کو دیکھتے ہوئے یہی کہنا پڑتا ہے کہ ان کی معزولی یرموک ہی میں ہوئی جس میں خلیفۂ اول خالدؓ کو لکھتے ہیں کہ کوچ کر دو۔ یہاں تک کہ تم یرموک میں مسلمانوں کی افواج سے مل جاؤ!'' اس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے حضرت عمرؓ کے عہد میں سب سے پہلی لڑائی جو لڑی گئی وہ یرموک کی لڑائی تھی۔ اور حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت پانے کے فوراً ہی بعد حضرت خالدؓ کی معزولی کے احکام صادر کئے جس سے معلوم ہوا کہ یرموک ہی میں حضرت خالدؓ کو معزول کر دیا گیا تھا۔

ہماری رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے خالدؓ کو کئی بار معزول کیا تھا۔ یرموک کے مقام پر حضرت خالدؓ کو مسلمان فوجوں کی عام قیادت سے معزول کر دیا گیا تھا۔ اور ان کو حضرت ابوعبیدہ کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔ اور ان کی جگہ ابوعبیدہ کو مسلمان فوجوں کا قائدِ اعظم اور امیر الامراء مقرر کر دیا گیا۔ قنسرین کے فتح ہو جانے کے بعد پہلے تو خالدؓ کو ابوعبیدہ کے ماتحت وہاں کا امیر مقرر کر دیا گیا لیکن بعد میں حضرت عمرؓ نے اس عہدہ سے بھی ان کو معزول کر دیا۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت عمرؓ شام سے جب واپس لوٹے تو ان ایام میں حضرت خالدؓ اور عیاض بن غنم جابیہ پر حملہ آور ہوئے۔ خالدؓ کی واپسی پر لوگوں کو معلوم ہوا کہ ان کے ہاتھ بہت زیادہ

Marfat.com

مال غنیمت لگا ہے۔ اور لوگ انعام واکرام حاصل کرنے کے لئے ان کی خدمت میں آئے ان میں اشعث بن قیس بھی تھے جو قنسرین کے مقام پر حضرت خالدؓ کے پاس آئے۔ خالدؓ نے ان کو دس ہزار انعام دیا حضرت عمر فاروقؓ سے خالدؓ کی کوئی بات پوشیدہ نہیں تھی۔ ان کو عراق سے اطلاع دی گئی کہ کون کون ایسے ہیں جو خلافت کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے اور اسی طرح شام سے ان کو تمام ان لوگوں کی اطلاع ملی جن کو انعامات سے نوازا گیا تھا۔

ان اطلاعات کے ملنے پر انہوں نے ایک قاصد کو حضرت ابوعبیدہ کے پاس بھیجا اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ خالدؓ کو راہِ راست پر لائے ان کو اپنے عمامہ سے باندھ دے اور ان کے سر سے ٹوپی اتار دے اور ان کو اس وقت تک اسی حالت میں رکھے جب تک وہ یہ نہ بتلائے کہ اشعث کو جو انعام دیا گیا وہ کہاں سے دیا گیا۔ اگر وہ کہدے کہ جابیہ سے جو مال ان کے ہاتھ لگا تھا اسی میں سے یہ انعام دیا گیا ہے تو یہ خیانت ہے۔ اس لئے کہ وہ مال بیت المال کی ملکیت تھا اور اگر وہ یہ کہہ دیں کہ انہوں نے اپنی ذاتی ملکیت سے یہ انعام دیا ہے تو پھر وہ مسرف اور فضول خرچ ہیں اور ان دونوں صورتوں میں وہ اس قابل نہیں کہ ان کو کسی اہم عہدہ پر رکھا جائے اس وجہ سے ان کو معزول کر دیا جائے۔

حضرت ابوعبیدہ نے حضرت فاروق اعظمؓ کے احکام کے مطابق عمل کیا لیکن آپ نے خالدؓ کو ان کی معزولی کی اطلاع نہیں دی۔ اس لئے خالدؓ معزولی کے احکام سے ناواقف رہے۔ اور جب حضرت عمرؓ کے دربار میں حاضر ہونے میں ان کی طرف سے تاخیر ہوئی تو حضرت عمرؓ کو بدگمانی پیدا ہونے لگی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو مدینہ منورہ آنے کے لئے لکھا۔ خالدؓ کو جب یہ اطلاع ملی تو وہ ابوعبیدہؓ کے پاس آئے اور ان کو حالات سے آگاہ کیا۔ ابوعبیدہ نے ان سے کہا! ”مجھے معلوم تھا کہ اس خبر سے آپ کو تکلیف ہوگی اس وجہ سے جب تک مجھ سے ہوسکا میں نے آپ سے یہ خبر پوشیدہ رکھی“ حضرت خالدؓ قنسرین گئے اور وہاں اپنے عملہ کے سامنے ایک تقریر کی اور ان سے رخصت ہوئے۔ پھر حمص آئے وہاں پر بھی اپنے عملہ کے سامنے تقریر کی اور ان سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کے طور پر ان سے کہنے لگے!“

Marfat.com

میں عام مسلمانوں سے آپ کی شکایت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! عمرؓ! میرے معاملہ میں تم انصاف سے کام نہیں لیتے۔'' حضرت عمرؓ فرمانے لگے۔

''اتنی دولت تمہارے پاس کہاں سے آئی'' خالدؓ نے جواب دیا'' یہ غنیمت کے اموال میں سے ہے۔ اور ساٹھ ہزار سے جو بھی زائد ہو وہ آپ لے لیں'' حضرت عمرؓ نے جب حساب لگایا تو 20 ہزار زائد نکلے۔ آپ نے وہ رقم بیت المال میں جمع کرادی اور پھر فرمایا ''خالدؓ! اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے دل میں تمہاری قدر و منزلت اور تمہاری محبت کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ آج کے بعد تم کسی بات پر مجھ سے ناراض نہیں ہو گے''۔ حضرت عمرؓ نے عام شہروں کو اطلاع نامہ بھیجا۔ ''میں نے خالدؓ کو ناراضگی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا۔ لیکن لوگ ان کی ذات کی وجہ سے ایک فتنہ میں مبتلا ہونے لگے تھے۔

حضرت عمرؓ کے دل پر معزولی کا اثر

حضرت عمرؓ نے چاہے جس وجہ سے بھی خالدؓ کو معزول کیا ہو۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ اطمینان تھا کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ ایسا کام ہے جو ان کے یقین کے مطابق ہے۔ جس سے ان کا اللہ ان سے راضی ہوگا۔ اور جو مسلمانوں کے مصالح کے عین مطابق ہے۔ جس سے ان کا یہ بھی خیال تھا کہ خالدؓ کو معزول کرنا ان پر شدت اور سختی کرنا اور ان کے مال کو تقسیم کر دینا خود حضرت خالدؓ کے لئے بہتر ہے اس سے ان کی طبیعت میں درستی پیدا ہوگی۔

حضرت خالدؓ پر معزولی کا اثر

معزولی کے احکام نے حضرت خالدؓ کے عزم و ثبات کو بالکل متزلزل نہیں کیا۔ دین کی مدد کے لئے وہ اسی طرح کمر بستہ رہے مشرکین کو ذلیل کرنے میں وہ اسی طرح مصروف عمل رہے وہ اس کے بعد بھی اسی طرح کوشش میں لگے رہے کہ اسلام اور اہل اسلام کو غلبہ حاصل ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے اپنے نفس میں کوئی خباثت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ نہ ہی ان کے دل میں حضرت عمرؓ کے خلاف کوئی غم و غصہ کی لہر پیدا ہوئی تھی۔ عین لڑائی کے

Marfat.com

وقت بھی جب ان کو معزولی کی اطلاع ملی تو اس خبر نے ان کے دل پر اتنا بھی اثر نہیں کیا کہ وہ دشمنوں کے قتل سے ہاتھ روک لیں۔ یا اپنے آپ کو موت کے ہاتھوں میں ڈال دیں۔ معزول ہونے کے بعد انہوں نے جو کارنامے دکھائے وہ تو اس بات کی کھلی دلیل ہیں ہی کہ معزولی کی وجہ سے انہوں نے اپنے فرائض سرانجام دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ لیکن اس سے بھی بہتر دلیل خود حضرت عمرؓ کا قول ہے۔ آپ فرماتے تھے "خالدؓ نے اپنے نفس پر حکومت کی"۔

اس چھوٹے سے جملے میں حضرت عمرؓ نے خالدؓ کی جو تعریف کی ہے اس سے زیادہ اور کیا تعریف ہو سکتی ہے؟۔

اُمراء کے دلوں پر معزولی کا اثر

اُمراء اور فوجی سرداروں کے دلوں میں معزولی کی وجہ سے حضرت خالدؓ کی وقعت بالکل کم نہیں ہوئی۔ بلکہ معزول ہو جانے کے بعد بھی ان کی قدر و منزلت وہی رہی جو معزول ہونے سے پہلے تھی۔ جب بھی کوئی سخت موقع پیش آتا۔ کسی طاقت ور دشمن کا مقابلہ ہوتا۔ اس موقع پر اکثر خالدؓ ہی میدان میں نکلتے تھے اور تمام اُمراء ان کی رائے معلوم کرنے کی خاطر ان کے گرد جمع ہو جاتے۔ غرض یہ کہ اگرچہ خلیفہ کی جانب سے ظاہری طور پر امیر الامراء نہیں رہے۔ لیکن دلوں میں جو ان کی وقعت تھی۔ اس کی وجہ سے وہ آخر دم تک امیر ہی رہے۔

فوج کے دل پر معزولی کا اثر

عام فوجیوں کی تو ہمیشہ یہی خواہش رہتی تھی کہ وہ خالدؓ کے جھنڈے تلے لڑیں۔ عام فوجی ____ چاہے وہ پہلے ان کی قیادت میں لڑتے رہے ہوں یا نہیں ____ اس بات کی کوشش میں لگے رہتے تھے کہ خالدؓ کے احکام کی تعمیل میں وہ سب سے مقدم رہیں۔ اور ہر ایک یہ چاہتا کہ ان کے سامنے دشمن سے لڑنے کا موقع اسے مل جائے۔ ان میں سے ہر ایک کو یہی لالچ تھا کہ وہ خالدؓ کے دستہ میں شامل ہو، تا کہ ان کی تجربہ کاری اور حسن تدبیر کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر سکے اور دیکھ سکے کہ وہ ___ کون سے طریقے ہیں۔ جن کو

Marfat.com

اختیار کرنے کے بعد انسان دوسرے پر فتح وغلبہ حاصل کرسکتا ہے۔

کبار صحابہؓ کے دلوں میں معزولی کا اثر

اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ صحابہ کرامؓ میں سے اکثر کی خواہش یہی تھی کہ خالدؓ بحالہ امیر رہیں۔ ان کی تمنا یہ تھی کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی طرح حضرت عمرؓ بھی حضرت خالدؓ سے اچھے تعلقات قائم رکھیں۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ خالدؓ اور ان کے عزم صمیم کو اچھی طرح جانتے تھے۔ ان کو اس کا بھی علم تھا کہ خالدؓ کی حربی سیاست کتنی کامیاب رہی ہے۔

بغض کا انجام

اس بغض میں چونکہ جانبین سے کوئی ذاتی غرض کارفرما نہیں تھی۔ اس وجہ سے یہ بغض دونوں جانب سے محبت اور اخلاص اور جانبین کی رضامندی پر منتج ہوا۔ ہر ایک نے یہ اعتراف کرلیا کہ اس کے ساتھی حق پر تھے۔ یہی اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اس بغض میں دنیوی یا ذاتی اغراض کا شائبہ تک نہ تھا۔ بلکہ اس کا سبب صرف عام مسلمان کی مصلحت اور دین کی ترقی تھی حضرت عمرؓ اپنے کیے پر آخر میں نادم ہوئے۔ چنانچہ جب حضرت خالدؓ وفات پاچکے اور حضرت عمرؓ کو ان کے اثاثہ میں صرف ایک گھوڑا۔ جنگ کے ہتھیار اور ایک غلام ملا تو فرمانے لگے "اللہ تعالیٰ ابوسلیمان پر رحم کرے۔ اگرچہ ہمیں ان پر اور بدگمانی تھی۔"

اس سے بڑھ کر یہ کہ جب حضرت عمر فاروقؓ زخمی ہوئے۔ اور زخم کو دیکھتے ہوئے یقین ہوگیا کہ وہ وفات پانے والے ہیں تو کسی نے ان سے وصیت کرنے کی درخواست کی۔ حضرت فرمانے لگے "...... کاش! خالدؓ بن الولید زندہ ہوتے۔ میں ان کو خلیفہ بناتا اور پھر اپنے اللہ تعالیٰ کے پاس جاتا۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھتے کہ محمد ﷺ کی امت پر کس کو خلیفہ مقرر کرکے آئے ہو تو میں جواب میں عرض کرتا کہ میں نے تیرے بندے اور تیرے دوست سے سُنا تھا وہ کہا کرتے تھے" خالدؓ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جو مشرکین

Marfat.com

کے مقابلے کے لئے نیام سے باہر نکالی گئی ہے''۔غور کیجئے۔آخری وقت میں حضرت عمرؓ اس بات کی تمنا کرتے ہیں کہ کاش حضرت خالدؓ زندہ ہوتے تو وہ ان کو اپنا جانشین مقرر کرتے۔ اور اس طرح وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اتنا کر کے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کے قابل ہو سکوں گا۔

یہ حضرت عمرؓ ہی تھے کہ جب ان کو خالدؓ کی وفات کی اطلاع ملی تو فرمانے لگے!'' اسلام میں ایک ایسی کمی پیدا ہوگئی جس کی تلافی نہیں کی جاسکتی''۔یہ حضرت عمرؓ ہی تھے جو ان کی وفات کی خبر سن کر انتہائی غمگین ہوئے۔اور فرمانے لگے۔اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ دشمن کے جان لیوا تھے اور اچھی قسمت کے مالک تھے۔''حضرت عمرؓ نے ایک بار آپ کی درازی عمر کی تمنا کرتے ہوئے فرمایا''۔کاش وہ اتنی دیر تک زندہ رہیں۔جتنی دیر حمص کی زمین میں پتھر موجود ہوں''(حمص کی سرزمین پتھریلی ہے گویا دعا ہے کہ ہمیشہ زندہ رہیں) آخر میں ایک واقعہ ذکر کر دینے کے قابل ہے۔ایک بار عرب کا مشہور شاعر ہشام بن اتجری بنو مخزوم کے کچھ لوگوں کی معیت میں آپ کے پاس آیا ____ آپ نے ہشام سے کہا''حضرت خالدؓ کے متعلق اپنے اشعار سنادو''۔ہشام نے اشعار سنائے تو حضرت عمرؓ نے دیکھا کے باوجود ایک بہترین شاعر ہونے کے ہشام خالدؓ کا حق ادا نہیں کر سکے۔آپ نے ہشام سے کہا:۔

''تم نے ابو سلیمانؓ کی تعریف ادا کرنے میں کوتاہی کی ہے۔وہ تو شرک کو ذلیل کرنے کے خواہشمند تھے اور ان کی مصیبت پر خوش ہونے والا انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لینے والا ہے''۔پھر آپ نے بنو تمیم کے ایک شاعر کے چند اشعار پڑھے اور پھر کہنے لگے: اللہ تعالیٰ ابو سفیان پر رحم کرے اس کے لئے تو وہ کچھ بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لئے ہے۔

یہ تمام مثالیں صرف اسی غرض سے دی گئیں کہ معلوم ہو جائے کے معزول کرنے کے باوجود بھی حضرت عمرؓ کے دل میں خالدؓ کی کتنی وقعت تھی۔اور پھر یہ نہیں کہ صرف عمرؓ اپنے کیے پر نادم ہوئے ہوں۔آپ نے خالدؓ کی فضیلت کا اعتراف کیا ہو۔اور حضرت خالدؓ خاموش رہے ہوں۔بلکہ اس کے مقابلے میں حضرت خالدؓ نے بھی اس کا اعتراف کر لیا تھا

کہ حضرت عمرؓ نے ان سے جو کچھ کیا وہ خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور عام مسلمانوں کی مصلحت کے پیش نظر رکھتے ہوئے کیا۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے۔ کہ حضرت خالدؓ بیمار تھے۔ ابوالدرداء ان کی بیمار پرسی کے لئے ان کے پاس گئے۔ خالدؓ ابوالدرداء کو مخاطب کر کے کہنے لگے! ''ابوالدرداء! اللہ تعالیٰ کی قسم اگر عمر وفات پا گئے تو تم ایسے کام دیکھو گے جن کو تم اس وقت بُرا سمجھتے ہو''۔ ابولدرداء نے کہا! ''کہ میرا بھی یہی خیال ہے''۔ کہ ان کی وجہ سے مجھے ان پر غصہ آرہا تھا۔ لیکن غور کرنے پر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں سچی بات ڈال دی اور میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے جو کچھ کیا ان کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنی تھی۔ مجھے ان پر اس وقت غصہ آیا تھا۔ جب ان کا قاصد میرے پاس آیا اور میری تمام چیزوں کو میرے سامنے تقسیم کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک جوتا وہ اٹھا کر لے گئے اور ایک میرے پاس چھوڑ دیا گیا۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ بالکل اسی طرح کا معاملہ میرے علاوہ اوروں سے بھی کیا گیا۔ اور ایسے صحابہؓ کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ جن کو اسلام لانے میں سبقت لیجانے کی فضیلت حاصل تھی اور جو جنگ بدر میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ شریک رہے تھے۔ ان باتوں کے ساتھ یہ بھی تھا کہ وہ میرے ساتھ سختی سے پیش آیا کرتے تھے۔ پھر میں نے دیکھا کہ ان تمام باتوں میں انہوں نے کبھی اپنے کسی قریبی رشتہ دار کا بھی خیال نہیں کیا۔ اور نہ ہی انہوں نے کبھی اس کی پرواہ کی کہ لوگ بُرا بھلا کہیں گے۔ ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد میرا سارا غصہ جاتا رہا۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ حقیقت یہ تھی کہ میں لڑائی کے میدان میں ہوا کرتا تھا۔ اور وہاں مجھے مختلف حالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ میں ان حالات کے مطابق لوگوں کو انعامات اکرامات سے نوازا تا تھا حضرت فاروقؓ ان انعامات کو فضول خرچی پر محمول کرنے لگے۔

حضرت خالدؓ نے یہاں نہ صرف اس کا اعتراف کرلیا کہ حضرت عمرؓ نے جو کچھ کیا ان کو بھی کرنا چاہیے تھا۔ اور یہ کہ حضرت خالدؓ نے اپنے آخری ایام میں گذشتہ باتوں کو کیوں بھلادیا۔ بلکہ آپ نے اس کا بھی اعتراف کرلیا۔ کہ حضرت عمرؓ وہ انسان تھے کہ انہوں نے

قرابت اور رشتہ داری کی وجہ سے کسی کو ترجیح نہیں دی اور نہ حق کی راہ میں کسی کی رنجش اور ناراضگی کو درخور اعتنا سمجھا۔ اور بتلا دیا کہ وہ اسلام کے بہترین مددگار تھے۔

حضرت خالدؓ کی رضامندی اور حضرت عمرؓ کے متعلق ان کا یہ اعتراف کہ وہ حق ہی کے پیرو اور عدل و انصاف کی راہ پر قدم رکھنے والے انسان ہیں کے متعلق سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت خالدؓ وفات پانے لگے تو ان کی وصیت یہ تھی کہ میں اپنے ترکے اور اپنے امور کا والی عمرؓ بن الخطاب کو مقرر کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! ان دونوں شخصیتوں کی آپس کی رضامندی اور ایک دوسرے کی قدر و منزلت کا احساس انصاف اور حق و عدالت سے محبت کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ یہ مسلمانوں کے لئے ایک نشان راہ ہے اور یہی وہ اخلاق تھے جن کی بناء پر رسول کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ انسانیت کے بلندترین مقام تک پہنچ چکے تھے۔

حضرت خالدؓ کے اعمال۔ انکی فتوحات اور ان کے عسکری حالات کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دینی پہلو کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ ذکر کرلیا جائے۔

Marfat.com

حضرت خالدؓ کا دینی پہلو

حضرت خالدؓ اسلام لانے کے بعد سے زندگی کے آخری لمحہ تک اس بات کی کوشش میں لگے رہے کہ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے اور شرک اور اہل شرک ذلت کے گڑھے میں پہنچ جائیں۔ انہوں نے اپنا مال اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دی تھی۔ ان کو ہر وقت دین کی عزت اور مسلمانوں کی نصرت ہی کی فکر لگی رہتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ دینی مسائل کو سیکھنے اور حلال و حرام کے درمیان امتیاز کرنے کی کوشش میں بھی لگے رہتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت خالدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خالدؓ ایک بار رسول کریم ﷺ کی معیت میں حضرت میمونہؓ کے ہاں گئے۔ وہاں پر بھنا ہوا گھوہ کا گوشت آپ کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا رسول کریم ﷺ چاہتے تھے کہ اس میں سے کچھ تناول فرمائیں حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! یہ گھوہ ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے۔ حضرت خالدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ ﷺ کیا یہ حرام ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ حرام تو نہیں لیکن یہ ہمارے ہاں نہیں ہوا کرتا تھا۔ اس لئے مجھے اس سے کچھ نفرت سی ہے۔ حضرت خالدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے ٹکڑے کر دئے اور میں نے وہ گوشت کھا لیا۔ اور رسول کریم ﷺ دیکھ رہے تھے۔

لیکن اتنی احتیاط کے باوجود چونکہ وہ دیر سے اسلام لائے تھے۔ اور پھر اسلام لانے کے بعد سے ایک طویل مدت تک متواتر جہاد کے میدانوں میں رہے اس وجہ سے ان کو اس کا موقع بہت ہی کم ملا کہ وہ دینی مسائل کی طرف پوری توجہ دے سکیں۔ یا احادیث نبوی اور قرآن کریم کو حفظ کر سکیں۔ ابن عساکر سے روایت ہے! حضرت خالدؓ ایک مرتبہ حیرہ میں لوگوں کو نماز پڑھانے لگے تو کئی سورتوں سے مختلف آیتیں پڑھیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''جہاد نے مجھے اس بات میں فرصت نہیں دی

Marfat.com

کہ میں قرآن کریم حفظ کرلوں۔" ابن حجر اپنی کتاب الاصابہ میں کہتے ہیں کہ حضرت خالدؓ کا مقولہ تھا! جہاد کی وجہ سے میں قرآن کریم کا اکثر حصّہ یاد کرنے سے قاصر رہا۔"

لیکن متواتر لڑائیوں کے باوجود بھی حدیث شریف کی روایت سے وہ بالکل رکے نہیں تھے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ ان سے اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں ایک حدیث ہے جو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کی ہے اور ایک صرف بخاری میں ہے۔ ابن حجر اپنی کتابوں ____ اصابہ اور تہذیب التہذیب ____ میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس۔ جابر بن عبداللہ مقدام بن معدیکرب۔ قیس بن ابی حازم۔ اشتر نخعی۔ علقمہ ابن قیس جبیر اور ابو العالیہ جیسے بڑے بڑے صحابہؓ ان سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ علوم دینیہ میں ان کی سمجھ کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت خالدؓ حمام میں گئے۔ تو وہاں انہوں نے کوئی ایسی چیز بدن پر مل لی جو شراب میں گوندی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے ان کو لکھا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے شراب کو بدن پر مل لیا ہے۔ حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح ظاہری اور باطنی ہر دو قسم گناہوں سے منع کیا ہے اسی طرح اس نے شراب کے استعمال سے منع کیا۔ چاہے وہ ظاہری طور پر ہو یا باطن ہو جیسے اس کا پینا منع ہے اسی طرح اس کو بدن پر لگانے سے بھی اجتناب کرو۔ شراب ناپاک ہے۔ اگر اب تک ایسا کرتے رہے ہو تو آئندہ احتیاط برتو۔" حضرت خالدؓ نے اس کے جواب میں ان کو لکھا۔" ہم نے شراب کی اصیلت کو ختم کر دیا تھا وہ شراب نہیں بلکہ مائع چیز باقی رہ گئی ہے"۔

حضرت عمرؓ کی بات کا جواب دینا اور شراب میں فرق بتلانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ دینی مسائل میں بھی ایک خاص نظر کے حامل تھے اگرچہ اس سلسلے میں وہ ابن عباس یا ابن عمرؓ کے مقام تک نہیں پہنچ سکے تھے۔ ان کے صاحب فقہ ونظر ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ رسول ﷺ نے ان کو نجران میں بنو حارث بن کعب کے قبیلے میں بھیجا کہ ان کو اسلام کی دعوت دیں اور ان کے مسلمان ہونے کے بعد وہاں رہ کر ان کو شرائع اسلام سکھائیں۔ اور ان کو دینی مسائل کی تعلیم دیں۔ اور یہ تو ناممکن ہے کہ رسول کریم ﷺ لوگوں

Marfat.com

کی تعلیم اور اپنی نیابت کے لئے کسی آدمی کو بھیج دیں جو اس اہم خدمت کے قابل نہ ہو۔

اخلاق وعادات۔

حضرت خالدؓ کے متعلق بڑی بڑی ہستیوں کے اقوال منقول ہیں۔ان میں سے بعض تو وہ ہیں جنہوں نے خود حضرت خالدؓ کو دیکھا اور بعض وہ ہیں جنہوں نے ان کو دیکھا تو نہیں ان تک ان کے واقعات پہنچے ان کے اقوال حضرت خالدؓ کے اخلاق وعادات پر روشنی ڈالنے کا ایک اہم ذریعہ ہیں جن سے ہم ان کی حقیقت تک بہ آسانی رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔اس لئے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو ان کے ہم عصر ہیں۔اور وہ جو کچھ ان کے بارے میں کہتے ہیں وہ اپنے علم کی بنا پر کہتے ہیں۔۔

رسول کریم ﷺ ان کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

''لاتوذوا خالدؓ افانہ سیف من سیوف اللّٰہ صبہ اللّٰہ علی الکفار''

خالدؓ کو تکلیف نہ دو اس لئے کہ وہ، اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار کے مقابلے میں بے نیام کر دیا۔''

آپ ﷺ ہی کا ایک ارشاد ہے:۔

''نعم عبداللّٰہ و اخوالعشیرۃ ومن سیوف اللّٰہ سلہ اللّٰہ علی الکفار و المنافقین''۔

(خالدؓ) اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ قبیلہ کا اچھا بھائی اور اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔جس کو اللہ تعالیٰ نے کفار اور منافقین کے مقابلے میں بے نیام کر دیا ہے۔''

حضرت صدیق اکبرؓ کو جب اطلاع ملی کہ خالدؓ نے الیس اور امغیشیا میں رومیوں کی کیا گت بنائی۔تو آپ نے فرمایا!''قبیلہ قریش! تمہارے شیر نے شیروں پر حملہ کیا تو ان کو مغلوب کر دیا۔عورتیں اب عاجز ہیں کہ خالدؓ جیسے بہادر جنیں''۔جب حضرت عمرؓ نے حضرت صدیقؓ کے سامنے اصرار کیا کہ خالدؓ کو معزول کر دیا جائے تو آپ نے فرمایا!''میں ایسی تلوار کو نیام میں بند نہیں کروں گا۔جس کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے مقابلے کے لئے بے نیام

Marfat.com

کر دیا ہو۔"

خالدؓ نے جب قنسرین کو فتح کر لیا۔ اور اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو ملی تو آپ نے فرمایا! "خالدؓ نے اپنے نفس کو مطیع کر لیا۔ حضرت صدیقؓ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس واقع ہوئے تھے۔"

حضرت عمرؓ کو جب خالدؓ کی وفات کی اطلاع ملی تو آپ فرمانے لگے:۔ "اسلام کو ایک ایسا نقصان پہنچا جس کی تلافی مشکل ہے۔" اور اسی وقت آپ نے یہ بھی فرمایا! "اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ دشمنوں کی گھگی بند کرنے والے اور خوش قسمت تھے۔"

حضرت صدیق نے جب خالدؓ کے متعلق حضرت عمرو بن العاصؓ کی رائے دریافت کی تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا!" وہ لڑائی پر حکومت کرتا ہے موت اس کی مددگار ہے۔ وہ بہت زیادہ صابر ہے اور شیر کی طرح حملہ کرنے والا ہے"۔

دولہ بادشاہ اکیدر کا مقولہ تھا! "ان سے زیادہ خوش قسمت کوئی نہیں۔ اور نہ لڑائی میں اس جتنا کوئی تجربہ کار ہے۔ خالدؓ کی توجہ جس قوم کی طرف ہو جائے وہ تعداد میں کم ہو یا زیادہ لیکن اس قوم کی شکست یقینی ہے۔"

خالدؓ خود اپنے متعلق کہتا ہے! "لیکن جس دن اسلام لایا تو اس دن سے آنحضرت ﷺ نے کسی صحابیؓ کو لڑائی کے میدان میں بھیجتے وقت مجھ پر ترجیح نہیں دی"۔

ان اقوال کی روشنی میں اب ہم آپ کے اخلاق و عادات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

جنگی سیاست اور جنگی فنون کی آزمودہ کاری

وہ ایک تجربہ کار قائد تھے جو اصول جنگ اور اس کے طریقوں سے کما حقہٗ واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ کونسا مقام پیش قدمی کا کونسا واپسی کا۔ وہ ایک اچھے سپاہی کی تمام صفات کے حاملِ تھے۔ لڑائی کے وقت وہ بوڑھوں جیسی فہم وفراست نوجوانوں کی طرح شجاعت اور شیر کی طرح حملہ آور ہونے سے کام لیا کرتے تھے جب تک ان کو اس بات کا یقین نہ ہو جاتا کہ اب یہ مقام کافی حد مضبوط ہو چکا ہے۔ وہاں وہ ایسے لوگوں کو چھوڑتے جن پر ان کو اعتماد ہوتا۔ وہ لڑائی کے میدان میں شہید ہونے کے دلدادہ تھے۔ لڑائی کے وقت

Marfat.com

سونا ان کی عادت سے خارج تھا۔اور نہ وہ کسی کو سونے دیتے تھے۔دشمن کی کوئی بھی بات ان سے پوشیدہ نہیں رہا کرتی تھی۔وہ جس دشمن کے مقابلے پر بھی گئے کامیاب ہو کر ہی واپس لوٹے۔

فوج کے ساتھ ان کا رویہ

حضرت خالدؓ کو فوج سے انتہائی محبت تھی وہ اپنی طرح ان کا خیال رکھتے تھے۔ان میں سے ہر ایک کے حقوق سے وہ آگاہ تھے۔اور ہر ایک کو اپنی اپنی قدر و منزلت کے مطابق درجہ دیا کرتے تھے۔وہ اپنی فوج کو اسی طرف لیجایا کرتے جہاں ان کی کامیابی یقینی ہوا کرتی تھی۔ وہ اپنی فوج کو ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دینے کے قائل نہیں تھے۔فوجیوں کو مال غنیمت میں سے حصہ دینے اور ان کو عطایا بخشنے میں بہت ہی سخاوت سے کام لیا کرتے تھے وہ ہر وقت مختلف طریقوں سے اپنی فوج کے دل میں جرأت پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔کبھی تو خود دشمن کے مقابلہ میں نکل کر اپنی فوج کے سامنے بہادری کی ایک زندہ مثال قائم کر دیا کرتے تھے۔اور کبھی صفوں میں پھر کر ان کو بہادری اور شجاعت کے کارنامے دکھانے پر اُبھارا کرتے تھے وہ فرماتے تھے مسلمانو! ثابت قدمی عزت کا پیش خیمہ اور بزدلی ذلت کی نشانی ہے۔اللہ تعالیٰ کی مدد ثابت قدم رہنے والوں ہی کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔"

ان کی ان ہی صفات اور اپنی فوج کے ساتھ ان کی خوش معاملگی کی وجہ سے ایک ایک سپاہی ان پر اپنی جان چھڑ کتا تھا۔سب کو ان کی تجربہ کاری پر اتنا بھروسہ اور اعتماد تھا کہ جب وہ شام کی طرف جانے لگے تو انہوں نے اپنی فوج کے سامنے تقریر کی۔حالات ایسے تھے کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ شام کی سرزمین میں قدم رکھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔لیکن باوجود اس کے ان کی فوج نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔"تم ایسے آدمی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بھلائیاں تمہارے لیے جمع کر رکھی ہیں اس لیے تم جانو اور تمہارا کام ہم ہر حالت میں آپ کے ساتھ ہیں۔"

خالدؓ کی فتوحات میں ان کی فوج کے اس اعتقاد۔ان کی اطاعت گذاری اور ان

Marfat.com

کے ایثار کا سب سے بڑا ہاتھ تھا۔ اور یہی وہ اسباب تھے جن کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا۔

اسلام لانے میں سبقت لیجانے والوں اور دیگر اہل فضیلت صحابہؓ کو وہ بہت ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ ان کا ایمان تھا کہ صرف انہیں ہستیوں کے طفیل اللہ تعالیٰ میری مدد کرتا ہے۔ چنانچہ غزوہ موتہ میں جب غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے ایک صحابیؓ نے علم ان کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا: ''لو یہ علم سنبھال لو۔ اس لیے کہ لڑائی میں تم مجھ سے زیادہ مستحق ہو۔ اس لیے کہ تم جنگ بدر میں شریک ہوئے۔'' اور اسی طرح جب آپ شام کی طرف جانے لگے تو آپ نے اپنی فوج میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیجانے کو ترجیح دی۔

جہاد سے ان کی محبت.....

ہم دیکھتے ہیں کہ جس دن سے آپ مسلمان ہوئے ہیں اسی دن سے آپ نے اپنا مال اپنی جان اور اپنا آرام اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ جہاد ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ دنیا میں ان کا سب سے بڑا کام صرف یہ تھا کہ وہ ہر وقت دشمن سے لڑتے رہا کریں۔ آپ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک بار فرمایا۔ ''مجھے اس رات سے زیادہ کوئی رات پسند نہیں جس رات کو میں مہاجرین کی جماعت کے ساتھ دشمن کی تاک میں رہوں۔ اس لیے تمہیں بھی چاہیے کہ جہاد کیا کرو۔'' ایسے مجاہد کی قدرتی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اس کی موت تلوار کی چمک اور نیزوں کی جھنکار میں واقع ہو۔ جب ان کو یقین آ گیا کہ ان کی جان بستر پر نکل رہی ہے۔ تو وہ حد سے زیادہ غمگین ہوئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور شہادت کے اعلیٰ درجات کے حاصل نہ ہونے پر افسوس کرتے ہوئے فرمایا: ''میں سو کے لگ بھگ لڑائیوں میں شریک ہوا۔ میرے بدن میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نظر نہیں آئے گی جہاں تلوار کا زخم یا تیر اور نیزے کا نشان نہ ہو۔ لیکن یہ دیکھئے میری جان بستر پر پڑے پڑے ایسے نکل رہی ہے جیسے اونٹ مرا کرتا ہے۔ بزدلوں کو کبھی آرام نصیب نہ ہو۔''

Marfat.com

خاندان........

حضرت خالدؓ کی کئی بیویاں تھیں اور ہر ایک بیوی سے اولاد ہوئی۔ ان کے لڑکوں کے نام یہ ہیں:۔

1۔ سلیمان جن کے نام پر ان کی کنیت ابو سلیمان مشہور ہے۔ 2۔ عبداللہ جو عراق میں شہید ہوئے 3۔ عبدالرحمٰن 4۔ مہاجر۔ یہ دونوں نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں بچے تھے۔ جب حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلاف پیدا ہوا تو عبدالرحمان معاویہ سے مل گئے۔ اور مہاجر حضرت علیؑ کی جماعت میں شریک ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ مہاجر صفینکی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔

عبدالرحمٰن عرب کے مشہور شہسواروں میں سے تھے وہ شجاعت غنا اور سخاوت میں اپنے والد کی طرح تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ حمص کے گورنر تھے۔ آپ کی شہرت اور عظمت اور آپ سے لوگوں کی محبت اس درجہ کو پہنچ گئی تھی کہ جب حضرت معاویہ نے چاہا کہ لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لیں تو انہوں نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ ''میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میری موت قریب ہے اس لیے میں چاہتا ہوں۔ کہ کسی ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کر دیا جائے جن پر تم سب کو اتفاق ہو۔ میں تمہاری طرح ہی ایک فرد کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اس لیے تم ہی بتا دو کہ کس کو خلیفہ مقرر کیا جائے۔''

''لوگوں نے فوراً کہا! ''ہمیں عبدالرحمٰن بن خالدؓ پسند ہے۔'' حضرت معاویہ کو یہ بہت برا لگا۔ اور ان کو مار دینے کی تدبیر کرنے لگا۔ چنانچہ ایک یہودی طبیب کو ان کے پاس بھیجا گیا۔ یہودی نے انہیں کسی طریقہ سے ایسی چیز پلا دی جس سے وہ مر گئے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے یا ان کے بھتیجے خالدؓ نے اس یہودی سے ان کا قصاص لیا۔

ان کے علاوہ حضرت خالدؓ کے اور بھی لڑکے تھے۔ چنانچہ ابن قتیبہ کتاب المعارف میں لکھتے ہیں! ''شام میں حضرت خالدؓ کے بہت سے لڑکے تھے چنانچہ ان میں چالیس تو طاعون کی بیماری سے وفات پا گئے۔''

لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ ان کے لڑکوں میں سے کوئی بھی زندہ نہ رہا اور

Marfat.com

ان کا مکان ان کے دور کے چچازاد بھائی ایوب کو ورثہ میں ملا۔ صاحب نہایۃ الارب لکھتا ہے! "خالدؓ بن الولید کی اولاد ایسی ختم ہوگئی کہ مشرق و مغرب میں ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔ جو شخص اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرے گا وہ جھوٹا ہوگا۔" صاحب صبح الاعش لکھتا ہے! "اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ ان کا نسب ختم ہوگیا ہے۔"

وفات......

حضرت خالدؓ کے سال وفات اور ان کے وفات کے مقام دونوں میں مورخین کا اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض روایات درج ذیل ہیں:۔

1۔ طبری، واقدی سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ آپ 21 ہجری میں حمص میں وفات پا گئے۔

2۔ ابن عساکر کہتا ہے! "ان کی قبر حمص میں ہے۔ جنہوں نے ان کو غسل دیا اور ان کے جنازے میں شریک ہوئے انہیں لوگوں نے مجھے اس کی خبر دی ہے۔"

3۔ ابن عساکر ہی لکھتا ہے! "خالدؓ حمص کی سرحد میں اترے۔ وہاں پر انہوں نے دشمن کے گھوڑے اور اسلحہ چھین لیے اور آخر وقت تک وہیں قیام کیا۔

4۔ ابن عساکر دوسری جگہ لکھتا ہے! "جب حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کیا تو وہ حج کی ادئیگی کے لیے آئے، مدینہ سے ہوکر گذرے اور حضرت عمرؓ سے ملاقات کرنے کے بعد شام گئے۔ اور حمص میں قیام کیا۔ اور آخر دم تک وہیں رہے۔ یہاں تک کہ 21 ہجری میں وفات پائی۔

5۔ اسد الغابہ میں روایت ہے! "حمص میں وفات پائی اور بعض کہتے ہیں مدینہ منورہ میں 21 ہجری میں فوت ہوئے۔"

6۔ ابن حجر تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں! "محمد بن سعد۔ ابن منیر اور دیگر بہت سے مؤرخین کا قول ہے کہ آپ نے 21 ہجری میں حمص میں وفات پائی۔ وحیم اور کچھ دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ سن وفات 22 ہجری تھا۔

7۔ ابن حجر ہی الاصابہ میں لکھتے ہیں! ''خالدؓ بن الولید 21 ہجری میں حمص میں فوت ہوئے۔اور بعض کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں وفات پائی۔لیکن اکثریت اسی کی قائل ہے کہ آپ نے حمص میں وفات پائی۔

8۔ البدر العینی لکھتا ہے! ''آپ نے حمص میں اپنے بستر پر وفات پائی اور بعض کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں وفات پائی اور 21 ہجری میں فوت ہوئے۔یہ مورخین کی چند روایات ہیں۔جب ہم ان پر نظر ڈالتے ہیں۔تو قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے 21ھ میں حمص کے مقام پر وفات پائی اس لیے کہ ان روایات میں بعض تو ایسی ہیں کہ ان میں مدینہ منورہ کا ذکر تک ہی نہیں اور اسی طرح اکثر روایاث میں 22 ہجری کا بھی ذکر موجود نہیں ۔اور جنہوں نے مدینہ منورہ یا 22 ہجری کا ذکر کیا بھی ہے تو وہ بہت ہی ضعیف الاسناد ہیں۔

''ابو سلیمان! اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔اسلام کو تمہاری موت سے ایسا نقصان پہنچا جس کی تلافی ناممکن ہے۔کاش تم زندہ رہتے اس لیے کہ تم چاہتے تھے کہ شرک اور مشرکین ذلیل ہوں۔تم نے نیک بختوں جیسی زندگی گزاری۔موت کے بعد سب کی زبان پر تمہاری تعریفیں ہیں۔جو انعامات اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے لیے ہیں وہ دنیا کے چند روزہ انعامات سے ہزاروں لاکھوں درجہ بہتر ہیں۔''

Marfat.com

حضرت خالدؓ.......ایک نظر میں

پیدائش:۔

صحیح سن پیدائش معلوم نہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کے ہم عمر تھے۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ان کی پیدائش ہجرت سے کوئی بیس بائیس برس قبل ہوئی۔

3 ہجری:۔

غزوۂ احد کے موقعہ پر مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کی جانب سے لڑے۔ اس غزوۂ میں مسلمانوں کو خالدؓ ہی کی وجہ سے مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔

غزوۂ خندق میں بھی مسلمانوں کے خلاف لڑے۔

صفر 8 ہجری:۔

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

جمادی الاولیٰ 8 ہجری:۔

غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے اور رسول کریم ﷺ کے متعین کردہ امراء کی شہادت کے بعد فوج نے آپ کو اپنا امیر منتخب کیا۔ اور آپ نے مسلمانوں کا لشکر ہلاکت سے صاف بچا لیا۔

رمضان 8 ہجری:۔

مکہ معظمہ کے فتح کرنے میں کارہائے نمایاں انجام دے۔ اس دن آپ کو رسول کریم ﷺ نے ایک جماعت کا قائد متعین فرمایا۔

Marfat.com

شوال 8 ہجری:۔

بنو جذیمہ کو مطیع کیا۔ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے۔

رجب 8 ہجری:۔

رسول کریم ﷺ کے حکم کے مطابق دومتہ الجندل کو فتح کیا۔

جمادی الاولیٰ 10 ہجری:۔

رسول کریم ﷺ نے آپ کو نجران بھیجا۔ آپ کی دعوت پر وہ لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

خلافت صدیقؓ......

11 ہجری:۔

مدعی نبوت۔ طلیحہ بن خویلد کے مقابلے پر جا کر اس کے فتنے کو فرو کر دیا۔

11 ہجری:۔

سلمیٰ بنت مالک (مدعیہ نبوت) کو تہ تیغ کر کے فتنے کو فرو کر دیا۔ مسیلمہ کذاب اور اس کی جماعت کو شکست فاش دے کر اس کے فتنے کو ختم کر دیا۔

11 ہجری:۔

ایلہ کو فتح کیا۔ جنگ ذات السلاسل میں ایرانی فوج کی بہت بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ اس لڑائی کا نام جنگ ذات السلاسل ہے۔

12 ہجری:۔

شہرثنی کی لڑائی میں کامیابی حاصل کی۔ جنگ دجلہ میں ایرانیوں کو شکست فاش دی۔

صفر 12 ہجری:۔

الیس کی لڑائی کامیابی سے لڑی۔

ربیع الاول 12 ہجری:۔

Marfat.com

حیرہ کے حاکم نے وعدہ خلافی کی اور آپ نے اسے وعدہ خلافی کا مزہ چکھایا۔

ربیع الثانی 12 ہجری:۔

ابنار کے مشہور قلعہ کو سر کرلیا۔ جنگ عین التمر میں کامیابی حاصل کی۔ حصید۔ خنافس۔ مصیخ۔ثنی ذمیل اور خراص کے مقامات پر کامیابیاں حاصل کیں۔

ذی الحجہ 12 ہجری:

عراق کی فتوحات کے بعد حج کے لئے گئے۔

خلافت فاروقیؓ

جمادی آلاخر 13 ہجری:۔

شام کی فتوحات شروع ہوئیں اور سب سے پہلے یرموک میں۔لا تعداد رومی افواج کو شکست فاش دی۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو عام سپہ سالاری سے معزول کردیا۔

14 ہجری:۔

دمشق کا محاصرہ کیا اور آخر اسے فتح کرلیا۔

15 ہجری:۔

جنگ اجنادین میں دشمن کو شکست فاش دی۔

15 ہجری:۔

حمص۔حاضر۔قنسرین اور مرعش کی لڑائیوں میں کامیابی حاصل کی۔

21 ہجری:۔

حمص میں وفات پائی۔

Marfat.com

Marfat.com

حضرت خالد بن ولیدؓ

حضرت خالد بن ولیدؓ عرب کے مشہور قبیلہ بنی مخزوم سے تھے۔ اس قبیلہ کے افراد عرب میں خاص درجہ رکھتے تھے۔ اور نسلوں سے قریش کی سپہ سالاری کا عہدہ اسی خاندان میں تھا۔ آپ کے والد کا نام عبد الشمس الولید تھا' جو مکہ کے بڑے دولت مند اور بارسوخ شخص تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایسے ماحول میں تربیت پائی جہاں شہ سواری' نیزہ بازی اور تلوار چلانے کے داؤ گھات کے سوا اور کسی چیز کا ذکر کم ہی ہوتا تھا۔ وہ بچپن ہی سے نہایت پھرتیلے اور نڈر تھے۔ وہ جب ذرا بڑے ہوئے تو مکہ کے منتخب جوانوں میں شمار ہونے لگے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کا شمار دنیا کے بڑے بڑے جرنیلوں اور فاتحوں میں ہوتا ہے۔ آپؓ نے اپنی زندگی میں کوئی سو لڑائیاں لڑیں' جن میں ان کی فوج دشمن کی فوج کے مقابلہ میں بہت کم ہوتی تھی۔ آپؓ نے ہمیشہ اپنے عہد کا پاس کیا۔ جو کچھ کہا اس پر عمل کر دکھایا۔ وہ بڑے فرض شناس تھے۔ کیا مجال کسی کام میں بھی ذرا سی کوتاہی ہو جائے انؓ کے سپاہی انؓ پر جان چھڑکتے تھے۔ جس لڑائی میں وہ شامل ہوں' اس کے متعلق پہلے ہی سے یہ فرض کر لیا جاتا تھا کہ اس میں فتح حاصل ہوگی۔ آپؓ کو دنیا کے بڑے جرنیلوں میں تسلیم کیا گیا۔

297.9922 خ 19 شل

108609-U-67

ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز

فون:03004931320

حضرت خالد بن ولید رضؓ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد ترین صحابی کی زندگی کا ایمان افروز تذکرہ

ابو زید شبلی

ترجمہ: عبدالسبوح قاسمی

Marfat.com